حصّہ ششم

خلافتِ بنوعباسیہ

مصر

خلافت عباسی مصر میں

زوال بغداد کے بعد خلافت عباسی مصر میں آکر قائم ہوئی ۔ اس لئے وہاں کی مختصر تاریخ ابتدا۔ سے بیان کر دینی ضروری تھی ۔ یہ پورا حصہ اسی میں صرف ہوا ۔ اور طوفان نوح کے بعد سے ۹۲۳ ھ تک کی جس میں وہاں سے خلافت منتقل ہو کر آل عثمان کے ہاتھوں میں چلی گئی ۔ مصر کی ایک اجمالی تاریخ اس میں لکھی گئی ۔

مصر کے دور اسلامی کی تاریخ عہد بعہد کی حسب معمول مسلمانوں نے اچھی طرح محفوظ رکھی ہے ۔ اور چونکہ دوسرے اسلامی مراکز کے مقابلہ میں وہاں کے کتب خانے زمانے کی دست برد سے نسبتاً بچ رہے ہیں ۔ اس وجہ سے تاریخ مصر کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں وہ کمتر نایاب ہوئی ہیں ۔ البتہ قدیم تاریخ کے معتبر مصادر موجود نہیں ۔ کیونکہ پانچویں صدی قبل مسیح سے پیشتر کی کوئی تصنیف اس موضوع پر نہیں ملتی ۔ سب سے پہلے مصر کا کچھ حال جس شخص نے لکھا ہے ۔ وہ مشہور یونانی سیاح اور مؤرخ ہیروڈوٹس ہے جو ۴۵۵ ق م میں نیل کے سواحل سے گزرا تھا ۔ اس کے دو صدی کے بعد ایک مصری کاہن سبانیتوس نے جو مانیتھو کے نام سے مشہور ہے اس ملک کی تاریخ لکھی ۔ مگر وہ مفقود ہو گئی ۔ صرف اس کے بعض بعض حصے جو یوسیفوس یہودی نے اپنی کتاب آثار الاسرائیلین یا آٹھویں صدی عیسوی کے ایک مؤرخ سنسلوس نے اپنی تصنیف میں نقل کئے تھے ہم تک پہنچے ہیں ۔ قدیم حکمراں خاندانوں کے ملوک کی فہرستیں مانیتھو کے حوالہ سے بعض مسیحی مورخوں نے لکھی ہیں ۔

۱۸۱۸ ء میں نو سال کی لگاتار کوشش کے بعد فرانس کے مشہور اثری محقق شمپلیون نے ہیرو غلیفی کتابت کو حل کیا ۔ جس سے آثار قدیمہ کے کتبے پڑھے جانے لگے اور پرانے ہیکلوں اور معبدوں اور ان کے ستون و دیوار و در کے نقوش سے بعض حالات منکشف ہوئے ہیں ۔ ۔۔۔ نے اس حصہ کی تالیف میں یہ تمام معلومات اور اسلامی متداول کتب تاریخ کو سامنے رکھا ۔

بہرحال یہ کتاب جیسا کہ میں پہلے بھی ظاہر کر چکا ہوں محض تعلیمی ہے نہ کہ علمی اور میں صرف ضروری معلومات دینے پر اکتفا کرتا ہوں تاکہ طلبا کے لئے اسلامی تاریخ آسان اور قریب الفہم ہو جائے ۔ اسی لئے حسب معمول اختصار سے کام لیا اور مصر کی علمی ترقی کی تاریخ بھی چھوڑ دی ۔ کیونکہ اس کے لئے ایک جداگانہ مبسوط تصنیف درکار ہے ۔ تاریخ مصر کے بعض بعض امور بوجہ تعلق خلافت کے خلفاء بغداد کے بیان میں پہلے حصوں میں آ چکے ہیں ۔ اس حصہ میں بھی مجبوراً ان کو دہرانا پڑا لیکن جہاں تک ہو سکا کوشش یہی رہی کہ کم سے کم تکرار واقع ہو ۔

تاریخ مصر

تاریخ مصر قبل از اسلام ۵۰۰۴ ق م سے شروع ہوتی ہے جبکہ مصر کے پہلے بادشاہ منانے اس ملک میں سلطنت قائم کی - یہ دو دور میں منقسم ہے -

(۱) دور جاہلیت جو ۵۰۰۴ ق م سے ۳۸۱ تک ہے - اس میں امت مصریہ اپنے قدیمی دین پر رہی -

(۲) دور مسیحیت جس میں اہل مصر نے دین عیسوی اختیار کرنا شروع کیا یہ ۳۸۱ء سے ۶۴۰ء یعنی فتح اسلامی تک ہے -

اقوام مصریہ

قدیم اہل مصر حسام بن نوح کے بیٹے مصرایم کی اولاد تھے - جو شام سے جاکر وادی نیل میں جابجا قبیلے قبیلے آباد ہو گئے - یہ لوگ پانچ طبقوں میں منقسم تھے - پہلا طبقہ کاہنوں کا تھا جو دینی پیشوا تھے - ان کی کسی بات کی خلاف ورزی معبود کے حکم سے سرتابی کے برابر سمجھی جاتی تھی - دوسرا طبقہ جنگی جماعت کا تھا جو دشمنوں کی مدافعت کرتی تھی - باقی تین طبقے تاجروں کاشتکاروں اور گلہ بانوں کے تھے -

بجز کاہنوں اور طبقہ دوم کے کوئی دوسرا زمین کی ملکیت کا حق نہیں رکھتا تھا - چنانچہ اراضی کا بڑا حصہ کاہنوں کے قبضہ میں تھا اور کچھ جنگ آوروں کے - تینوں طبقے ان سے ٹھیکہ یا کرایہ پر زمینیں لے کر کھیتی کرتے تھے - زمانہ دراز کے بعد جب ان قبائل کی تعداد زیادہ ہو گئی اور انتظام کے لئے ضرورت نے مجبور کیا تو انہیں میں سے ایک شخص منانامی جو جنگ جماعت کا سرغنہ تھا بادشاہ بن گیا - اور اس نے مصر میں پہلی سلطنت قائم کی جو ایک زمانہ تک ان کی اولاد میں چلی آئی - پھر دوسرا خاندان غالب آگیا - اسی طرح سلسلہ بسلسلہ اکتیس حکمران ہوئے - جن میں سے اکثر اسی شہر کی نسبت سے موسوم ہیں جو ان کا پایہ تخت تھا - ان ۳۱ خاندانوں کے بعد یونانیوں نے آکر مصر پر قبضہ کر لیا - پھر ان سے رومیوں نے لے کر اپنی سلطنت کا صوبہ بنا لیا -

دینی عقائد و رسوم

قدیم اہل مصر گو متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کو مانتے اور ان کی پوجا کرتے تھے لیکن ان کے تمام معبودوں کا اصل مرجع دو بڑے معبود تھے - ایک فتاح (خالق) جس کا بت مقام منف میں تھا - دوسرا رع (سورج) جس کی مورت لقصر میں بنائی گئی تھی - یہ بھی درحقیقت ان کے عقیدہ میں خالق اکبر کی ایک مظہری تمثال تھا - اس کے بعد جوں جوں بت تراشی میں ترقی ہوتی گئی معبودوں کے تنوع میں بھی اضافہ ہوتا گیا - بسامتیک اول (خاندان ۲۶) کے زمانہ میں جب یونانی مصر میں آئے اور وہاں رہے تو انہوں نے علوم

مصریہ ریاضی ہیات اور نجوم وغیرہ کے ساتھ وہاں کے علم الاصنام کو بھی سیکھا۔ اور مصری بتوں کو مع ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے۔

قدما مصر کا یہ خیال تھا کہ دیوتا بعض بعض حیوانات کی شکل میں بھی جسم اختیار کر لیتے ہیں یہی وجہ تھی کہ وہ گائے۔ مگر۔ شہباز۔ وغیرہ کو بھی پوجتے تھے۔ ان کے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ موت کے بعد روح جسم کے ساتھ قبر میں رہتی ہے۔ اسی بنیاد پر وہ اپنے مردوں کو ممی بناتے تھے۔ انہوں نے ایسی دوائیں معلوم کر لی تھیں جن کی بدولت جسم غیر محدود زمانہ تک سڑنے سے محفوظ رہ سکے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جسم اگر ضائع ہو گیا تو روح کا کوئی ٹھکانا نہیں رہے گا۔ اور وہ بھٹکتی پھرے گی اس لئے امیر و غریب سب ممی کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ اور اس کو محفوظ تابوتوں اور صندوقوں میں بند کر کے تہہ خانوں میں رکھتے تھے۔ جن پر پختہ عمارتیں بنا دیتے تھے۔ چنانچہ مصر کے اہرام وہاں کے ملوک اور سلاطین وغیرہ کے مقبرے ہیں۔

ان میں ایک خاص رسم یہ بھی تھی کہ ممی تیار ہو جانے کے بعد مردہ کو ایک چبوترے پر لا کر رکھتے جہاں مذہبی حکام اور کاہن اور عوام الناس آکر جمع ہوتے پھر اعلان کیا جاتا کہ کسی کو اس کے اوپر کوئی دعویٰ ہو تو پیش کرے۔ جو بے گناہ نکلتا تو اس کو قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت ملتی اس کے اقربا اس وقت اپنا ماتمی لباس اتار دیتے اور اس کی برآت پر خوشی مناتے اور جو گنہگار ٹھہرتا تو دفن سے ممنوع قرار پاتا۔ مجبوراً اس کے ورثا اس کے تابوت کو لا کر اپنے گھر میں رکھتے جب اس قسم کے متعدد مردے کسی کے یہاں جمع ہو جاتے کاہن زندوں کی خاطر سے ان کو کہیں دفن کرنے کی اجازت دے دیتا۔ اس آخری احتساب میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جاتی تھی۔ چنانچہ خوفو اور خفرع بادشاہوں کو بھی کاہنوں نے دفن سے روک دیا تھا۔ اس دستور کی وجہ سے ان کے اخلاق اچھے تھے۔ کیونکہ اس آخری نصیحت اور رسوائی کے خوف سے وہ معاملات کو صاف رکھتے اور سب کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے۔

علمی لحاظ سے قدیم اہل مصر طب سے واقف تھے اور اکثر بیماریوں کی شناخت اور ان کی دوائیں جانتے تھے۔ ریاضی اور ہیاۃ سے بھی ان کو ذوق تھا۔ چنانچہ دنیا میں سب پہلے سن شمسی ۴/۱۔۳۶۵ اور سن قمری ۳۵۴ دن کا انہوں نے ہی قرار دیا تھا۔ اور فن تعمیر میں تو اہرام اور عجیب و غریب ہیکل و معبد ایسی یادگاریں انہوں نے چھوڑی ہیں جن کو آج تک ساری دنیا حیرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

ادوار تاریخی

مؤرخوں نے مصر جاہلیت کی تاریخ کو پانچ دور میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) دولت قدیمہ۔ ۵۰۰۴ سے ۳۰۶۴ ق م تک اس میں دس خاندان حکمران رہے جنہوں نے ۱۹۴۰ سال تک حکومت کی۔

(۲) دولت وسطیٰ۔ ۳۰۶۴ سے ۱۷۰۳ ق م گیارہویں خاندان سے سترھویں خاندان تک ۱۳۶۱ سال۔

(۳) دول اخیرہ۔ ۱۷۰۳ سے ۳۳۲ ق م اٹھارویں خاندان سے اکتیسویں خاندان تک مدت حکومت ۱۳۷۱ سال رہی۔

(۴) دولت یونانی۔ ۳۳۲ سے ۳۰ ق م تک ۳۰۲ سال حکومت رہی جس میں دو خاندان گزرے۔

(۵) دولت رومانی۔ ۳۰۰ ق م سے ۳۸۱ تک ۴۱۱ سال جس میں رومیوں کا قبضہ رہا۔ اس کے بعد چھٹا دور مسیحیت ہے جو ۳۸۱ء سے ۶۴۰ء یعنی فتح اسلامی تک ہے۔ اس میں بھی حکومت رومیوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ ان کل ادوار کی نہایت مختصر تاریخ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

دولت قدیمہ

اس دولت کا زمانہ جیسا کہ ابھی لکھا جا چکا ۵۰۰۴ سے ۳۰۶۴ ق م تک ۱۹۴۰ سال ہے۔ جس میں دس خاندانوں کی حکومت رہی۔

(۱) طینی
(مدت حکومت ۳۰۵ سال۔ عدد ملوک ۹)

۱۔ منا (مینس)	۶۲ سال حکمراں رہا۔	۲۔ تتا (اتوتیس)	۵۷ سال حکمران رہا۔
۳۔ کنکنیس	۳۱ سال حکمراں رہا۔	۴۔ دنفش اول	۲۳ سال حکمراں رہا۔
۵۔ دنفس ثانی	۲۴ سال حکمراں رہا۔	۶۔ سبتی (اسافابیدوس)	۲۰ سال حکمراں رہا۔
۷۔ میہ بیدوس	۲۶ سال حکمراں رہا۔	۸۔ سمن بسس	۱۸ سال حکمراں رہا۔
(۹) بیہ نخس	۴۴ سال حکمراں رہا۔		

منا مصر کا اولین بادشاہ پہلے قبائل مصریہ کا سالار جنگ تھا۔ اور ان میں ہر دلعزیز کاہنوں کے استبداد سے تنگ آکر لوگوں کو ان کے خلاف اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ اور لڑ کر ان کو مصر سے نکال دیا اور اپنا تسلط قائم کیا۔ چونکہ طینیہ کے لوگ در پردہ کاہنوں کے طرفدار تھے اس لئے اس مقام کو چھوڑ کر نیا شہر منف آباد کیا اور اسی کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ ارد گرد خندق کھدوا کر چاروں طرف آمد و رفت کے لئے اس پر پل بنوائے۔

دریائے نیل کو جو صحرائے لیبیا کی طرف بہتا تھا نہر کے ذریعہ سے مشرقی سمت میں جاری کیا۔ ملکی نظم و نسق کے قوانین وضع کیے پھر اہل لیبیا سے لڑ کر ان کو اپنا محکوم بنا لیا۔ تتا نے منف میں شاہی قصر تعمیر کرایا۔ اس کے عہد میں قحط بھی پھیلا اور طاعون بھی جس سے بہت مخلوق مر گئی۔ ونفس اول نے مصر کا سب سے پہلا ہرم کو کمہ تعمیر کرایا۔ آخری تین بادشاہوں کے زمانوں میں فواحش کی گرم بازاری رہی اور جابجا فتنے برپا ہوئے جس کی وجہ سے سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی۔

(۲) منفی

(مدت حکومت ۳۰۲ سال۔ عدد ملوک ۹)

۱۔ بصاد (بوثوس)	۳۸ سال	۲۔ کاکاود (کلیہ خوس)	۳۹ سال
۳۔ بینوترِیس	۴۷ سال	۴۔ ونفس	۱۷ سال
۵۔ استس	۴۱ سال	۶۔ خاترس	۷ سال
۷۔ نفرخرس	۲۵ سال	۸۔ نفرکاسکر	۴۸ سال
۹۔ خزرس	۳۰ سال		

بصاد خاندان سابق کا رشتہ دار تھا۔

کاکاود کے عہد میں حیوانات خاص کر گائے کی پرستش زیادہ ہو گئی۔ بینوترِیس نے یہ قانون بنایا کہ خاندان شاہی میں اولاد ذکور نہ ہونے کی صورت میں عورتوں کو بھی تخت سلطنت پر بیٹھنے کا حق ہوگا۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا تھا کہ میں اللہ کا رشتہ دار ہوں۔ یہ عقیدہ اس کے بعد بھی ملک مصر میں یونانیوں کے عہد تک چلا آیا۔

اب تک سارے مصری قبائل زیر اطاعت نہیں تھے۔ اس نے سب کو قبضہ میں لا کر ایک متفقہ قوم بنایا۔ استس کو طب میں دخل تھا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خاندان اول کے بادشاہ تتا نے طب میں ایک کتاب لکھی تھی استس نے اس کی تکمیل کی۔

(۳) منفی

(مدت حکومت ۲۱۴ سال عدد ملوک ۹)

۱۔ نخرو فس	۲۸ سال	۲۔ بنکا	۱۹ سال
۳۔ ترہ لیس	۷ سال	۴۔ سسو فریس	۱۷ سال
۵۔ بنکارع	۱۹ سال	۶۔ نفرکارع	۴۲ سال
۷۔ سفوریس	۳۰ سال	۸۔ --------	۲۶ سال
۹۔ سنفرد	۲۶ سال		

نخرو فس کے عہد میں اہل لیبیا نے بغاوت کی۔ وہ لشکر لے کر گیا چاندنی رات میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ اتفاقاً چاند گرہن میں آ گیا۔ لیبیا والوں نے خیال کیا کہ ہم نے بادشاہ کی جو مخالفت کی ہے اس پر آسمانی غضب کا ظہور ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے ہتھیار ڈال دیے اور اطاعت قبول کر لی۔ بنکا علم طب کا ماہر تھا۔ چنانچہ پہلی صدی عیسوی تک اس کے نوشتے لوگوں میں رائج تھے۔ فن کتابت اور سنگ تراشی کو بھی اس نے ترقی دی تھی۔ آخری بادشاہ سنفرد نے عرب کے ایک پہاڑ سے تانبے کی ایک کان نکالی۔ جبل حور پر لشکر

کشی کر کے وہاں کے قبائل کو مطیع بنایا اور متعدد قلعے اور عمارات تعمیر کرائیں ۔

اس خاندان کے عہد میں طنیہ کی ساری رونق منتقل ہو کر منف میں چلی آئی ۔ اور ملک میں مال و دولت کی فراوانی ہوئی ۔ بڑے بڑے ہیکل اور معبود تعمیر کئے گئے ۔ ابوالہول کا عظیم الشان بت جو اہرام جیزہ کے پاس آج بھی قائم ہے اسی خاندان کے زمانہ میں بنا تھا ۔ اس بت کا جسم شیر کا ہے اور سر انسان کا جس سے قوت اور عقل دونوں کے اجتماع کی طرف اشارہ ہے ۔

(۴) منفی

(مدت حکومت ۲۸۴ سال ۔ عدد ملوک ۱۴)

ان چودہ میں سے صرف آٹھ کے نام معلوم ہو سکے ہیں ۔ ان میں سے بھی مشہور چار ہی ہیں ۔ خوفو ۔ خضرع ۔ منکورع ۔ اسکاف

خوفو (کیوس) عمارات کا بڑا عاشق تھا ۔ اسی نے مصر کا سب سے بڑا ہرم جو جیزہ میں ہے بھی بنوایا جس کی بلندی ۴۵۰ اور چوڑائی ۷۴۶ قدم ہے کہ اس میں ایک لاکھ آدمی روزانہ کام کرتے تھے اور پورے ۳۰ سال میں تیار ہوا ۔ پہاڑ سے بھی زیادہ سنگین ہے ۔

خلیفہ مامون عباسی جب ۲۱۷ ء میں مصر میں گیا اور لوگوں سے سنا کہ ان عمارتوں میں قدماء ملوک کے خزانے مدفون ہیں تو اسی بڑے ہرم کو تڑوانا شروع کیا ۔ بہزار دقت صرف ایک کونہ ٹوٹ سکا اور صرفہ بہت پڑ گیا ۔ اس لئے چھوڑ دیا ۔ خوفو جنگ آور بھی تھا اس نے عربی اور شامی قبائل سے جو مشرقی سمت سے حدود مصر پر حملے کیا کرتے تھے ۔ متعدد لڑائیاں کیں اور ان کو شکستیں دیں ۔ ۲۳ سال حکمراں رہا ۔ خضرع نے دوسرا ہرم جو بڑے ہرم کے بالمقابل ہے بنوایا ۔ اس کا ارتفاع ۴۴۷ اور عرض ۶۹ قدم ہے ۔

منکورع عادل اور مہربان تھا ۔ رعیت اس کو محبوب رکھتی تھی ۔ جیزہ کا تیسرا ہرم جو ۲۰۳ قدم بلند اور ۲۵۲ قدم عریض ہے ۔ اس کا تعمیر کردہ ہے لیکن یہ اس کو مکمل نہیں کر سکا تھا ۔ ملکہ نیتوکریس نے جو خاندان ششم کی آخری فرماں روا تھی اس کی تکمیل کرائی منکورع کی نعش ایک سنگین تابوت میں برآمد ہوئی تھی ۔ انگریز اس کو انگلستان لے جا رہے تھے راہ میں پرتگال کے ساحل پر جہاز ڈوب گیا ۔ لیکن حنوط اور چوبین غلاف جو انسان کی شکل کا بنا ہوا تھا برآمد ہو گیا اور لندن کے میوزیم میں پہنچا ۔ اسکاف اس خاندان کا آخری بادشاہ تھا وہ ہندسہ سے آشنا تھا ۔ اور آلات رصد کا شائق ۔ ۹ سال حکمراں رہا ۔

(۵) اصواق

(مدت حکومت ۲۱۸ سال ۔ عدد ملوک ۹)

۱۔ اسکاف	۲۸	۲۔ سحورع	۱۳
۳۔ ککا	----	۴۔ نفرفرس	۲۰
۵۔ شبس کارع	----	۶۔ رعنوسر	۱۱
۷۔ منکاحور	۹	۸۔ ددکارع ۴۴	
۹۔ اوناس	۳۳		

اسکاف عادل تھا ۔ سحورع نے اپنے عہد میں اس کے لئے وہ ہرم بنوایا جو بوصیر کے متصل خعب کے نام سے مشہور ہے ۔ نفرفرس کے زمانہ میں مصر میں علمی اور تمدنی ترقی ہوئی ۔ ددکارع نے وادی مغارہ میں کئی کانیں دریافت کیں ۔

(۶) اصوانی

(مدت حکومت ۲۰۳ سال ۔ عدد ملوک ۶)

۱۔ آتی	۳۰	۲۔ مریرع (بیبی اول)	۵۳
۳۔ مرنرع اول	۷	۴۔ فیولیس (بیبی ثانی)	۱۰۰
۵۔ مرنرع ثانی	۱	۶۔ ملکہ نیتوکریس	۱۲

آتی کے زمانہ میں سواحل بحر پر تتا نامی ایک مدعی سلطنت کھڑا ہو گیا لیکن چھ مہینے بعد مارا گیا ۔ مریرع یعنی بیبی اول نے ایک طرف شام اور دوسری طرف نوبیا کو محکوم بنایا ۔ مرنرع کے عہد میں مصر میں جنگی کشتیاں تیار کی گئیں ۔ بیبی ثانی کے زمانہ میں فیروزہ، توتیا، تانبے کی کانیں اور کوہ طور سے قیمتی پتھر لعل و زمرد وغیرہ نکالے گئے ۔

مرنرع ثانی اپنی حکومت کے دوسرے سال خود اپنے ہی امیروں کے ہاتھوں سے قتل ہوا ۔ اس کی بہن نیتوکریس نے جو اس کی بیوی بھی تھی تخت نشین ہونے کے بعد دعوت کے بہانے سے قاتلوں کو بلا کر ایک تہہ خانے میں بٹھلایا ۔ جس کے ارد گرد پانی بھروا رکھا تھا ۔ دفعتاً اس کو کھلوا دیا ۔ جس سے تہہ خانہ پانی سے لبالب ہو گیا اور وہ سب کے سب ڈوب کر مر گئے ۔ لوگ اس کے بھی دشمن ہو گئے اور قتل کی فکر میں لگے ۔ جب اس نے بچنے کی کوئی صورت نہ دیکھی تو آگ میں گر کر خود کشی کر لی اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کا لقب گلرخ تھا ۔

(۷) (۸) (۹) (۱۰) مدت حکومت ۴۱۴ سال

ان چاروں خاندانوں کی کوئی کیفیت اور ان کے بادشاہوں کی کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی ۔ تاریخ صرف اس قدر بتاتی ہے کہ ان میں سے پہلے دو خاندانوں میں منف میں تھے ۔ اور دوسرے دونوں ہرقلیو پولیس میں ۔

دولت وسطیٰ

۳۰۶۴ سے ۱۷۰۳ ق م تک ۔ ۱۳۶۱ سال ۔ گیارھویں سے لیکر اٹھارویں تک ۷ خاندانوں کی حکومت رہی ۔

(۱۱) طیبی

(مدت حکومت ۴۳ سال)

دسویں خاندان کے بعد مصر میں مختلف حکومتیں قائم ہو گئیں ۔ بحری سمت میں ملوک اہناس حکمراں تھے ۔ انہیں کی طرف سے گیارھویں خاندان کا بانی انتف عا طیبہ کا والی تھا اس نے اپنے رعب اور سطوت کی وجہ سے استقلال حاصل کر لیا ۔ پھر انتف عا رابع نے جو اس خاندان کا نامی بادشاہ گزرا ہے اہناس پر لشکر کشی کر کے غلبہ حاصل کر لیا ۔ نیز شمال میں بھی ایشیائی حدود پر قابض ہو گیا ۔ اس کے عہد میں بڑی بڑی سر بلند عمارتیں بنیں ۔ چنانچہ اسی کے زمانہ کی ایک عمارت کے کھنڈر کے ملبہ سے یونانیوں نے اپنے عہد میں ایک پل تیار کیا تھا ۔

اس کا جانشین منتوحتب رابع تھا ۔ جس کا لقب نیجزرع تھا ۔ آخری بادشاہ سنخ کارع ہوا جس نے ایک درباری حنو نامی سے مصر

اور عرب کے راستے کو درست کرایا۔ اس کام کو مرریح اول نے شروع کیا تھا لیکن پورا نہ کر سکا تھا۔ حنو نے اس میں پانچ منزلیں بنوائیں اور ہر ایک منزل پر کنواں کھدوایا۔ یہی راستہ یونانیوں اور رومانیوں کے عہد تک رہا۔

(۱۲) طیبی

(مدت حکومت ۲۱۳ سال۔ ملوک میں سے صرف آٹھ معلوم ہو سکے)

۱۔ امنما (امنحعت) اول	۳۰	۲۔ اوسرتسن اول	-----
۳۔ امنما ثانی	۳۸	۴۔ اوسرتسن ثانی	۱۹
۵۔ اوسرتسن ثالث	۲۶	۶۔ امنما ثالث	۴۲
۷۔ امنما رابع	۹ سال ۳ ماہ	۸۔ ملکہ سبک نفرورع	۱ سال ۱۰ ماہ ۴ روز

اس بارہویں خاندان نے سارے ملک کو اپنے قبضہ میں کیا اور کوئی دوسری حکومت مصر میں باقی نہ چھوڑی۔ پہلا بادشاہ امنما خاندان سابق کے بادشاہ منتوحتب کے ملازمین میں سے تھا۔ اس نے جب کل مصر پر حکومت قائم کر لی تو لبیا و نوبیا اور بعض ایشیائی قبائل منف کے مغرب میں حملہ آوری کے ارادہ سے مجتمع ہوئے۔ جاکر سب کو شکست دی حبشہ کے بھی ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ شجاع عاقل اور فرزانہ تھا۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے اوسرتسن کو تخت پر بٹھا دیا۔ جس نے طیبہ کا ہیکل تعمیر کرایا۔ اور وہ ستون بنوایا جو مطریہ میں ہے اور جس پر یہ کتبہ ہے۔

بادشاہ منصور۔ ہر موجود کی حیات، بالائی اور نشیبی مصر کے سلطان۔ دونوں تاجوں کے مالک۔ خورشید کے فرزند، اوسرتسن مطریہ کے معبودوں کے محب نے جو ہمیشہ زندہ رہے۔ اس نشان کو رسمی تیوہار کے آغاز میں اپنے نام سے اس جشن کی یادگار میں نصب فرمایا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ الفیوم میں جو ستون ہے وہ بھی اسی کا تعمیر کردہ ہے۔ اوسرتسن ثانی نے بھی اپنی کئی یادگاریں چھوڑیں ہیں اوسرتسن ثالث دانشمند اور بہادر بادشاہ تھا۔ اس نے اتھوپیا (برقعہ) اور اس کے آگے کے علاقہ کو بھی فتح کیا اور وادی حلفا میں ملک کی حفاظت کے لئے دو قلعے بنوائے جواب قمنہ و سمنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ مقام دہشور میں اس کا بنوایا ہوا ایک ہرم بھی ہے۔

امنما ثالث نے اپنے عہد میں الفیوم میں ایک بہت بڑا تالاب کھدوایا تھا جس کا نام موریس رکھا۔ غرض یہ تھی کہ جب نیل کا فیضان کم ہو تو اس کے پانی سے آبپاشی کی جائے۔ اور زیادہ ہو تو اس کی نہروں کے ذریعہ سے بحیرہ قازان میں گرا دیا جائے تاکہ ملک طغیانی کی آفت سے محفوظ رہے۔ اسی نے سب سے پہلے مقیاس نیل وضع کیا اور متعدد پل بنوائے۔

(۱۳) طیبی

(مدت حکومت ۴۵۰ سال)

اس خاندان میں مورخوں کے بیان کے مطابق ۸۷ بادشاہ ہوئے۔ لیکن ان میں سے کسی کے حالات نہیں مل سکے۔ بجز اس کے کہ ان کے عہد میں شہر طیبہ کی زینت اور عظمت بڑھ گئی تھی۔ جزیرہ ارجی میں ونقلہ کے قریب جو دونوں بت ہیں وہ انھیں کے زمانہ میں بنے تھے:

(۱۴) سخادی

(مدت حکومت ۴۴۶ سال)

اس خاندان کے بادشاہوں کی تعداد ۷۶ بیان کی جاتی ہے۔ ان کی بابت بھی کچھ معلومات نہیں ملتیں۔ شہر سخا ان کا پایہ تخت تھا۔

(۱۵) ادواریسی عمالقہ

(مدت حکومت ۲۴۹ سال۔ عدد ملوک ۶)

سخادی خاندان کے خاتمہ پر کنعان۔ شام اور عرب کے قبائل ٹڈی دل کی طرح سویس سے گزر کر مصر میں آپہنچے۔ ان پر جو قبیلہ حکمراں تھا وہ توریت میں حیشین اور عربی تواریخ میں عمالیق کے نام سے مشہور ہے۔ ان لوگوں نے مصر کے بڑے ہیکلوں اور عبادت خانوں کو ڈھایا۔ شہروں میں آگ لگادی اور باشندوں کو تہ تیغ کرڈالا۔

پہلے مصر کے بحری حصہ پر قبضہ کیا۔ وطنی حکومت وہاں سے بھاگ کر صعید کی طرف چلی گئی اور طیبہ کو اپنا مستقر بنالیا۔ عمالقہ میں سے پہلا بادشاہ سلاطیس تھا اس نے مقام ادواریس میں قلعہ بنایا اور دو لاکھ فوج مرتب کی جس کی بدولت وطنی سلطنت کو جو طیبہ میں تھی مغلوب کرلیا اور سارے مصر پر تسلط جما لیا۔ اس نے اپنے کو فرعون (بادشاہ اعظم) کہا جو اس کے بعد سلاطین مصر کا لقب ہوگیا۔ اسی خاندان کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لے گئے تھے۔ یہ متعین نہ ہوسکا کہ وہ کس بادشاہ کا زمانہ تھا۔

ملوک کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ سلاطیس	۱۹	۲۔ بنون	۴۴
۳۔ انجناس	۲۵ سال ۷ ماہ	۴۔ ابابی اول	۶۱
۵۔ یانا	۵۰ سال ایک ماہ	۶۔ اسیس	۴۹ سال ۲ ماہ

(۱۶۔ ۱۷) صانی (عمالقہ)

یہ بھی عمالیق ہیں۔ ان دونوں خاندانوں میں سے کسی بادشاہ کا نام یا حال تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔ صرف ایک بادشاہ آبابی رعاکنن کا نام معلوم ہے جس کو مانیتو نے ابوفیس اور عرب مورخوں نے ریان بن ولید لکھا ہے۔ اسی کے عہد میں تاجروں کا قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے مصر میں لایا تھا اور وزیر قطفیر کے ہاتھ جس کو قدیم مصری میں دوفر (ہدیہ الشمس لکھتے ہیں) بیچا تھا۔ حضرت یوسف جب قید سے رہا ہوئے اور بادشاہ مذکور نے ان کو اپنا وزیر مال مقرر کیا اس وقت ان کے سارے بھائی معہ اپنے قبائل اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصر میں آگئے۔ یہ ۹۳ نفوس تھے۔ حضرت یوسفؑ نے وادی غسان میں مقام عین شمس سے فرما (پیلوزیمہ) تک بسنے کے لئے زمینیں عطا کیں۔ جن میں اسباط آباد ہوگئے۔ داخلہ مصر کے سولھویں سال حضرت یعقوبؑ نے انتقال فرمایا حضرت یوسفؑ خود معہ ایک جماعت کے ان کی نعش کو جبل جیرون (مقام خلیل الرحمن) میں جو کہ بیت المقدس سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور جہاں حضرت ابراہیم و اسحاق علیہ السلام کا مدفن ہے لے کر گئے اور دفن کرکے واپس آئے۔ دوسرے سال حضرت یوسفؑ نے انتقال فرمایا۔ ان کا جسد مصری میں سپرد خاک رہا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکلے اس وقت اس تابوت کو بھی حضرت یوسفؑ کی وصیت کے مطابق اپنے ساتھ لائے اور اسی آبائی مقبرے میں دفن کیا۔ عمالقہ شروع شروع میں جب مصر میں آئے تھے تو انہوں نے مصریوں کو مغلوب و مقہور کرکے غلام بنا لیا تھا۔ اور امور حکومت میں کسی قسم کا حصہ نہیں دیا تھا۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد ان سے میل جول

بڑھایا اور رشتے بھی کئے ۔ پھر ان کو سلطنت میں عہدے اور مناصب بھی دینے لگے ۔ مصریوں نے قوت اور موقع پا کر اپنے امیر تاعا کی قیادت میں وطنی حکومت قائم کرلی ۔ اور عمالقہ کے تسلط کو مصر کے اکثر حصوں سے اٹھادیا ۔ صرف منف ان کے قبضہ میں رہ گیا تھا ۔ تاعا کے بعد یکے بعد دیگرے اس کے دو جانشینوں نے منف سے بھی ان کو نکالا ۔ مجبور ہو کر وہ اپنے پرانے پایہ تخت اداریس میں آکر قلعہ گیر ہو گئے ۔

دولت اخیرہ

۱۷۰۳ سے ۳۳۲ ق م تک ۔ ۱۳۷۱ سال ۔ اٹھارویں خاندان سے اکتیسویں خاندان تک ۔

(۱۸) طیبی

(مدت حکومت ۲۴۱ سال ۱۱ ملوک مشہور ہیں)

۱۔ احمس	۲۵	۲۔ امنو فلیس اول (امنحوتپ)	۱۳
۳۔ تحوتمس اول	۲۱	۴۔ تحوتمس ثانی	۲۲
۵۔ ملکہ حتشپسو	۱۷	۶۔ تحوتمس ثالث	۴۸
۷۔ امنو فیس ثانی	۹	۸۔ تحوتمس رابع	۳۱
۹۔ امنو فیس ثالث	۶	۱۰۔ امنو فیس رابع (توت عنخ امن)	۳۷
۱۱۔ حور محب	۱۲		

احمس نے علیقی فوج کا جو قلعہ اداریس میں تھا محاصرہ کیا ۔ وہ تنگ آکر نکل بھاگی ۔ اس نے دریائے فرات تک تعاقب کر کے قتل کیا ۔ اب تقریباً چھ سو سال کے بعد مصر اجنبی حکومت سے خالی ہوا ۔ بقیہ عمالقہ جو وہاں رہ گئے تھے ملکی حکومت کے تابع ہوگئے واپسی کے بعد اس کو نوبیا پر فوج کشی کرنی پڑی ۔ کیونکہ وہاں کے لوگ باغی ہوگئے تھے ۔ جب وہ قابو میں آگئے تو برقہ کی طرف بڑھا اہل برقہ نے بلا جنگ اطاعت قبول کرلی ۔ منف کا معبد فتاح اور کرنک کا آمون دونوں اسی کے بنوائے ہوئے ہیں ۔ جبل قرنہ پر دیر بحری سے اس کی ممی برآمد ہوئی ہے جو مصری انتیقہ خانہ میں موجود ہے ۔ اس کے بیٹے امنو فیس اول نے شاہ برقہ کی بیٹی سے شادی کی تھی ۔ ان دونوں کی نعشیں بھی مصری عجائب خانہ میں ہیں ۔

تحوتمس اول نے نوبیا کی طرف اپنی سلطنت بڑھائی ۔ نیز فلسطین اور بابل پر بھی قبضہ کرلیا ۔ اس کی بیوی خاص اس کی مسماۃ اسیس تھی ۔ تحوتمس ثانی نے سوواں کو جو ایک مستقل سلطنت تھی فتح کر کے مصری سلطنت میں شامل کرلیا ۔ ملکہ حتشپسوا اپنے کم سن بھائی تحوتمس ثالث کی طرف سے حکومت کرتی تھی ۔ اس عورت نے ارض مقدس کی طرف خود فوج لے جا کر اس کے جنوبی حصہ کو فتح کرلیا ۔

تحوتمس ثالث حوصلہ مند اور شجاع تھا ۔ اس نے ایک طرف فلسطین شام ، عراق ، عجم ، ایشیائے کوچک ، آرمینیا ، کردستان ، الجزیرہ ، عراق ، عرب اور یمن کو فتح کیا اور دوسری طرف بحری بیڑہ سے قبرص ۔ کریٹ جزائر ارخبیل ، یونان اور جنوبی اطالیہ کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہو گیا ۔ ان عظیم الشان فتوحات سے سلطنت مصر کی شوکت اور حشمت بڑھ گئی ۔ اس کے بنائے ہوئے دو ستون

مطریہ میں تھے ۔ جو ملکہ قیلیو پطرا کے عہد میں اسکندریہ میں منتقل کئے گئے تھے ۔ اب ان میں سے ایک لندن میں ہے اور ایک امریکہ میں۔ امنوفیس ثانی کے زمانہ میں اشوریوں نے بغاوت کی لیکن اس نے جاکر فرو کیا۔ تھوتمس رابع کو سورج کی پرستش میں غلو تھا ۔ اور ابوالہول کی بہت تعظیم کرتا تھا ۔ اس کے سامنے ایک پتھر پر اپنی مورت بھی بنوائی جس پر ایک کتبہ بھی لکھوایا ہے ۔

امنوفیس ثالث کے عہد میں جابجا شورشیں برپا ہوئیں ۔ لیکن اس نے سب پر غلبہ پالیا ۔ اس کے عہد میں بہت سے ہیکل اور معبد تعمیر ہوئے ۔ لقصر کے بالمقابل نیل کے مغربی ساحل پر اس کا تعمیر کیا ہوا ایک ہیکل ہے جو چھٹی صدی ہجری تک مصر کے آثار قدیمہ میں سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا ۔ مگر اب بالکل مٹ گیا ہے ۔ صرف دروازے پر کے دونوں بت باقی رہ گئے ہیں ۔ لوگ کہتے ہیں کہ ان میں سے ممنون نامی بت کے سنگ زیریں سے پانی برسنے کے بعد آفتاب کی شعاع پڑنے سے ایک بلند آواز نکلتی تھی ۔ شوق تحقیق میں لوگوں نے اس کو کھود ڈالا ۔ اس وقت سے بند ہو گئی ۔

امنوفیس رابع نے سارے ملک کو آفتاب کی پرستش کا حکم دیا ۔ اور معبود آمون کی پوجا جو آشوریوں کا دیوتا تھا بند کرا دی ۔ یہاں تک کہ اپنے پایہ تخت طیبہ کو بھی اسی وجہ سے چھوڑ دیا کہ وہاں آمون کا معبد تھا ۔ آفتاب پرستی میں اس قدر غلو اس میں اپنی ماں کی تعلیم سے پیدا ہوا تھا ۔ جس کا نام تائی تھا ۔ اس کی بیوی کا نام نفرت اتن تھا ۔ جس کے شکم سے سات بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں ۔ تل عمارہ میں خود بادشاہ اور اس کی بیٹیوں کی مورتیں پتھر پر بنی ہوئی ہیں جو اس کے سامنے مغلوب اشوریوں کی نعشوں کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل رہی ہیں ۔ اس بادشاہ اور اس کی ملکہ کی نعش معہ طلائی تخت اور بے شمار خزائن و دفائن کے چوتھا سال ہے کہ لقصر سے برآمد ہوئی ہے ۔ چونکہ اس کے کوئی بیٹا نہ تھا اس لئے اس کے مرنے کے بعد زمام سلطنت امراء کی ایک جماعت کے ہاتھ میں رہی ۔ آمون کی پرستش بند کردینے سے بعض بعض مقامات پر فتنے بھی برپا ہوئے جن کو اس خاندان کے آخری بادشاہ حور محب نے دبا دیا۔

(۱۹) طیبی

(مدت حکومت ۱۷۴ سال)

بادشاہوں میں سے صرف ۷ کے نام معلوم ہوتے ہیں ۔

۱۔ رعمسیس اول	۶	۲۔ سیتی اول	۵۱
۳۔ رعمسیس ثانی	۶۷	۴۔ منفتاح اول	۱۲
۵۔ سیتی ثانی	۲۶	۶۔ امن مس	۵
۷۔ منفتاح ثانی	۷		

رعمسیس اول حور محب کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ بادشاہ ہو جانے کے بعد اس نے برقہ فتح کیا ۔ سیتی اول نے آرمینیا اور فلسطین پر فتوحات حاصل کیں ۔ اسی نے سب سے پہلے کوشش کی کہ دریائے نیل کو قلزم سے ملا دے ۔

رعمسیس ثانی کو یونانی سیزوسٹرس کہتے ہیں ۔ اس کا لقب رعمسیس اکبر ہے ۔ مصر کے بادشاہوں میں سے اس سے زیادہ پرشکوہ کوئی بادشاہ نہیں ہوا ۔ مصریوں کے دل میں اس کی عظمت اور محبت حد عبادت تک پہنچ گئی تھی اس نے شام اور برقہ کو فتح کیا اور کنعانیوں پر ایک لاکھ اسی ہزار فوج لے کر چڑھائی کی ۔ ۱۴ سال تک ان سے لڑتا رہا ۔ بالآخر مصالحت ہوئی اور چاندی کے پتروں پر صلح نامہ لکھا گیا ۔ جو اب لندن کے میوزیم میں محفوظ ہے ۔ صلح کے بعد وہاں کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی جس سے تعلقات اس قدر

خوشگوار ہوگئے کہ کنعانی معبود سوتیک (البعل) کی پرستش کی عام اجازت دے دی ۔ اس نے کئی شہر آباد کئے ۔ اور بہت سے ہیکل اور عبادت خانے تعمیر کرائے ۔ پایہ تخت صان میں منتقل کیا ۔ اس کی ممی جو لقصر سے نکلی ہے مصری عجائب خانہ میں موجود ہے ۔ اس نے اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے خامواس ؑ کو حکومت سپرد کر دی تھی ۔ لیکن وہ مرگیا اس وجہ سے اپنے تیسرے بیٹے منفتاح اول کو بادشاہ بنایا ۔

منفتاح اول نے بھی طیبہ ۔ منف اور عرابہ میں جو اس وقت زیر زمین مدفون ہے ۔ بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ۔ اس کے زمانہ میں ایشیائے کوچک اور لیبیا والوں نے بحری سمت میں حملے کئے اور سواحل پر قابض ہوگئے ۔ مگر اس نے جا کر ان کو نکالا ۔ اور مصریوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات دلائی ۔

اہل تاریخ متفق ہیں کہ منفتاح اول ہی فرعون ہے جس کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہوئے اور بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لائے ۔ جس کا پیچھا کرتے ہوئے یہ مع لشکر کے سمندر میں غرق ہوا ۔ اس کا سن اس وقت ۷۷ سال کا تھا ۔ ۱۹۰۴ میں اس مدعی ربوبیت کی بھی نعش برآمد ہو گئی جو جیزہ کے انتیقہ خانہ خدیوی میں موجود ہے اور حسب آیہ قرآنی ۔

الیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ

ترجمہ : آج ہم تیرے بدن کو نکالے دیتے ہیں تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشانی بنے ۔

دیکھنے والوں کے لئے مایہ عبرت ہے اس کے بعد اس کا بیٹا سیتی ثانی نشین ہوا ۔ لیکن اکثر امراء اور فوج کے غرق ہوجانے کے سے مصر کی شوکت مضمحل ہو گئی تھی ۔ اس وجہ سے ہمسایہ سلطنتیں حملے کرنے لگیں ۔ یہاں تک کہ ان کی چیرہ دستی کے سبب سے بہت سے مصری تباہ اور برباد ہوگئے اور اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے ۔ آخر میں منفتاح ثانی کے زمانہ میں فینقیہ کے ایک اسیر اریزد نامی نے مصر پر تغلب حاصل کر لیا ۔

(۲۰) رعمسیسی

(مدت حکومت ۱۷۸ سال ۔ عدد ملوک ۱۳)

اریزد کے غلبہ کے بعد رعمسیس اکبر کی اولاد میں سے ایک شخص ستیخشت نامی اٹھا جس نے اہل حمیت مصریوں کی ایک جماعت کو لے کر اس کو نکالا اور اپنا تسلط قائم کیا ۔ سوائے اس پہلے بادشاہ کے اس خاندان کے جملہ بادشاہوں کا لقب رعمسیس رہا ۔ ستیخشت کے بعد رعمسیس ثالث ہوا ۔ جس نے مصر کے اندرونی انتظامات درست کیے ۔ پھر ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے فتح حاصل کی ۔ اور لیبیا پر بھی قابض ہوا جنگ سے واپسی پر اس کے بھائی ارماس نے جو غیر حاضری میں اس کا قائم مقام رہا تھا ۔ اس کی دعوت کا سامان کیا ۔ جب وہ معہ اپنی بیوی کے قصر شاہی میں بیٹھا تو ارماس نے اس میں آگ لگوادی تاکہ وہ جل جائے اور بادشاہت مجھے ملے لیکن وہ بچ گیا اور اس نے ارماس اور اس کے ساتھیوں کو جو اس سازش میں شریک تھے واجبی سزادی۔

آلو کی عظیم الشان سرائے اسی کی تعمیر کردہ ہے جس کی دیواروں پر اس کے حرب و فتوحات کی تصاویر بنی ہوئی ہیں ۔ لقصر کے ہیکل کی مرمت بھی اسی نے کرائی تھی ۔ ۳۳ سال سلطنت کی اس کا تابوت فرانسیسی لے گئے جو پیرس کے عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے رعمسیس رابع کے تخت نشین ہوتے ہی ایشیائے کوچک والوں نے علم بغاوت بلند کیا ۔ بہزار مشکل اس نے یہ بغاوت فرو کی اور اس کی یادگار ایک پتھر پر منقوش کرائی ۔ جس پر اپنے معبود اوزوریس کی بہت مدح لکھی ۔ کرنک کے معبدوں کے ستونوں اور دیواروں پر جو نقوش ہیں وہ بھی اسی کے بنوائے ہوئے ہیں ۔

پانچواں رعمسیس شاہی خاندان سے نہ تھا بلکہ غاصبانہ قابض ہو گیا تھا اسی وجہ سے رعمسیس سادس نے اس کے تمام کے تمام آثار محو کرا دیے۔ ییبان کے قدیم شاہی گورستان کی دیواروں پر عجیب و غریب نقوش اور اشکال جو وقائع فلکی اور امور اعتقادی کے مرموز اشارات ہیں۔ رعمسیس سادس ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔۔ رعمسیس ہفتم، ہشتم، نہم اور دہم چاروں کے کچھ حالات نہیں ملے بجز اس کے کہ ان کے زمانوں میں مصر برابر روبہ تنزل رہا۔

رعمسیس یازدہم نے اس کی شوکت پھر بڑھائی۔ خونسو کے ہیکل پر اس کا جو کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شام اور نوبیا کو اس نے فتح کر لیا تھا۔ رعمسیس دوازدہم نے بلاد حبشہ تک قبضہ بڑھایا۔ طیبہ کے ہیکل کی چھوٹی چھوٹی مورتیں اسی کے عہد میں رکھی گئی تھیں۔ رعمسیس سیزدہم کم حوصلہ اور خانہ نشین تھا۔ اس کے عہد میں حرحور نے جو آمون کے معبد کے کاہنوں کا سرغنہ تھا۔ مصر پر اپنا تسلط قائم کر لیا۔

(۲۱) کہنہ

(مدت حکومت ۱۳۰ سال۔ عدد ملوک ۷)

حرحور نے تخت پر قبضہ کرتے ہی رعمسیس خاندان کے جملہ افراد کو ملک بدر کر دیا۔ اہل مصر کو رنج ہوا۔ مگر اس کے رعب کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے۔ لیکن اس کے بعد جب بسنتی کاہن اس کا جانشین ہوا تو ملک میں فتنہ برپا ہوا۔ جس کو وہ اپنی زندگی بھر رفع نہ کر سکا۔ اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا بینوزم تخت پر آیا۔ اس وقت شورش اور بڑھ گئی۔ بینوزم نے اپنے بیٹے منخیررع کو ایک فوج گراں دے کر طیبہ کی طرف روانہ کیا کہ بغاوت کو فرو کرے۔ وہ خود وہاں کا مستقل رئیس بن بیٹھا۔ اسی زمانہ میں مصر کے بالائی حصہ میں ایک شخص سمندس نامی نے جداگانہ حکومت قائم کر لی جس سے ابتری دن بدن بڑھتی گئی اور بالائی اور نشیبی دونوں حصوں کی سلطنتیں سالہا سال تک ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں۔ اس خلفشار کو دیکھ کر اشور کے بادشاہ نمرود نے فوج کشی کر دی۔ اور کل مصر پر قبضہ کر لیا۔ وہیں اس نے وفات پائی اور عرابہ میں مدفون ہوا۔ اس کے بیٹے نے شہر بسطہ کو پایہ تخت قرار دیا۔ اور وہیں معہ فوجوں کے سکونت گزیں ہوا۔ مصر میں بابل و اشور کی تہذیب اسی خاندان کے ذریعے سے پہنچی۔

(۲۲) بسطی نمرودی

(مدت حکومت ۱۷۰ سال۔ عدد ملوک ۹)

۱۔ ششنق اول	۲۱	۲۔ اوسورکوں اول	۱۵
۳۔ تاکلوت اول	--	۴۔ اوسورکوں ثانی	--
۵۔ ششنق ثانی	--	۶۔ تاکلوت ثانی	۱۳
۷۔ ششنق ثالث	--	۸۔ بیمائی میاموں	--
۹۔ ششنق رابع	--		

ششنق اول پسر نمرود جس کو توریت میں شیشاق کہا ہے بڑا جابر اور قاہر تھا۔ عرابہ میں جب اپنے باپ کی قبر کی زیارت کو گیا اور وہاں دیکھا کہ خدام نے اس کے مدفن کا مال و متاع لے لیا ہے تو ایک طرف سے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور مصر میں سخت قوانین

جاری کئے ۔ حضرت سلیمانؑ کے انتقال کے پانچویں سال فلسطین پر چڑھائی کی اور بیت المقدس کو فتح کر کے مسجد اقصیٰ کے سارے خزانے اور سامان لوٹ لئے ۔ سلیمانی طلائی زرہیں قصر شاہی سے نکلوالیں ۔ پھر بنی اسرائیل کے شہروں پر فوجیں بھیجیں ۔ انہوں نے بدون جنگ اطاعت اختیار کر لی ۔ ان فتوحات کے بعد مصر میں آکر کرنک کے ہیکل کی چار دیواری پر اپنی مورت بنوائی ۔ سر پر شاہی تاج ہاتھ میں مصری تلوار ۔ اور سامنے حضرت سلیمان کے بیٹے رحبعام کی تصویر جن کی گردن میں رسی پڑی ہوئی تھی ۔ ششنق رابع کے زمانہ میں مصر میں طوائف الملوکی پھیلی گئی اور چھوٹی چھوٹی متعدد ریاستیں قائم ہو گئیں ۔ آخر میں بنو باستیس نامی ایک رئیس نے اپنی قوت بڑھا کر سارے ملک پر قبضہ کر لیا ۔

(۲۳) تانیسی

(مدت حکومت ۸۹ سال ۔ عدد ملوک ۴)

۱۔ بنو باستیس	۴۰	۲۔ او سور خو	۹
۳۔ بساموت	۱۰	۴۔ زت	۳۰

زت کے زمانہ میں مصر کی قوت اس قدر کمزور ہو گئی کہ ایک مجہول النسب شخص تفخت بادشاہ بن بیٹھا ۔

(۲۴) صاوی

(مدت حکومت ۔۔۔ عدد ملوک ۵)

۱۔ تفخت	--	۲۔ بوخوریس (باکوریس) ورح کارع	۷
۳۔ استفیناتس	۷	۴۔ نخسو	۲
۵۔ ونکاؤ اول	۸		

اس خاندان کے ساتھ ملوک برقہ مسلسل جنگ کرتے رہے ۔ چنانچہ بوخوریس کو انہوں نے زندہ آگ میں جلا دیا تھا ۔ آخر سباقون بادشاہ برقہ نے ونکاؤ اول پر غلبہ حاصل کر کے مصر کی سلطنت لے لی ۔

(۲۵) اثیوپی (ملوک برقہ)

(مدت حکومت ۵۳ سال عدد ملوک ۵)

۱۔ سباقون (شباکا)	۱۲	۲۔ سبیقوں (شاباتاق)	۱۲
۳۔ طہراق	۲۵	۴۔ اور وامین	۱
۵۔ نوات میامون	۳		

سباقون نے مصر پر قبضہ کرتے ہی نہروں اور پلوں کو درست کرایا ۔ ہیکلوں اور معبدوں کی مرمتیں کیں ۔ سزائے قتل کو قید بامشقت میں تبدیل کر دیا ۔ اس وجہ سے اہل مصر اس سے خوش ہو گئے ۔ اور محبت کرنے لگے ۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے اشور

پر فوج کشی کی تیاری کی ۔ فلسطین کے حکمراں حانون اسرائیلوں کے سردار ہوشع اور یہوذا کے رئیس حزقیا کو بھی مخفی طور پر لپنے ساتھ متفق کرلیا ۔ لیکن اس کی اطلاع اشور کے بادشاہ سلامنصر کو ہو گئی ۔ اس نے چالاکی سے حانون کو قید کر لیا جس سے ان لوگوں کے منصوبے پورے نہ ہوسکے ۔ جب اطمینان ہو گیا تو چھوڑ دیا ۔

سلامنصر کی موت کے بعد اس کے بیٹے سرجون کے تخت نشین ہوتے ہی ان لوگوں نے پھر اتفاق کرکے اشور پر چڑھائی کر دی مگر شکست کھائی ۔ حانون گرفتار ہو گیا اور سباقون بھاگ کر مصر پہنچا ۔ وہاں اس ہزیمت سے اس کی ایسی ہوا خیزی ہو چکی تھی کہ مصریوں نے اطاعت سے انحراف کیا اور مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے جس کی وجہ سے اس کو برقہ جانا پڑا ۔ اہل مصر نے چوبیسویں خاندان کے بادشاہ استفیناتس کو تخت پر بٹھایا ۔ اس نے شاہ اشور کی خدمت میں تحف و ہدایا بھیجے اور خوشخبری لکھی کہ ہم نے سباقون کو اس ملک سے نکال دیا ۔

سباقون کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے سبکوتو نے ایک جرار لشکر ترتیب دے کر مصر پر چڑھائی کی اور فتح کرلیا ۔ بارہ سال حکومت کرنے کے بعد اسی کے ایک ہم قوم طہراق نامی نے اس کو قتل کرکے تخت پر قبضہ کرلیا ۔

اشور کے بادشاہ اشور اخی الدین نے طہراق پر فوج کشی کی اور مصر کو فتح کرکے منف اور طیبہ کے ہیکلوں اور عبادت خانوں کو لوٹ لیا اور وہ سارا ذخیرہ لپنے ملک میں بھیجدیا ۔ طہراق بھاگ گیا ۔ شاہ اشور نے جملہ عمال مصر کو بحال رکھا اور اپنا ایک نائب نخاؤ نامی چھوڑ کر نینوائے کو واپس چلا آیا ۔ طہراق پھر ایک جمعیت لے کر پہنچا اور نخاؤ کو نکال کر مصر پر قابض ہو گیا ۔ اشور اخی الدین واپسی کے بعد ایک مزمن مرض میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ اس لئے لپنے آپ کو مجبور پا کر لپنے بیٹے اشور بانیبال کو بادشاہ بنا دیا ۔ اس نے مصر پہنچ کر طہراق کو شکست دی اور ایک نائب چھوڑ کر نینوائے واپس آیا ۔ طہراق نے پھر قبضہ کرلیا ۔ اشور بانیبال نے دوبارہ جاکر اس کو نکالا ۔ اور ان مصری امراء کو بھی سزائیں دیں جو اس کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے ۔ لیکن اس سے کچھ نفع نہ ہوا ۔ کیونکہ جوں ہی وہ لپنے ملک کو واپس ہوا طہراق پھر تخت پر آگیا ۔ اس کے بعد اشوری فوجیں جاتی رہیں اور سلسلہ وار جنگ ہوتی رہی ۔

طہراق کے بعد اس کا جانشین اور وارث ہوا ۔ جو اس کا داماد تھا ۔ اشوری اس کے ساتھ بھی لڑتے رہے ۔ مجبور ہو کر وہ برقہ بھاگ گیا اور اندرونی اختلاف کی وجہ سے اشوریوں نے بھی اپنی فوجیں مصر سے واپس بلالیں ۔ میدان خالی پا کر برقہ کے ایک رئیس نوات میامون نے مصر پر قبضہ کرلیا ۔ جو تین سال کے بعد مر گیا ۔ اس وقت مصریوں نے تمام اہل برقہ کو نکال دیا ۔ اب طوائف الملوکی کا دور ہوا اور چھوٹی چھوٹی بارہ ریاستیں قائم ہو گئیں ۔ ان میں سے ایک رئیس بسامتیک نے یونانی بحری غارت گروں کو لپنے ساتھ ملا کر ان کی مدد سے سارے مصر پر اپنی بادشاہت قائم کرلی ۔ شہر صاکو پائتخت قرار دیا ۔

(۲۶) ضادی

(مدت حکومت ۱۳۸ سال عدد ملوک ۶)

۱۔ بسامتیک اول	۵۴	۲۔ نکاؤ ثانی	۱۷
۳۔ بسامتیک ثانی	۵	۴۔ وح ابرع (ابریمیس	--
۵۔ احمس (امازیس ثانی)	۴۴	۶۔ بسامتیک ثالث	--

بسامتیک کو چونکہ یونانیوں کی مدد سے سلطنت حاصل ہوئی تھی اس لئے ان کے ساتھ خاص رعایت ملحوظ رکھی ۔ سواحل بحر کی طرف بسنے کے لئے ان کو زمین عطا کی ۔ فوج میں بھرتی کیا اور بڑے بڑے مناصب دیے ۔ ان یونانیوں نے اپنی اولاد کو مصر میں تعلیم

دلوانی شروع کی ۔ زمانہ مابعد میں سولن ۔ فیثاغورس ، افلاطون ، اور ادوکس وغیرہ بہت سے یونانی مشاہیر انہیں مصری درسگاہوں سے نکلے جو مصری علوم اور ان کے اصنام کو مع ان کے ناموں کے یونان میں لے گئے ۔

اہل مصر ان یونانیوں سے جو ان کے ملک میں اجنبی تھے سخت ناراض تھے ۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ اس معاملہ میں ان کی کچھ نہیں سنتا تو غصہ سے تقریباً ڈھائی لاکھ مصری سپاہی اپنے گھر بار اور اہل و عیال کو چھوڑ کر برقہ کی طرف ہجرت کر گئے ۔ وہاں کے بادشاہ نے ان کو عزت کے ساتھ لیا اور بسنے کے لئے زمین دی ۔ ان کے چلے جانے سے مصر ملکی افواج سے خالی ہو گیا اور صرف غیر ملکی یونانی سپاہی وہاں رہ گئے ۔ اب بساتیک نے اپنی غلطی محسوس کی اور اس کو بہت قلق ہوا ۔ اس کے بیٹے نکاؤ کے عہد میں بحری بیڑہ میں اضافہ کیا گیا ۔ اس نے شام پر حملہ کر کے یہوذا کے رئیس یوشیا کو قتل کیا ۔ والی اشور بخت نصر کو جب حملہ کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً پہنچ کر اس کو شکست دی جس کی وجہ سے وہ بھاگ کر مصر واپس آگیا ۔ انیسویں خاندان کے بادشاہ سیتی اول نے دریائے نیل کو قلزم سے ملانے کا کام جو نامکمل چھوڑا تھا اس کو نکاؤ نے پورا کیا ۔ اور مقام بسطہ کے جنوب میں نیل سے ایک نہر کاٹ کر قلزم میں لا کر گرادی ۔

وح ایرع نے اپنے عہد میں بخت نصر کو شکست دی ۔ اس سے اس کے دل میں تکبر پیدا ہو گیا ۔ اہل مصر اس کی وجہ سے اس سے بیزار ہو گئے ۔ اسی درمیان میں لیبیا اور یونان میں جنگ شروع ہوئی اہل لیبیا نے اس سے امداد چاہی ۔ اس نے یونانی فوج کو یونانیوں کے مقابلہ میں بھیجنا مصلحت کے خلاف کجھا ۔ اس لئے مصری فوج کو جانے کا حکم دیا ۔ انہوں نے یہ خیال کر کے کہ یہ ازراہ تحقیر ہم کو ہلاکت کے لئے بھیجتا ہے جانے سے انکار کیا اور بغاوت کر دی ۔ وح ایرع نے ان کو سمجھانے کے لئے ایک معتمد احمس کو بھیجا ۔ فوج نے اسی کو بادشاہ بنا لیا ۔ جس پر وہ بھی راضی ہو گیا ۔ ان کو ساتھ لے کر قصر شاہی پر حملہ کیا ۔ یونانی فوج نے مدافعت کی جس کی تعداد تیس ہزار تھی مگر شکست کھائی ۔ وح ایرع گرفتار ہوا ۔ احمس اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہتا تھا مگر فوج نے زندہ نہ چھوڑا ۔

احمس نے اپنی دانائی اور حسن سیاست سے اندرونی انتظام ایسا درست کیا کہ ملک خوشحال ہو گیا ۔ اس نے پرانے شاہی خاندان میں بساتیک اول کی پوتی سے شادی کی ۔ نیز یونانیوں کی دل دہی کے لئے ان کے رئیس ارکیزیلاوس کی بیٹی سے بھی ۔ اور دونوں فریقوں کو خوش رکھا ۔ اس کا بیٹا بساتیک ثالث جو بساتیک اول کی پوتی کے شکم سے تھا ۔ چھ مہینے تخت پر بیٹھا تھا کہ ایرانی بادشاہ قمبیز نے مصر پر چڑھائی کی فریقین کا مقابلہ فرما میں ہوا ۔ قمبیز نے چالاکی سے فوج کے آگے ان حیوانات کو رکھا تھا جن کو اہل مصر مقدس مانتے تھے ۔ اس وجہ سے مصری تیر وغیرہ نہ چلا سکے صرف یونانیوں نے مقابلہ کیا مگر وہ بہت جلد شکست کھا گئے ۔ بساتیک گرفتار ہو کر قتل کیا گیا ۔

(۲۷) فارسی

(مدت حکومت ۱۲۹ سال ۔ عدد ملوک ۷)

۱۔ قمبیز	۵	۲۔ دارا اول	۳۶
۳۔ شیارشن اول	۳۱	۴۔ ارتخشارشا اول	۳۸
۵۔ شیارش ثانی	ایک ماہ پندرہ روز	۶۔ سوغدیانوس	۶ ماہ
۷۔ دارا ثانی	۱۹ سال		

قمبیز بہمن پسر اسفند یار ہے جس نے ایرانی مورخوں کے بیان کے مطابق ہفت اقلیم کو مسخر کر ڈالا تھا ۔ ابو الفداء نے اسی کو کورش قرار دیا ہے ۔ جس کا ذکر توریت میں ہے لیکن اکثر مورخ کورش اسفند یار کو لکھتے ہیں ۔ اور یہی قرین قیاس ہے ۔ کیونکہ قمبیز کا زمانہ کورش کے بعد پڑتا ہے ۔

ملوک کی یہ فہرست جو ہم نے مصری تاریخوں سے نقل کی ہے تمام ایرانی تاریخوں کے خلاف ہے ۔ حمزہ اصفہانی اور دوسرے معتبر مورخین بجم لکھتے ہیں کہ بہمن کی جانشین اس کی بیٹی ہمائے چہرہ زاد ہوئی جو اس کی بیوی بھی تھی اور بر وقت اس کی وفات کے باردار بھی تھی ۔ اس کے شکم سے دارا اول جس کو داریوش اعظم کہتے ہیں پیدا ہوا ۔ اور تیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا اس کا بیٹا دارا ثانی تھا جس کے عہد میں سکندر مقدونی نے ایران فتح کر لیا ۔ اسکے مطابق بہمن کا عہد ۱۲۰ سال تھا ۔ ہمائے چہرہ زاد ۳۰ دارے اول کا ۱۲۔اور دارا ثانی کا ۱۹ سال ۔ در حقیقت اس موقع پر مصری مورخوں نے ایرانی بادشاہوں اور ان کے بابل کے نائبوں کے ناموں کو جو مصر کے ہم سرحد تھے باہم مخلوط کر دیا ہے ۔

قمبیز نے جب مصر کو فتح کر لیا تو اس کے رعب و شوکت کو دیکھ کر لیبیا والوں نے بھی بلا جنگ اطاعت قبول کر لی ۔ اب قمبیز نے ایک بحری فوج قرطاجنہ (تونس) فتح کرنے کے لئے روانہ کی جس میں فینیقی سپاہی تھے ۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر بوجہ قرابتوں اور رشتہ داریوں کے ان کے ساتھ لڑنا پسند نہ کیا ۔ دوسری فوج جس کی تعداد پچاس ہزار تھی داح سیوہ (داحہ آموں) کی طرف بھیجی ۔ اور ان کو حکم دیا کہ جا کر مشتری کا ہیکل منہدم کر دیں ۔ یہ لوگ بھول کر صحارے میں پڑ گئے ۔ وہاں کے باد سموم سے بچنے کے لے بحر رمل کی طرف بھاگے جس میں سب کے سب غرق ہو گئے ۔ تیسری فوج خود لے کر برقہ پر چڑھائی کی ۔ لیکن راستہ نہ ملا اور بے آب و گیاہ ریگستانوں میں جا پڑے ۔ جہاں سب کے سب تباہ ہو گئے ۔ صرف قمبیز ایک مختصر جماعت کے ساتھ مشکل سے جانبر ہو سکا ۔

ان پیہم ناکامیوں کا اس کے اوپر یہ اثر پڑا کہ جہاں وہ عادل ۔ مدبر اور فرزانہ تھا ۔ وہاں ظالم مغلوب الغضب اور بدتدبیر ہو گیا ۔ مصریوں کے دیوتاؤں کی اہانت کی ۔ ان کے قدیم گورستانوں کے ذخائر لوٹ لئے ۔ مجوسیوں کو زندہ گڑوانے لگا ۔ اپنے وزیر فرساسپ کو ایران میں بھیج کر اپنے بھائی سمردیس کو قتل کرا دیا ۔ اپنی بہن کو جو اس کی بیوی بھی تھی جان سے مار ڈالا ۔ اور اسی قسم کی دیگر حرکات اس سے سرزد ہونے لگیں ۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دماغ مختل ہو گیا ۔

اس کے بعد دارا اول تخت نشین ہوا ۔ اس نے مصریوں کی دل جوئی کی اور ان کے معبودوں اور عبادت خانوں کی جن کو قمبیز نے نقصان پہنچایا تھا ۔ مرمت کرائی جب فتاح کے معبد میں داخل ہوا تو رعمسیس اکبر کے بت کی تعظیم کی اور کاہنوں سے کہا کہ میرا بھی ایک بت اس کے برابر نصب کر دو ۔ انہوں نے انکار کیا اور بولے کہ نہ تم نے اس قدر فتوحات کی ہیں نہ اس کے برابر تمہارا درجہ ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے میں آرزو رکھتا ہوں کہ اس کے رتبہ کو پہنچ جاؤں ۔

دارا اگرچہ عادل اور مہربان تھا لیکن اہل مصر اجنبی حکومت سے بیزار تھے ۔ چنانچہ بغاوت کر بیٹھے اور ایک شخص خبیش نامی کو بادشاہ بنا لیا ۔ دارا چاہتا تھا کہ دو لشکر تیار کرلے ۔ ایک کو مصر پر بھیجے ایک کو یونان پر ۔ لیکن اس کا انتقال ہو گیا ۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شیارش اول لشکر لے کر مصر کی طرف آیا ۔ خبیش مقابلہ نہ کر سکا اور بھاگ گیا ۔ پھر اس کا پتہ نہ چلا ۔ شیارش پست حوصلہ تھا اس کے زمانہ میں کردوں نے بغاوت کی یونانیوں نے ایرانی بیڑہ کو تباہ کر دیا ۔ اور یہ کچھ نہ کر سکا اس کے عہد میں ایرانی قوت کمزور ہو گئی ۔ جب ارتخشار شا تخت نشین ہوا اس وقت قدیم مصری شاہی خاندان کے ایک شخص ارمانوس نے اس کے مصری نائب اخمنیس کو قتل کر ڈالا اور خود اپنے سر پر تاج رکھا ۔ ایرانیوں نے آکر دوبارہ مصر فتح کیا ۔ شیارش ثانی کو صرف ۴۵ دن حکومت کرتے گزرے تھے کہ اس کے بیٹے سوغدیانوس نے اس کو قتل کر کے تخت حاصل کیا ۔ لیکن باپ کے قاتل کے دستور کے مطابق چھ مہینے کے بعد دارا ثانی کے ہاتھوں سے وہ بھی مارا گیا ۔ اس کے زمانہ میں ایران میں اختلال واقع ہو گیا ۔ اس وجہ سے مصریوں نے موقع پا کر اپنی حکومت قائم کر لی اور ایک سردار امیر تیس کو بادشاہ بنایا ۔

(۲۸) صاوی

اس خاندان میں صرف یہی ایک بادشاہ امیر تیس ہوا جو سات سال حکمراں رہا اس مدت میں اس نے مصر کے ان معبدوں اور معبودوں کی مرمت کرائی جو ایرانیوں کے عہد میں خراب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد نفرتیس متغلب ہو گیا۔

(۲۹) منڈیسی

(مدت حکومت ۲۱ سال۔ عدد ملوک ۴)

۱۔ نفرتیس اول	۶	۲۔ اخوریس	۱۳
۳۔ بساموتیس	۱	۴۔ نفرتیس ثانی	۴ ماہ

نفرتیس اول نے اسپارٹا کے بادشاہ کے ساتھ ایرانیوں سے جنگ کرنے کے لئے عہد نامہ کیا۔ اس نے فوجوں اور ساز و سامان سے بھری ہوئی کشتیاں روانہ کیں مگر ایرانیوں نے ان کو غرق کر دیا۔ اخوریس نے یونانی سپہ سالار خابرس کی ماتحتی میں ایک عظیم الشان فوج تیار کی۔ ایرانی لشکر مقابلہ کے لئے آیا۔ مگر ناکام واپس گیا۔ اس کے عہد میں مصری علوم و فنون بہت ترقی پر تھے۔ خود یونانیوں نے بھی وہاں درسگاہیں قائم کی تھیں۔ افلاطون وغیرہ حکماء یونان نے اسی زمانہ میں مصر آکر عین شمس منف اور طیبہ کے کاہنوں سے علوم حاصل کئے۔

(۳۰) سمنودی

(مدت حکومت ۳۸ سال۔ عدد ملوک ۳)

۱۔ نکتانیوس اول	۱۸	۲۔ تاخو	۲
۳۔ نکتانیوس ثانی	۱۸		

نکتانیوس اول کے زمانہ میں ایرانیوں نے پھر مصر پر حملہ کیا۔ لیکن مصری فوجوں نے جن کی قیادت کار آزمودہ یونانی سپہ داروں کے ہاتھوں میں تھی شکست دے کر ان کو پسپا کر دیا۔ اس بادشاہ کے کتبے کرنک اور خونسو کے ہیکلوں میں موجود ہیں۔

تاخو نے اٹھارہ ہزار مصریوں اور دس ہزار یونانیوں کا لشکر ترتیب دیا اور جنگی کشتیاں تیار کرا کے امیراتیون پر جو فینقیہ میں حکمراں تھا چڑھائی کی۔ اہل ملک نے اس جنگ کو غیر مفید سمجھ کر اس کو معزول کر دیا۔ اور نکتانیوس ثانی کو بادشاہ بنایا۔ اس کے زمانہ میں اوخوس شاہ ایران نے مصر کو فتح کر لیا۔

(۳۱) فارسی

(مدت حکومت ۸ سال۔ عدد ملوک ۳)

اوخوس ظالم و سفاک تھا کسی نے زہر دے کر اس کو مار ڈالا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ارسیس تخت پر آیا۔ دو سال حکمراں رہا اس کی جگہ دارا ثالث نے لی جو اس کا قریبی رشتہ دار تھا اس کے زمانہ میں سکندر کا ظہور ہوا جس نے شام اور مصر کو فتح کر لیا۔ یونانی ۳۳۲ ق م سے ۳۰ ق م تک قابض رہے۔ دو خاندان حکمراں ہوئے مقدونی اور بطلیموسی

(۳۲) مقدونی (۹ سال)

سکندر مقدونیہ کے فرماں روا فلپس کا بیٹا اور مشہور یونانی حکیم ارسطاطالیس کا شاگرد تھا ۔ باپ کے مرنے کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں تخت نشین ہوا ۔ ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے ایک فوج گراں لئے ہوئے در دانیال سے اتر کر پیش قدمی کی ۔ اناطولیہ میں درائے غرانیکوس پر مقابلہ ہوا ۔ سخت جنگ کے بعد ایرانیوں نے ہزیمت اٹھائی ۔ سکندر وہاں سے قبضہ کرتا ہوا مصر آیا ۔ یہاں ہر شے کو اس نے بدستور رہنے دیا ۔ نہ بندوبست ملکی میں کسی قسم کا تغیر کیا نہ معاملات دینی میں لپنے ایک مہندس دینو قراطس سے ساحل بحر پر ایک شہر تعمیر کرایا جس کا نام اسکندریہ رکھا ۔ اس کے بعد معبد آمون کی زیارت کو گیا ۔ اسی سفر میں طرابلس غرب پر بھی بلا جنگ کے قبضہ کر لیا ۔ جب واپس آیا تو مصر میں اقلیمونیدس کو اپنا نائب مقرر کر کے ایران کی طرف چلا ۔ دارا نے پوری قوت سے مقابلہ کیا لیکن دریائے فرات کے ساحل پر شکست کھائی اور لپنے امیروں کے ہاتھ سے مقتول ہوا ۔ سکندر نے ایران اور پھر ہندوستان فتح کیا ۔ واپسی میں بابل پر قبضہ کر کے چاہتا تھا کہ اسی کو اپنا پایہ تخت بنائے مگر موت نے مہلت نہ دی ۔ اس کا جثہ مصر میں لا کر اس کے تعمیر کردہ شہر میں دفن کیا گیا ۔

(۳۳) بطلیموسی (بطالسہ)

(مدت حکومت ۲۹۳ سال ۔ عدد ملوک ۱۴)

۱۔ بطلیموس اول (سوتر)	۳۹	۲۔ بطلیموس دوم (فیلادلفوس)	۴۰
۳۔ بطلیموس سوم (افرجیت اول)	۲۵	۴۔ بطلیموس چہارم (فیلوباطور)	۱۷
۵۔ بطلیموس پنجم (ابیفان)	۲۴	۶۔ بطلیموس ششم (فیلو ماتر)	۳۵
۷۔ بطلیموس ہفتم (افرجیت ثانی)	۲۹	۸۔ بطلیموس ہشتم (سوتر ثانی)	۱۷
۹۔ بطلیموس نہم	----	۱۰۔ بطلیموس دہم (سکندر ثانی)	۸
۱۱۔ بطلیموس یازدہم (اولتیس)	۲۹	۱۲۔ بطلیموس دوازدہم (ولونیوس)	۵
۱۳۔ بطلیموس سیزدہم	۲	۱۴۔ ملکہ قیلیو بطرا	۲۲

بطلیموس اول سکندر کی طرف سے بابل میں نائب تھا ۔ سکندر کی موت کے بعد جب مقدونیہ کی قوت خانگی نزاعوں سے مضمحل ہو گئی اس وقت اس نے مصر میں آکر بالاستقلال اپنی حکومت قائم کرلی ۔ اور اسکندریہ کو پایہ تخت بنایا ۔ پھر تونس اور مصری سرحد کے متصل بلاد عربیہ نیز جزیرہ قبرص اور جزائر بحرابیض پر قابض ہوا ۔ اسکندریہ میں جہازوں کی رہنمائی کے لئے ایک عظیم الشان منارہ تعمیر کرایا ۔ اور ایک مدرسہ اور کتب خانہ بھی قائم کیا ۔ چنانچہ تھوڑے دنوں میں یہ شہر علوم و معارف اور ثروت و تجارت میں نامور ہو گیا ۔

بطلیموس ثانی نے جو بطلیموس اول کا بیٹا تھا ۔ لپنے عہد میں توریت کا ترجمہ عبرانی سے یونانی میں کرایا جس کے لئے ستر یہودی علماء جمع کئے گئے تھے ۔ اسی کے حکم سے مانیتو کاہن نے مصر کی تاریخ لکھی تھی ۔ اس نے نہر سویز کی بھی تجدید و ترمیم کی ۔ بطلیموس سوم نے نوبیا کو فتح کیا ۔ پھر شام پر قبضہ کرتا ہوا دریائے فرات سے بھی آگے بڑھ گیا ۔ اور ایرانیوں سے وہ تمام ذخیرے جو مصر کے ہیکلوں اور معبدوں سے قمبیز کے زمانہ میں گئے تھے ۔ واپس لایا اور ان کے مجاوروں کے حوالہ کر دیا ۔ اس کے بیٹے بطلیموس چہارم نے اوفو کا ہیکل جو لقصر اور اصوان کے درمیان واقع ہے تعمیر کرایا ۔ یہ ظالم اور عیش پرست تھا ۔ اس کا بیٹا بطلیموس پنجم بھی لہو و لعب اور عیش و عشرت میں رہا ۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا کم سن لڑکا بطلیموس ششم تخت نشین ہوا ۔ اس کی ماں اس کی طرف سے

سلطنت کا کام کرتی تھی ۔ اسی زمانہ میں شامیوں نے آکر مصر پر تسلط کر لیا مگر چوتھے سال نکال دیے گئے ۔

بطلیموس ہفتم ظالم اور بے تدبیر تھا ۔ لیکن علم کا ذوق رکھتا تھا ۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اس نے ۲۴ کتابیں تصنیف کی تھیں جن میں سے بیشتر علم الحیوانات میں تھیں ۔ دسویں بطلیموس کے بعد اس خاندان میں کوئی شخص حکومت کے قابل نہ رہا اس وجہ سے یونانیوں نے اپنی قوم کے ایک امیر اولتیس کو بادشاہ بنالیا یہ شخص موسیقی کا عاشق تھا اور سلطنت کے مہمات سے غافل ۔ اس کے عہد میں حکومت میں اضطراب رہا ۔ بارھویں بطلیموس کی بیوی اس کی بہن قیلیو بطرا تھی ۔ جو چاہتی تھی کہ حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے ۔ وزراء نے اس کو مصر سے نکال دیا ۔ وہ شام میں چلی گئی ۔ جولیوس قیصر نے اس کی مدد کی اور مصر کو فتح کر کے اس کے بھائی کو دریائے نیل میں غرق کرادیا۔

قیلیو بطرا نے اب اپنے دوسرے بھائی بطلیموس سیزدہم کے ساتھ شادی کی ۔ مگر اس کو چھوڑ کر پھر قیصر مذکور کے پاس چلی گئی وہاں سے دو سال کے بعد واپس آکر اس کو بھی زہر دے کر مار ڈالا ۔ اور خود حکمراں ہو گئی ۔ اس زمانہ میں دو رومی امیر انتونیوس اور اوکتافیوس ۔ بروٹس کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے ۔ قیلیو بطرا نے بروٹس کی بحری بیڑہ سے مدد کی ۔ اس سے پہلے اس کے شکم سے ایک بچہ پیدا ہو چکا تھا ۔ جس کا نام اس کے باپ قیصر کی نسبت سے قیصرون رکھا گیا تھا ۔ اور اسی کے نام سے یہ حکومت کرتی تھی ۔ اس وجہ سے انتونیوس نے اس کو بروٹس کی امداد کا مجرم گردان کر محاکمہ کے لئے طرسوس میں طلب کیا ۔

یہ ملکہ حسین اور عیار تھی ۔ آراستہ و پیراستہ ہو کر ایسی زیب و زینت سے وہاں پہنچی کہ انتونیوس فریفتہ ہو گیا ۔ اور جو کچھ اس نے چاہا وہی لکھ دیا ۔ پھر اس کے ساتھ شادی کر لی اور مصر چلا آیا ۔ اور اپنی پہلی بیوی کو جو اس کے شریک کار اکتافیوس کی بیٹی تھی چھوڑ دیا ۔ قیلیو بطرا کو قیصر کی بیوی اور قیصرون کی ماں ہونے کی وجہ سے شہنشاہ بیگم کا خطاب دیا ۔ اس نے اس پر بھی بس نہ کیا اور اپنا لقب ایزیس (جدید معبود) رکھا ۔ رومی مجلس نے واقعات سے اطلاع پا کر ۳۲ ق م میں مصر پر لشکر کشی کی اور اوکتافیوس کو بیڑہ دے کر روانہ کیا ۔ انتونیوس نے مقابلہ کے لئے پانچ سو جنگی جہاز تیار کئے ملکہ قیلیو بطرا بھی ۶۰ کشتیوں کا بیڑہ لے کر اس کے ساتھ گئی ۔ مگر اوکتافیوس کی قوت زبردست دیکھ کر مخفی طور پر اس کے ساتھ ساز باز کر لیا ۔ اور واپس چلی آئی ۔ انتونیوس نے جب اس کے جہازوں کو دیکھا کہ سمندر کی موجیں چیرتے ہوئے مصر کی سمت جارہے ہیں تو وہ بھی پیچھے پیچھے اسکندریہ میں آیا ۔ اس کا بیڑہ شکست کھا گیا ۔ ملکہ نے یہ سمجھ کر کہ اب وہ اس کی حمایت سے قاصر ہے اپنے آپ کو مخفی کر لیا اور خودکشی کی افواہ اڑا دی ۔ اس کشتہ عشق کو اب زندگی کا کیا لطف تھا ۔ اس نے بھی خودکشی کر ڈالی ۔ مرتے وقت اس فریب پر مطلع ہوا ۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا ۔

قیلیو بطرا نے اوکتافیوس کو بھی اپنے دام تزویر میں پھنسانا چاہا ۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکی ۔ آخر موت کا فرمان اس کو سنا دیا گیا جس میں اختیار دیا گیا تھا کہ وہ مرنے کے لئے جو صورت چاہے اختیار کرے ۔ اس نے غیر کے ہاتھوں قتل ہونے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے ہاتھ سے زہر کا پیالہ پی کر جان دیدے ۔ جس سے ۱۵ اگست ۳۰ ق م میں اس کا اور اس کے ساتھ مصر سے یونانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔

(۳۴) رومی

(مدت حکومت ۲۷۰ سال ق م سے ۶۴۰ء تک)

رومی فاتح اوکتافیوس نے جو قیصر اگسٹس کے لقب سے مشہور ہوا سکندر اعظم کی طرح اہل مصر کے دین رسوم اور امور حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں کیا اس کے عہد سے ملک مصر رومی سلطنت کا ایک صوبہ ہو گیا ۔ اور دربار روما کی طرف سے یہاں

کے والی مقرر ہونے لگے۔ ان میں سے جن کے نام معلوم ہو سکے ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ قوزنیلوس غالوس	----	۲۔ بطرنیوس	۸
۳۔ طیباریوس	۳۲	۴۔ غانیوس	۴
۵۔ قلیو دیوس	۱۴	۶۔ قاردن	14
۷۔ طیطلوس	۷	۸۔ دومطیانوس	۱۵
۹۔ اذریانوس	۲۱	۱۰۔ قومورد س	۱۳
۱۱۔ وقلطیانوس	۲۱		

قورنیلوس نے پہلے آکر مصری حکومت کا نظام درست کیا۔ اور رعایا کی رفاہیت کی کوشش کی لیکن بعد میں متکبر ہو گیا اور شاہانہ سطوت کے ساتھ مصریوں پر سختی کرنے لگا۔ اپنے بڑے بڑے بت ترشوا کر عام مناظر پر نصب کرائے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کسی سیاسی جرم پر دربار روما نے اس کو معزول کر دیا۔ جس کی وجہ سے اس نے خود کشی کر لی۔

بطرنیوس نے اگسٹس کے حکم سے بلاد عرب پر فوج کشی کی۔ اول اول تو کچھ فتوحات ہوئیں لیکن آخر میں عرب کو جو کسی کی حکومت برداشت نہیں کر سکتے متواتر تاخت و تاراج سے بہت نقصان اٹھا کر واپس آنا پڑا۔ اس کی غیبت میں موقع پا کر ادھر سوڈانیوں نے اپنے سردار قنداقہ کی بیعت میں مصر پر چڑھائی کر کے اسوان اور اس کے توابع پر قبضہ کر لیا تھا۔ بڑی مشکلوں سے ان کو نکالا۔

قیصر اگسٹس کے عہد حکومت کے تیسویں سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی جس کے ۱۴ سال بعد اس نے وفات پائی۔ طیباریوس نے اپنے زمانہ میں شام کا مشہور شہر طیباریہ آباد کرایا تھا۔ قلیو دیوس کے زمانہ میں نصرانیت کے مشہور داعی شمعون قید کئے گئے تھے۔ جو رہا ہونے پر انطاکیہ ہوتے ہوئے روما پہنچے۔ وہاں قیصر کی بیگم نے اس دین کو اختیار کر لیا۔ قاردن (نیرون) نے اپنے زمانہ میں بولس اور بطرس داعیان مسیحیت کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد طیطوس آیا۔ اس نے بیت المقدس پر چڑھائی کی اور یہودیوں کی ایک جماعت کو پکڑ کر قید کیا اور بیچ ڈالا۔ دومطیانوس نے بھی یہود پر سختیاں کیں۔ اذریانوس کے عہد میں حکیم بطلیموس تھا۔ جس نے کتاب مجسطی لکھی۔ اور قومورد س کا ہم عصر جالینوس تھا۔ اس کے زمانہ میں مصر میں کثرت کے ساتھ نصرانیت کی اشاعت ہوئی وقلطیانوس نے عیسائیت کا نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور بہت سے مصریوں کو ذبح کر ڈالا۔ چنانچہ اہل مصر نے اپنا سن قبطی انہیں شہداء کی یادگار میں اسی زمانہ سے مقرر کیا ہے۔ یہی مصر کا آخری بت پرست حاکم تھا اس کے بعد مسیحی دور شروع ہوا جس کے ولاۃ رومی نصاریٰ رہے۔

رومیوں نے اہل مصر کو حکومت میں بہت کم حصہ دیا تھا اور ان کی ہر چیز زمین باغ مویشی اثاث البیت۔ یہاں تک راستہ سے گزرنے والے زندوں اور قبرستان میں جانے والے مردوں پر بھی محصول لگایا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ محتاج ہو گئے۔ اور ان کی علمی، ادبی اور تاریخی شان مٹ گئی۔

اس کے علاوہ مصر میں دین مسیحی پہونچنے کے بعد جب باشندے اس کو اختیار کرنے لگے تو رومیوں نے جو اس وقت بت پرست تھے ان پر بہت سختیاں کیں۔ ۳۱۳ء میں قسطنطین اعظم نے اپنی تخت نشینی کے پہلے سال جب اس دین کو اختیار کر لیا اور اسی کو سلطنت کا مذہب قرار دیا تو اہل مصر کو کسی قدر پناہ ملی۔ لیکن ۳۰۸ء میں قیصر تھیو دوسیس نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی فرمان جاری کر دیا کہ سلطنت کے تمام باشندے عیسائی بنالئے جائیں اس حکم کی بنیاد پر مصری بت پرستوں کی عبادت گاہیں ڈھا دی گئیں۔ اور ان پر وہ مظالم کئے گئے جو ان سے پہلے مصری عیسائیوں پر بھی نہیں ہوئے تھے۔ اسی درمیان میں نصاریٰ میں تفرقہ واقع ہو گیا اور یعقوبی اور ملکی دو فرق ہو گئے۔

یعقوبیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح کے اندر الوہیت اور بشریت دونوں مجتمع ہوئیں ۔ پہلے وہ نفس لاہوتی تھے ۔ بعد میں ناسوتی ہوئے ۔ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر گئے ۔ ملکی کہتے تھے کہ ابن غیر مخلوق ہے وہ ازل سے باپ سے مولود اور اس کا جوہر اور نور ہے وہی اس انسان کے ساتھ جو مریم کے شکم سے پیدا ہوا متحد ہو کر ایک بن گیا ۔ جس کا نام مسیح رکھا گیا ۔ یہ اختلاف چونکہ جوہری اور خود حقیقت مسیح کے متعلق تھا اسی وجہ سے دونوں فرقوں میں سخت نزاع قائم ہوئی ۔ اس کے فیصلہ کے لئے قیصر مرقیانوس نے پاپائے روم کے مشورہ سے مقام خلقدونیہ میں مسیحی علماء کا مجمع کیا ۔ انہوں نے بحث و مناظرہ کے بعد یہ طے کیا کہ دیوسقورس اسکندریہ کا بطریق جو یعقوبی عقیدہ کا بانی ہے غلطی پر ہے ۔ لہٰذا اپنے منصب سے معزول کیا جائے اور ہر قسم کی کہنوتی خدمات اس سے نکال لی جائیں ۔ جو شخص اس کے عقیدہ کو اختیار کرے واجب القتل ہے ۔ اہل مصر تمام تر یعقوبی تھے اور رومی سب کے سب ملکی ۔ اس وجہ سے ان پر سختیاں کرنے لگے ۔ لیکن وہ مقابلہ کے لئے پختگی کے ساتھ آمادہ ہو گئے اور آخر کار بہت جھگڑوں کے بعد ایک یعقوبی بطریق کی کرسی انہوں نے قائم کر لی ۔ مگر رومی حکام بوجہ تعصب مذہبی کے برابر ان پر ظلم و ستم توڑتے رہے ۔ اس وجہ سے اہل مصر نہ صرف سیاسی بلکہ مذہبی حیثیت سے بھی رومیوں سے الگ اور ان کی حکومت سے سخت بیزار ہو گئے اور ان کی زبان رسم اور لباس وغیرہ ہر چیز کو چھوڑ دیا ۔ ۳۹۵ء میں رومی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ۔ مغربی حصہ کا پایہ تخت رومۃ الکبریٰ رہا اور مشرقی کا قسطنطنیہ قرار پایا۔ جس کے ماتحت شام و مصر تھے اس کی سرحدیں چونکہ ایران سے ملی ہوئی تھیں اس وجہ سے اکثر ان کے ساتھ لڑائیاں رہتی تھیں ۔

۶۱۰ء میں جب ہرقل قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھا تو اس کی غفلت اور عیش پرستی کو دیکھ کر ایرانیوں نے ۶۱۸ء میں چڑھائی کر دی ۔ اور شام اور فلسطین لیتے ہوئے مصر پر بڑھے ۔ رومی سپہ سالار نیکتیاس مقابلہ سے عاجز رہا ۔ اور مصر سے چلا گیا ۔ ایرانی وہاں قابض ہو گئے انہوں نے اہل مصر کے مذہب میں دست اندازی نہیں کی اور ان کو آزاد چھوڑ دیا ۔ اس وجہ سے اس مشرقی دولت کے سایہ میں ان کو امن نصیب ہوا ۔ اور انہوں نے اپنے ہر دلعزیز پیشوا بنیامین کو مصر کے بطریق کی کرسی پر لا کر بٹھایا ۔ جس کی تمام ملک میں خوشی منائی گئی ۔ لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی ۔ کیونکہ ہرقل نے خواب غفلت سے بیدار ہو کر ۶۲۲ء میں تیاری کر کے ایرانیوں پر حملہ کیا اور ان کو شام اور فلسطین سے نکال کر ۶۲۷ء میں مصر بھی واپس لے لیا ۔ اور جوش انتقام میں مصریوں پر سختیاں کیں ۔ بنیامین اس کے خوف سے وادی نطروں کی طرف بھاگ کر روپوش ہو گیا ۔ اس کا بھائی بنیا گرفتار ہوا اور رومیوں نے اس کو مجبور کیا کہ خلقدونی فیصلہ کو تسلیم کرے ۔ اس نے انکار کیا ۔ اس پر مشعل سے اس کے چہرہ کو یہاں تک جلایا کہ اس کی پیشانی سے زمین پر چربی ٹپکنے لگی ۔ مگر وہ اپنے قول پر قائم رہا ۔ رومیوں نے ایک ایک کر کے اس کے دانت اکھاڑے اس پر بھی وہ اپنے عقیدہ سے نہیں پھرا ۔ پھر اس کو ریت کے تھیلے میں ڈال کر ساحل پر لے گئے اور تین بار کہا کہ خلقدونی عقیدہ کو مان لے تو جان بخشی کر دی جائے گی ۔ جب اس نے نہیں مانا تو سمندر میں غرق کر دیا گیا ۔ اہل مصر ان سختیوں سے نالاں تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح رومی یہاں سے نکل جائیں ۔

ہرقل نے ایک قبطی نژاد رئیس مقوقس کو قسطنطنیہ میں اپنے پاس رکھ کر تربیت دیا تھا جو بخلاف اپنی قوم کے ملکی فرقہ کا تھا اور یعقوبیوں سے تعصب رکھتا تھا ۔ قیصر نے مصریوں کی مذہبی سیاست کے لئے اس کو وہاں کا والی بنا دیا ۔ کچھ دنوں کے بعد رومیوں کے مظالم دیکھ کر وہ بھی در پردہ یعقوبی اور اپنی قوم کا طرفدار ہو گیا ۔ جس کی وجہ سے اس میں اور رومی افواج کے امیر فیرس میں جو سخت متعصب ملکی تھا مخالفت ہو گئی ۔ اسی کے عہد میں ۶۲۹ء میں نامہ نبوی عظیم القبط کے نام حاطب بن ابی بلتعہ لے کر مصر گئے تھے وہ اسلام تو نہیں لایا ۔ مگر ایک خچر جس کا نام دلدل تھا اور دو لونڈیاں معہ دیگر تحف و ہدایا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھیجیں ان میں سے ایک ماریہ قبطیہ تھیں جن کے بطن سے آنحضرتؐ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے اس طرح ایک جدید رشتہ اہل مصر کا رسولؐ عربی کے ساتھ قائم ہو گیا ۔

عہد اسلامی

۱۸ھ مطابق ۶۳۹ء میں مصر پر اسلامی حملہ ہوا۔ اور دو سال کے اندر حضرت عمرو بن عاص نے مصر اور اس کے ساتھ برقہ اور طرابلس کو بھی فتح کر لیا اس وقت سے آج تک یہ ملک مسلمانوں کے زیر نگیں ہے۔ مورخین نے عہد اسلامی کو بارہ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ خلافت راشدہ	۱۸ھ سے ۴۱ھ تک	مطابق ۶۳۹ء سے ۶۶۱ء تک
۲۔ بنی امیہ	۱۳۲	۷۵۰
۳۔ عباسی بار اول	۲۵۷	۸۷۰
۴۔ طولونی	۲۹۲	۹۰۵
۵۔ عباسی بار دوم	۳۲۳	۹۳۴
۶۔ اخشیدی	۳۵۸	۹۶۹
۷۔ فاطمی	۵۶۷	۱۱۷۱
۸۔ ایوبی	۶۴۸	۱۲۵۰
۹۔ ممالیک بحری	۷۸۴	۱۳۸۲
۱۰۔ ممالیک چرکسی (برجی)	۹۲۳	۱۵۱۷
۱۱۔ عثمانی	۱۲۱۶	۱۸۰۱
۱۲۔ خدیوی (محمد علی)	۱۲۱۶	۱۸۰۱

خلافت راشدہ

۱۸ھ سے ۱۴۱ھ تک

عمرو بن عاصؓ

تاریخ الامت حصہ دوم میں ہم فتح مصر کی کیفیت مجملاً اور سیرت عمرو بن عاص میں مفصلاً لکھ چکے ہیں اس لئے اس موقع پر اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔

خلافت راشدہ میں اس کے سب سے پہلے والی خود فاتح مصر حضرت عمرو بن عاصؓ تھے ۔ انہوں نے مصر کا انتظام اسلامی عدل و انصاف کے اصول پر کیا۔ ہر قسم کے ظلم و ستم جو زمانہ سابق سے وہاں کی رعایا پر ہوتے تھے مٹا دیئے ۔ باشندوں کی دل جمعی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ فرمائی ۔ دینی امور میں ان کو پوری آزادی بخشی ۔ جان ۔ مال ۔ جائداد ۔ اولاد اور عزت و حرمت وغیرہ ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا۔ ان کے ہر دل عزیز پیشوا بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے ڈر سے مخفی تھا امان نامہ لکھوا کر بلوایا اور اسکندریہ میں بطریق کی کرسی عطا کی ۔ نیز اس نے کینسہ کے متعلق جو جو درخواستیں کیں ان کو منظور فرمایا۔ ملکی نظم و نسق کے لئے چن چن کر کارکن اور لائق لوگوں کو رکھا۔ مقدمات کے فیصلوں کے لئے جابجا قضاۃ مقرر کئے ۔ خراج کی تحصیل خود قبطیوں کے سپرد کی اور دفتر بھی انہی کی زبان میں رہنے دیا۔ ان کی نگاہ میں یعقوبی ۔ ملکی ۔ یہودی ۔ نصرانی ۔ مشرک اور ستارہ پرست سب یکساں تھے اور ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ رکھتے تھے جس کی وجہ سے اہل ملک ان کے احسان کے گرویدہ ہو گئے اور ان کے انصاف حسن سلوک اور مساوات کو دیکھ کر جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہوئے اور رفتہ رفتہ عربی اخلاق ۔ عربی لباس بلکہ عربی زبان اختیار کرنے لگے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ مابعد میں مصر اسلامی علوم اور تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا اور زوال بغداد کے بعد سے تو حضارۃ اسلامی کا علمبردار وہی ہے۔ عمرو بن عاص نے خلیفہ ثانی کے حکم سے شہر فسطاط کو آباد کر کے دارلامارہ قرار دیا اور ایک جامع بھی تعمیر کرائی جو آج تک ان کی یادگار ہے۔

نہر امیر المومنین

قبضہ مصر کے پہلے ہی سال عرب میں سخت قحط پڑا جو عام الرمادہ کے کے نام سے مشہور ہے اس لئے انہوں نے مصر سے عرب میں غلہ کی تجارت کے لئے ایک نہر دریائے نیل سے قلزم میں ملا دی ۔ یہ وہی نہر تھی جس کو سیتی اول (خاندان ۱۹) نے کھدوانا شروع کیا تھا اور نکاؤ (خاندان ۲۶) نے اس کی تکمیل کی تھی ۔ لیکن رومیوں کی غفلت سے خراب ہو گئی تھی ۔ عمرو بن عاص نے فسطاط کے کنارہ سے اس کو کھدوانا شروع کیا اور عین شمس اور وادی طمیلات سے لا کر شہر قلزم کے متصل بحیرہ میں گرا دیا۔ اس کا طول ۸۰ میل تھا اور صرف چھ مہینے میں تیار ہو گئی تھی ۔ پہلے ہی سال اس کے ذریعہ سے ساٹھ ہزار اردب غلہ مصر سے عرب میں آیا۔ اسی وقت

سے تجارتی کشتیاں مصر سے عرب میں آنے جانے لگیں۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد والیوں کی غفلت سے اس کی مرمت نہ ہوئی جس کی وجہ سے اس میں ریتا اٹ گیا۔ یہاں تک کہ بالکل بند ہو گئی اس کے نشانات کہیں کہیں باقی تھے۔ مگر ۱۸۹۷ء میں مصری حکومت نے ان کو بھی آٹنے کا حکم دے دیا۔

نہر سوئیز

عمرو بن عاص نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ بحیرہ روم و قلزم کو بھی ملا دیں۔ فرما کے متصل ان دونوں میں صرف ۷۰ میل کا فاصلہ رہ جاتا ہے وہیں سے نہر نکالنی چاہتے تھے۔ لیکن حضرت عمر نے اس خیال سے منع کر دیا کہ رومی اس کے ذریعہ سے عرب پر حملہ کرنے لگیں گے کیونکہ اس وقت بحری قوت عرب کے پاس نہ تھی اور وہ پانی میں رومیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

سرزمین مصر

عمرو بن عاص نے سرزمین مصر کی کیفیت کے متعلق دربار خلافت میں ایک تحریر بھیجی تھی جو اب تک علم و ادب میں مشہور ہے۔ فرانسیسی ادیب موسیو اوکتاف اوزان نے تو اس کو دنیا کی زبانوں میں بلاغت کا ایک حیرت انگیز نمونہ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ معمورہ عالم کے جملہ مدارس میں اس کو پڑھانا چاہئے تاکہ طلباء کو اشیاء کے حقائق بیان کرنے کا طریقہ معلوم ہو۔ گبن اور بٹلر نے بھی اپنی تاریخوں میں اس کے ترجمے درج کئے ہیں۔ یہ پورا خط النجوم الزاہرہ فی اخبار المصرو القاہرہ میں ثبت ہے۔ ہم اس کو اردو میں نقل کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت نہیں دکھائی جا سکتی صرف مفہوم کا اظہار ہو سکتا ہے۔

> مصر کی زمین سیر حاصل اور باردر درختوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اس کا طول ایک ماہ اور عرض دس روز کی مسافت ہے اس کے وسط میں سے وہ دریا گزرتا ہے جس کی خرام سحری فرخ فرجام اور روانی شام مبارک انجام ہے اس کے فیضان میں مہر و ماہ کی طرح کبھی زیادتی ہو جاتی ہے اور کبھی کمی۔
>
> جس وقت چڑھتا ہے اور اس کی موجیں سر اٹھاتی ہیں اسی وقت تمام نہریں اور چشمے لبالب ہو جاتے ہیں اور باشندوں کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بجز کشتیوں کے گزرنے کی کوئی سبیل نہیں رہتی پھر جب اس کا جوش پورا ہو جاتا ہے تو پلٹا کھاتا ہے اور تیزی کے ساتھ اتر کر اپنی حد پر آجاتا ہے اس وقت کاشتکار اس کے ساحلوں کے فراز اور دامنوں کے نشیب میں نکل پڑتے ہیں دانے بوتے ہیں اور خرمن کے آرزو مند ہوتے ہیں۔
>
> جب دانے جمے اور کھیتیاں اگیں اور نیچے زمین کی نمی اور اوپر بارش کی تری سے پرورش پا کر ان میں نشوونما اور بالیدگی ہوئی تو ہرے بھرے کھیت لہلہانے لگتے ہیں اور زمین کی دولت اس کے شکم سے اس کی پشت پر آجاتی ہے۔
>
> امیر المومنین! میں اس زمین کا کیا حال لکھوں۔ ابھی گوہر سپید ہے۔ ابھی عنبر سیاہ اور ابھی زمرد سبز۔ یہ قدرت الٰہی کے کرشمے ہیں جس نے اس میں یہ صلاحیت رکھ دی ہے اور باشندوں کی معیشت کے لئے اس کو ایسا بنا دیا ہے۔
>
> یہاں کا خراج پیداوار سے قبل وصول نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ضروری ہے کہ محاصل کا

کم سے کم ایک ثلث یہاں کی نہروں اور پلوں کی تعمیر و ترمیم یں صرف کیا جائے کیونکہ
اس سے آبادی بڑھے گی اور ملک کی آمدنی میں اضافہ ہو گا۔
حضرت عمرؓ اس کو پڑھ کر شگفتہ ہوگئے اور فرمایا کہ ابن عاص نے تو گویا مصر کی زمین میری آنکھوں کے سامنے رکھ دی۔

بندوبست اراضی

فراعنہ کے عہد میں مصر میں چہار سالہ بندوبست کا دستور تھا۔ تشخیص لگان کے لئے وہ چند سالوں کی پیداوار کا اوسط نکال لیتے تھے اور خراج نقد و جنس دونوں میں وصول کرتے تھے بلکہ ان محاصل کے علاوہ فوج کے اخراجات کے لئے کثیر مقدار میں غلہ بھی لیتے تھے لیکن مصر ایک ایسا ملک ہے جس کی زراعت کا مدار نیل کے فیضان پر ہے۔ اور اس میں اکثر تفاوت رہتا ہے جس سے پیداور میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے اس لئے وہاں ہر سال آب نیل کی کمی یا زیادتی کے مطابق خراج کی تعیین قرین انصاف تھی ۔ اس بنا پر انہوں نے خلیفہ سے استصواب کر کے ان کے حکم کے مطابق مقام حلوان پر مقیلس نیل بنوایا جو اب تک بھی باقی ہے۔ اسی پیمانے سے پیداوار کا اندازہ پوچھ کر انہیں سے لگان کا تخمینہ لیتے ۔ اسی حساب سے ہر جگہ کی تحصیل ہوتی جہاں جہاں کنیسے اور حمام ہوتے ان کے اخراجات نیز مسلمانوں کی ضیافت کے صرفے منہا کر دیئے جاتے ۔ کاشتکاروں ہی کی شرح لگان کی مقدار سے پیشہ وروں سے بھی خراج لیا جاتا۔ رومیوں کے عہد میں دوسرے محاصل جو رعایا سے وصول کئے جاتے تھے یک قلم موقوف کر دیئے گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہاجرہ کے قدیم رشتہ سے جو حضرت اسماعیلؑ اور عدنانی عربوں کی ماں تھیں مصریوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تھی اس وجہ سے بندوبست اراضی میں خصوصیت کے ساتھ نرمی برتی گئی اور شرح لگان کم سے کم رکھی گئی یعنی زیادہ سے زیادہ فی جریب ایک دینار یا تین اردب غلہ ۔ مسلمانوں نے آنحضرتؐ کے جدید رشتہ کا بھی لحاظ رکھا اور قریہ حفن کو جو توابع انصا میں ہے اور جہاں کی رہنے والی حضرت ماریہ قبطیہ سریہ رسول تھیں خراج سے بری کر دیا۔ اس سالانہ بندوبست کی وجہ سے ہر سال کی وصولی کی کوئی رقم متعین نہیں ہو سکتی تھی ۔ کیونکہ عدم پیداوار کی وجہ سے کبھی بھی بہت سے پرگنوں اور دیہاتوں کا خراج معاف کر دینا پڑتا تھا اس لئے رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی وصولی میں کمی ناگزیر تھی ۔ چنانچہ سال اول میں تمام ملک مصر سے ایک کروڑ ۲۰ لاکھ دینار وصول ہوئے بحالیکہ سال ماسبق مقوقس نے دو کروڑ دینار وصول کئے تھے۔

لیکن باوجود اس نرمی کے زمانہ مابعد میں کبھی اس قدر وصولی نہیں ہوئی صرف حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک سال عبداللہ بن سعد نے دو کڑور دینار وصول کئے تھے ۔ امیر معاویہؓ کے سلیقہ انتظام میں کس کو شک ہے مگر ان کے زمانہ میں بھی تحصیل ۹۰ لاکھ سے نہیں بڑھی ۔ ان کے بعد بنی امیہ اور بنی عباس تو چالیس بلکہ تیس ہی لاکھ وصول کرتے رہے ۔ خلفائے فاطمیہ نے اپنے عہد میں شرح لگان بھی بہ نسبت سابق کے دگنی کر دی تھی مگر پھر بھی ۳۴ لاکھ سے زائد نہ وصول کر سکے۔

عبداللہ بن سعد

۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے ۔ انہوں نے عبداللہ بن سعدؓ اپنے رضاعی بھائی کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا اور عمرو بن عاص کو بدستور والی مصر رہنے دیا۔ اسی درمیان میں اسکندریہ کے رومی جن کی تعداد ڈھائی لاکھ تھی اور جو مسلمانوں سے عہد نامہ کر چکے تھے قیصر کے اشارہ اور بعض قبطی رئیسوں کے مشورہ سے بغاوت پر آمادہ ہوئے ۔قیصر قسطنطین پسر ہرقل نے قسطنطنیہ سے ایک عظیم الشان جنگی بیڑہ ان کی امداد کے لئے بھیجا۔ جس کا امیر منویل خصی تھا۔ یہ ساری جمعیت اسکندریہ سے نکل کر آگے بڑھی ۔ عمرو بن عاص خبر پاتے ہی روانہ ہوئے ۔ مقام نقیوس میں مقابلہ ہوا۔ بر و بحر دونوں میں جنگ ہوئی ۔ رومیوں نے شکست کھائی ۔ عمرو بن عاص نے تعاقب کیا اور سرعت کے ساتھ پہنچ کر اسکندریہ میں گھس گئے وہاں کشتوں کے پشتے لگا دیئے ۔ منویل بھی مارا گیا اور رومی

مغلوب ہو گئے حضرت عثمان نے چاہا کہ انہیں کو امیر حرب مقرر کریں اور ابن سعد کو ان کی جگہ مصر کا والی بنا دیں اس پر وہ راضی نہیں ہوئے اس مخالفت کی بنیاد پر ان کو معزول کر دیا اور ابن سعد کو امارت حربی کے ساتھ ولایت مصر کا بھی فرمان لکھ دیا۔

ابن سعد نے چالیس ہزار فوج تیار کی اور شمالی افریقہ ۔ تیونس ۔ الجزائر ۔ مراقش اور طنجہ فتح کر لیا۔ ۳۱ھ میں اہل نوبیا نے عہد شکنی کی ان کے ساتھ جنگ کی اور دنقلہ میں ان کی جمعیت کو محصور کر لیا مجبور ہو کر ان کے سردار اقلید روس نے صلح کی درخواست کی جس کو منظور کر لیا۔

فتنہ سبائی

۳۳ھ میں جب حضرت عثمان اور ان کے والیوں کے متعلق سبائی جماعت نے ہر طرف شکایات پھیلائیں اس وقت انہوں نے تمام صوبوں کے والیوں کو مشورہ کے لئے حج کے موقع پر طلب کیا۔ ابن سعد بھی گئے اور اپنی جگہ عقبہ بن عامر کو چھوڑ گئے محمد بن ابی حذیفہ نے جو مصر میں حضرت عثمانؓ کے مخالفوں میں سے تھے سبائیوں کی ایک جماعت فراہم کر کے عقبہ کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کی اطلاع جب حضرت عثمان کو پہنچی تو انہوں نے سعد بن وقاص فاتح قادسیہ کو ان کے سمجھانے کے لئے بھیجا۔ مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی بلکہ اہانت کی جب عبداللہ بن سعد واپس آئے تو ان کو مصر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ چنانچہ وہ مجبوراً عسقلان کو چلے گئے۔

اس کے بعد سبائی جماعت کے لوگ مصر، کوفہ اور بصرہ سے مدینہ پہنچے اور خلیفہ ثالث کو قتل کر ڈالا۔ اس قتل کی خبر جب مصر میں پہنچی تو شیعہ عثمان نے ایک جھنڈا کھڑا کیا کہ ان کے خون کا بدلہ لیا جائے یہ علم معاویہ بن خدیج کے ہاتھ میں تھا جس کے ساتھ خارجہ بن حذافہ ۔ مسلمہ بن مخلد اور بسری بن ارطاۃ وغیرہ تھے ۔ یہ لوگ اپنی جمعیت کو لے کر صعید کی طرف بڑھے ۔ ابن ابی حذیفہ نے ان کے مقابلہ میں ایک لشکر بھیجا جس نے جا کر شکست دی ۔ معاویہ بن حدیج برقہ کی طرف نکل گئے پھر اسکندریہ کی جانب آئے ابن ابی حذیفہ نے دوبارہ فوج بھیجی ۔ ۳۶ھ میں فریقین کا مقابلہ مقام خرتبا میں ہوا جس میں شیعہ عثمان غالب رہے وہیں انہوں نے اپنا مرکز بنا لیا۔

قیس بن سعد

ادھر حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی انہوں نے حضرت سعد بن عبادہ رئیس الانصار کے بیٹے قیس کو جو نہایت شجاع اور فرزانہ تھے مصر کا والی مقرر کیا جس نے جا کر اہل مصر کو قابو میں کر لیا۔ لیکن اہل خرتبا اطاعت پر راضی نہ ہوئے کیونکہ وہ نہ صرف جس کی امارت بلکہ حضرت علی کی خلافت کو بھی بوجہ حضرت عثمان کا قصاص نہ لینے کے ناجائز سمجھتے تھے ۔ قیس نے ان کو نہیں چھیڑا اور کہلا بھیجا کہ میں تم کو بیعت پر مجبور نہیں کرتا نہ تمہارے وظیفے بند کروں گا بشرطیکہ امن کے ساتھ رہو۔

جب امیر معاویہ حضرت عثمان کے خون کے مطالبہ کے لئے کھڑے ہوئے اس وقت ان کو مصر میں قیس کی موجودگی سے خطرہ محسوس ہوا کہ ایک طرف سے اگر عراقی فوجیں آگئیں اور دوسری طرف سے مصری تو ہم بیچ میں پڑ جائیں گے اس وجہ سے بہت کوشش کی کہ قیس کو اپنا طرفدار بنا لیں جب اس میں ناکامی ہوئی تو شامیوں سے کہنا شروع کیا کہ قیس کو برا نہ کہو وہ در پردہ ہمارا حامی ہے اس کے خطوط ہمارے پاس آتے رہتے ہیں تم دیکھتے نہیں کہ اس نے اہل خرتبا کے ساتھ نہ کوئی سختی کی نہ ان کے وظیفے روکے۔ یہ خبر محمد بن ابو بکر اور محمد بن جعفر بن ابی طالب وغیرہ نے شام سے حضرت علی کو لکھ بھیجی انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں اور عبداللہ بن جعفر کو بلا کر یہ بات سنائی اور کہا کہ میرا گمان قیس کی طرف ہرگز ایسا نہیں ہے ان لوگوں نے کہا کہ اگرچہ نہ ہو لیکن پھر بھی اس شک کی حالت میں ان کو معزول کر دینا چاہئے۔

اسی درمیان میں قیس کا خط موصول ہوا جس میں انہوں نے مصر کی بیعت اور خرتبا والوں کی کیفیت لکھی تھی اور یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ میں نے ان کو اس حال پر چھوڑ دیا ہے عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ قیس کے اس فعل سے طرف داری کا شبہ ہوتا ہے لہذا حکم دیجئے کہ ان کے ساتھ جنگ کریں۔ حضرت علی نے یہی لکھا اس پر قیس نے جواب دیا کہ اہل خرتبا کی تعداد دس ہزار ہے جن میں سے زیادہ تر اعیان و اشراف مصر ہیں میں نے جس طریقہ پر ان کو رکھ چھوڑا ہے یہی مناسب ہے جنگ کی صورت میں ایک فتنہ عام برپا ہو جائے گا کیونکہ ایک تو خود وہ لوگ اس نیستان کے شیر ہیں دوسرے معاویہ ان کی امداد کریں گے۔ حضرت علیؓ نے یہ عذر قبول نہیں کیا اور قیس کو معزول کر کے محمد بن ابو بکر کو جوان کے ربیب تھے ولایت مصر کا فرمان بھیجا۔ انہوں نے جا کر اہل خرتبا کو لکھا کہ تم لوگ بیعت کرو ورنہ مصر سے نکل جاؤ۔ وہ مقابلہ کے لئے تیار ہوئے اسی اثناء میں جنگ صفین شروع ہو گئی جس کے نتیجہ کے انتظار میں دونوں فریق خاموش بیٹھے رہے۔

اہل خرتبا کو جب صفین سے حضرت علی کی واپسی اور تحکیم کا حال معلوم ہوا تو وہ مقابلہ کے لئے نکل آئے اور محمد بن ابو بکر کو شکست پر شکست دینے لگے۔ حضرت علی نے اشتر کو جو والئی جزیرہ تھے مصر کی ولایت پر روانہ کیا لیکن راستہ میں قلزم میں پہنچ کر وہ انتقال کر گئے بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے اشارہ سے شہر قلزم کے مقدم نے شربت میں زہر پلا دیا تھا لیکن یہ الزام بھی ویسا ہی بے ثبوت ہے جیسا امام حسنؓ کو ان کی بیوی جعدہ سے زہر دلوانے کا۔

امیر معاویہ نے عمرو بن عاص کو مصر کا امیر مقرر کر کے چھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا اور اہل خرتبا کو لکھا کہ دل میں ہراس نہ لانا میں امداد بھیجتا ہوں۔ عمرو بن عاص نے پہنچ کر محمد بن ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ بہتر یہ ہے کہ مصر سے چلے جاؤ۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے ہاتھ سے تم کو کوئی صدمہ پہنچے لیکن وہ فوج لے کر مقابلہ میں آئے اور مارے گئے۔

داخلہ عمرو بن عاص بار دوم

عمرو بن عاص پورے بارہ سال کے بعد ۳۸ھ میں پھر اپنے آباد کردہ شہر فسطاط میں داخل ہوئے مصریوں کو جو شورشوں اور جنگوں کی وجہ سے مصیبت میں تھے خوشی اور طمانیت حاصل ہو گئی۔ عمرو بن عاص نے مفاسد کی اصلاح کی اور سارے انتظامات از سر نو درست کئے۔ فوجوں کو مرتب کر کے شریک بن سمی کی قیادت میں بربر کے مقابلہ میں روانہ کیا انہوں نے ان کو مغلوب کیا اور مصالحت کر کے چلے آئے بربر نے پھر عہد شکنی کی۔ عمرو بن عاص نے عقبہ بن نافع کو بھیجا انہوں نے جا کر شکست دی پھر ہوارہ کی طرف بڑھے اور فتح کر کے اس وقت واپس آئے جب عمرو بن عاص سکرات موت میں تھے۔

بنی امیہ

۴۱ھ سے ۱۳۲ھ تک

عمرو بن عاص نے ۴۳ھ میں عید الفطر کی شب کو فسطاط میں وفات پائی تمام مصر میں ان کا ماتم ہوا۔

بعض یوروپین مورخوں نے اسکندریہ کے کتب خانے جلانے کا الزام ان کے اوپر لگایا ہے لیکن جس وقت یہ مسئلہ بساط بحث پر آیا تو خود یورپ کے محقق مورخوں مثلاً گبن ۔ بٹلر ۔ سدیو اور گستاؤ لیبان وغیرہ نے اس الزام کو غلط قرار دیا اور اس کے تسلیم کرنے سے قطعی انکار کیا۔ کیونکہ یہ کتب خانہ قیصر جولیوس کے زمانہ میں ۴۷ء میں جل چکا تھا۔ پھر کتابیں جمع کی گئیں وہ اسقف توفیل کے حکم سے ۳۹۱ء میں جلادی گئیں۔ اسلامی فتح کے وقت اس کا وجود ہی ثابت نہیں ہے۔ مولانا شبلی مرحوم نے بھی اس الزام کی مدلل تردید لکھی ہے۔

عمرو بن عاص کی جگہ پر امیر معاویہ نے ان کے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا۔ پھر بعض مصلحتوں کی بناء پر اپنے بھائی عتبہ بن ابی سفیان کو وہاں کا والی بنا کر بھیج دیا۔ ۴۴ھ میں وہ انتقال کر گئے ان کی جگہ عقبہ بن عامر کو ملی جن میں ہر قسم کے صفات تھے مگر سیاست اور تدبیر نہ تھی اس وجہ سے چند مہینوں کے بعد معزول ہوئے۔ ان کے بعد مسلمہ بن مخلد کو ولایت کا فرمان ملا۔ مسجدوں میں منارے سب سے پہلے انہوں نے ہی بنوائے۔

۵۳ھ میں رومیوں نے بحری فوج مقام برنس میں اتار دی مسلمہ نے مدافعت کی اس جنگ میں عمرو بن عاص کے غلام وردان جو نامور مجاہد تھے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ شہید ہوگئے۔ ۶۰ھ میں امیر معاویہ نے وفات پائی اور یزید خلیفہ ہوا اس نے عقبہ بن نافع کو افریقہ کا امیر حرب مقرر کیا اور مسلمہ کو بدستور مصر کا والی رہنے دیا انہوں نے اہل مصر سے یزید کی خلافت کی بیعت لی ۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے انکار کیا۔ مسلمہ نے کہا کہ جماعت کا ساتھ اگر چھوڑ دو گے تو گھر میں آگ لگا دوں گا اس لئے راضی ہوگئے۔ ۲۵ رجب ۶۴ھ میں جب مکہ میں عبداللہ بن زبیر خلیفہ گئے تو انہوں نے سعید کو برطرف کر کے اپنے خاص معتمد عبدالرحمان بن عتبہ کو بھیجا اس نے مصر پہنچ کر ان کی خلافت کی بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو وہاں سے نکال دیا۔

مرج راہط کی جنگ کے بعد جس میں بنی امیہ نے فتح پائی تھی مروان اپنی فوجیں لئے ہوئے مصر کی طرف گیا عبدالرحمان نے مقابلہ میں شکست کھائی اور چلا گیا۔ مروان وہاں دو مہینے رہا۔ اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کو والی بنا کر واپسی کا ارادہ کیا۔ اس نو عمر لڑکے نے کہا کہ میں اس ملک میں اکیلا کس طرح رہوں گا جہاں نہ میرا کوئی بھائی ہے نہ عزیز ۔ مروان نے کہا کہ سلوک اور احسان کرو گے تو سب تمہارے بھائی ہو جائیں گے۔ چلتے وقت اس کو تقویٰ ۔ عدل نماز باجماعت اور عہد کی پابندی ۔ عجلت سے احتراز اور عقلاء کی مشاورت کی وصیتیں کر کے رخصت ہوا۔

۶۵ھ میں مروان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک ۔ سریر خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے حکم سے عبدالعزیز نے فسطاط کا بڑا پل بنوایا اور جامع عمرو بن عاص کی جو منہدم ہو گئی تھی مرمت کی اب تک قبطی کاہنوں پر سے سرکاری لگان معاف تھا اس نے ان

سے بھی وصول کرنا شروع کیا۔

عبدالعزیز بیس سال تک مصر کا والی رہا۔ سخی ۔ حلیم ۔ دانش مند اور خوش خلق تھا۔ سب لوگ اس سے خوش رہے۔ ۸۶ھ میں انتقال کر گیا اس کی جگہ پر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا۔ اسی سال عبدالملک بھی گزر گیا اور ولید خلیفہ ہوا اس نے عبداللہ کو برقرار رکھا۔

مصر کا دفتر اب تک قبطی زبان اور قبطیوں کے ہاتھ میں تھا۔ سر دفتر پر جس کا نام اثناس تھا اعتماد کے کافی وجوہ نہ تھے اس لئے عبداللہ نے حمص کے ایک کاتب ابن یربوع فزاری سے سارا دفتر عربی میں منتقل کرا لیا جو آج تک چلا جاتا ہے۔

۸۸ھ میں عبداللہ دمشق میں چلا آیا اس کا قائم مقام.... عبدالرحمن بن عمر ہوا جس کے زمانہ میں اہل مصر شدت اور اوپر سے قحط کی مصیبت میں مبتلا رہے۔ ۹۰ھ میں قرہ بن شریک والی ہوا یہ نہایت سخت گیر تھا اور مصریوں کے اعتقادات و معابد کی تحقیر کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ آزردہ رہتے تھے ۔ ۹۶ھ میں فسطاط میں انتقال کر گیا اس کی جگہ پر عبدالملک بن رفاعہ آیا۔ اسی سنہ میں ولید کی وفات پائی اور سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا اس کے حکم سے ابن رفاعہ نے مقام روضہ میں مقیاس النیل بنوایا۔ اس زمانہ میں خراج مصر پر اسامہ بن یزید تھا جو نہایت ظالم تھا اس نے دریائے نیل کے ہر وارد و صادر پر دس دینار محصول لگا رکھا تھا۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک تنگ دست عورت اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے نیل سے گزرنا چاہتی تھی اس کے لئے روانہ درکار تھا جو اس وقت تک نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ دونوں کے دس دس دینار ادا نہ کر دیئے جائیں اس نے کسی نہ کسی طرح یہ رقم ادا کی اور دونوں کشتی میں بیٹھے وسط دریا میں لڑکا پانی لینے کے لئے ایک طرف جھکا تھا کہ اس کو مگرمچھ سب کی آنکھوں کے سامنے سے کھینچ لے گیا۔ وہ مصیبت زدہ عورت روتی ہوئی کنارے پہنچی وہاں اس سے روانہ مانگا گیا جو اس کے پاس نہ تھا کیونکہ وہ لڑکے کی جیب میں گیا ہر چند اس نے گریہ و زاری کی اور کشتی کے مسافروں نے بھی کہا۔ لیکن اس وقت تک نہیں چھوڑی گئی جب تک اپنا زیور بیچ کر دس دینار نہ ادا کر دیئے۔ اسامہ کی ان سختیوں سے لوگ اس کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے تھے کہ اسی درمیان میں ۹۹ھ میں سلیمان کا انتقال ہو گیا اور عمرو بن عبدالعزیز تخت خلافت پر آ گئے ۔ انہوں نے فوراً ایوب بن شرجیل کو مصر کا امیر بنا کر روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ اسامہ کے گلے میں طوق ۔ ہاتھ میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈال کر میرے پاس بھیج دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا جس سے وہ راستہ ہی مر گیا۔

ایوب نیک نیت ۔ متقی ۔ عادل اور عاقل امیر تھا مگر مصری سپہ دار حبان بن شریح کے مزاج میں سختی تھی وہ ان لوگوں سے بھی جزیہ طلب کرتا تھا جو مسلمان ہو جاتے تھے اس پر عمر بن عبدالعزیز نے اس کو تہدیدی فرمان بھیجا۔ پھر کوڑے بھی لگوائے۔

۱۰۱ھ میں یزید بن عبدالملک کی خلافت شروع ہوئی اس نے کچھ دنوں ایوب ہی کو بحال رکھا پھر اس کی جگہ بشر بن صفوان کو مقرر کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کو افریقہ کی طرف بھیج دیا اور حنظلہ بن صفوان کو امارت بخشی اس نے خلیفہ مذکور کے حکم سے باقی ماندہ بتوں اور مورتوں کو توڑ دیا۔

۱۰۴ھ میں حنظلہ کے بجائے خلیفہ کا بھائی محمد بن عبدالملک آیا۔ ۱۰۵ھ میں جب ہشام خلیفہ ہوا تو اس نے محمد مذکور کو واپس بلا لیا اور حر بن یوسف کو امارت دی اس کے عہد میں ۱۰۷ھ میں قبطیوں نے بغاوت کی جس کی وجہ سے اسے استعفا دینا پڑا۔ اس کی جگہ حفص بن ولید امیر ہوا۔ لیکن ایک سال بھی نہ رہنے پایا تھا کہ عبدالملک بن رفاعہ دوبارہ اپنی امارت کا فرمان خلافت سے لے کر پہنچا اور اسی سال مر گیا اس کی جگہ اس کے بھائی ولید بن رفاعہ کو ملی اس نے ۹ سال تک نہایت خوبی کے ساتھ کام کیا اور ۱۱۷ھ میں گزر گیا۔اس وقت عبدالرحمن بن خالد فہمی والی ہوا دوسرے سال وہ بھی انتقال کر گیا اب دوبارہ حنظلہ بن صفوان آیا اور چھ سال تک رہا اس کے ظلم سے لوگ تنگ تھے خلیفہ سے بھی شکایت کی اس نے پھر اس کو افریقہ بھیج دیا اور حفص بن ولید کو جو پہلے ہی امیر رہ چکا

تھا والی بنا دیا۔

۱۲۵ھ میں ولید بن یزید کی خلافت کا آغاز ہوا اس نے حفص کو برطرف کر کے عیسیٰ بن عطاء کو مقرر کیا مگر اس کی بدتدبیری کی وجہ سے ملک میں ابتری پھیلی اس وجہ سے حفص سہ بارہ امیر ہوا۔

۱۲۷ھ میں جب بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان تخت پر آیا تو اس نے حفص کے بجائے حسان بن عتاہیہ تجیبی کو بھیجا۔ اہل مصر راضی نہیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم کو حفص کے بدلہ میں کسی امیر کی ضرورت نہیں ہے اگر خلیفہ مجبور کرے گا تو ہم اس کی بیعت توڑ دیں گے اس لئے وہ واپس چلا گیا دوسرے سال خلیفہ نے حوثرہ بن سہل کو والی بنا کر بھیجا مصریوں نے چاہا کہ اس کو روکیں مگر اس کے ساتھ فوج زیادہ تھی۔ ۱۳۱ھ میں حوثرہ کی جگہ مغیرہ بن عبداللہ آیا۔ چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ وہ بھی معزول کر دیا گیا اور عبدالملک بن موسیٰ جو خراج پر متعین تھا کل مصر کا والی قرار پایا۔

مصر میں بنی امیہ کا سب سے آخری نائب یہی تھا کیونکہ اس کے بعد کوفہ میں عباسی خلافت قائم ہو گئی ۔ اور بنی امیہ کا آخری خلیفہ مروان بھاگ کر مصر آیا جس کے تعاقب میں صالح بن علی فوجیں لئے ہوئے پہنچا اور مقام بوصیر میں گرفتار کر کے ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو قتل کر ڈالا۔

دولت عباسیہ اولیٰ

۱۳۲ھ سے ۲۵۷ھ تک

اولین خلیفہ عباسی سفاح نے اپنے چچا صالح بن علی کو جس نے مروان کو قتل کیا تھا مصر کی ولایت دی اس نے مصریوں سے بیعت لی اور بنی امیہ کے حامیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ اسی سال دربار خلافت سے اس کے پاس فلسطین کی امارت کا فرمان پہنچا وہ ابو عون بن عبدالملک بن یزید جرجانی کو اپنی جگہ پر مصر میں چھوڑ کر فلسطین کو چلا گیا۔ ۱۳۶ھ میں سفاح کا انتقال ہو گیا اور ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اس کے حکم سے ابو عون نے وہ نہر جو عمرو بن عاص نے نکالی تھی بند کر دی۔ منصور چونکہ نہایت متلون طبع تھا اس وجہ سے ذرا سے وہم پر بھی والیوں کو نکال دیتا تھا چنانچہ پہلے سات سال میں یکے بعد دیگرے چھ والیوں کو مقرر اور معزول کیا۔ ۱۴۴ھ میں یزید بن حاتم مہلبی کو بھیجا۔ یہ آٹھ سال مصر کا امیر رہا۔ اس کے عہد میں مصر میں مخفی طور پر لوگ اہل بیت کی امامت کی بیعت کرنے لگے منصور نے ذی حجہ ۱۴۵ھ میں ابراہیم بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی کا جنہوں نے بصرہ میں خروج کیا تھا سر کٹوا کر مصر میں بھیجا۔ خطباء نے اس کو منبروں پر رکھ کر لوگوں کو بغاوت کا نتیجہ دکھلایا۔ اس سال میں بنی حسن کے خروج کی وجہ سے حجاز میں اضطراب تھا اس وجہ سے یزید نے مصریوں کو حج میں آنے سے روک دیا۔ ۱۴۸ھ میں سب سے پہلے اسی نے برقہ کو مصر کے ساتھ ملحق کیا۔

۱۵۲ھ میں یزید نے وفات پائی جس کے بعد منصور نے پھر یکے بعد دیگرے والیوں کا عزل و نصب شروع کیا۔ اس وجہ سے مصر میں کوئی پائیدار انتظام نہ قائم ہو سکا اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی کیونکہ جو والی آتا وہ اس یقین کے ساتھ آتا کہ بہت جلد معزول کر دیا جائے گا اس لئے مصالح ملکی کی بہ نسبت اپنے ذاتی مصالح کا زیادہ خیال رکھتا۔ انتظامی ابتری کی وجہ سے رعایا زیادہ خستہ حال ہو گئی اور پیداوار کی کمی اور حکام کی سختی کی وجہ سے بہت سے باشندے ہجرت کر گئے۔

۱۵۸ھ میں منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا اس کے عہد میں بھی یہی صورت قائم رہی بلکہ ایک ایک سال میں دو دو اور تین تین والی بدلتے رہے جس سے ملکی نظام ایسا درہم برہم ہو گیا کہ چوری۔ رہزنی اور بد امنی عام ہو گئی اس وجہ سے ذی حجہ ۱۶۲ھ میں اس نے ابو صالح یحییٰ بن داؤد کو جو بڑا مہیب اور رعب دار شخص تھا مصر کی ولایت پر بھیجا اس کی سخت گیری کی وجہ سے امن قائم ہوا۔ اس نے اعلان کرا دیا تھا کہ کوئی شخص رات کو نہ اپنے مکان کا دروازہ بند رکھے نہ دکان کا جو مال چوری جائے گا وہ میں ادا کروں گا۔

دو سال کے بعد وہ بھی الگ کر دیا گیا اور سوارہ تمیمی آیا دوسرے سال صالح بن علی کا بیٹا ابراہیم بھیجا گیا اس کے زمانہ میں وحیہ بن مصعب جو بقایائے بنی امیہ میں سے تھا بالائے مصر میں اپنی خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا۔ ابراہیم نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارے سواحلی علاقہ پر قابض ہو گیا۔ مہدی کو جب یہ اطلاع پہنچی تو اس نے نہایت تحقیر کے ساتھ ابراہیم کو نالائق قرار دے کر برطرف کیا اور موسیٰ بن مصعب کو بھیجا اس نے آتے ہی اراضی کی لگان دوگنی کر دی اور دوکانوں اور مویشیوں پر

بھی محصول لگا دیا اس سے اہل مصر اس کے خلاف ہو گئے اور جس وقت وہ ان کو لے کر وحیہ کے مقابل میں گیا اس وقت اس کو موت کے منہ میں تنہا چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ وحیہ کی شوکت اب بہت بڑھ گئی یہاں تک کہ امراء اس کے مقابلہ میں جاتے ہوئے ڈرتے تھے آخر میں ۱۶۹ھ میں فضل بن صالح نے آکر اس کو شکست دی اور اس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس بھیجا۔

اسی سال مہدی گذر گیا اور ہادی تخت پر آیا اس نے فضل کو واپس بلا کر علی بن سلیمان کو امارت پر بھیجا۔ دوسرے سال ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا اس نے ابن سلیمان کو بدستور رہنے دیا۔ ابن سلیمان نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی سے کام لیا۔ نصاریٰ نے فسطاط اور جیزہ میں بعض جدید کنیسے جو تیار کئے تھے ان کو گرانے کا حکم دیا انہوں نے پچاس ہزار دینار پیش کئے کہ باز رہے لیکن نہیں قبول کیا اس کے عدل کی وجہ سے مصر میں پھر خوشحالی ہو گئی اہل مصر نے چاہا کہ اسی کو پھر خلیفہ بنا لیں یہ خبر سن کر ہارون نے ۱۷۱ھ میں اس کو معزول کر دیا اور موسیٰ بن عیسیٰ علوی کو امارت کا فرمان دیکر بھیجا۔ اس نے عیسائیوں سے رشوت لے کر کنیسوں کی تعمیر کی پھر اجازت دے دی۔

ہارون نے ۱۷۶ھ میں مصر کی ولایت جعفر بن یحییٰ برمکی کے سپرد کی اس نے اپنی طرف سے عمران بن مہران کو بھیجا جو نہایت حقیر صورت تھا جس وقت مصر میں پہنچا موسیٰ کے دربار میں جا کر صف پائیں میں جا کر بیٹھ گیا جب محفل اٹھ گئی تو موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ کوئی کام ہے؟ بولا کہ ہاں اور وہ فرمان اس کے ہاتھ میں دے دیا اس نے جب پڑھا تو کہا کہ امیر عمران بن مہران کب تشریف لائیں گے جواب دیا کہ وہ میں ہی ہوں موسیٰ نے کہا اللہ کی لعنت کم بخت فرعون پر جو اسی مصر کی سلطنت پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا۔

ابن مہران نے عدل و تقویٰ کے ساتھ امارت کی اس کے زمانہ میں مصر کی جس قدر وصولی تھی ہے باقی ہوتی رہی یہ ان تمام تحفوں اور ہدیوں کو بھی جو لوگ دیتے تھے ان کی لگان میں مجرا کر دیتا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ صرف امیر خراج تھا۔ ولایت مصر مسلمہ بن یحییٰ کے ہاتھ میں تھی جس کی معزولی کے بعد محمد بن زہیر آیا۔ وہ ایک سال بھی نہ رہنے پایا تھا کہ داؤد بن یزید مقرر ہوا وہ بھی الگ کیا گیا اور دوبارہ موسیٰ بن عیسیٰ بھیجا گیا چند مہینوں کے بعد ابراہیم بن صالح کو امارت کا فرمان ملا جو مہدی کے زمانہ میں والی رہ چکا تھا پھر ولایت عبداللہ بن مسیب کے سپرد کی گئی اس نے محصول میں اس قدر اضافہ کر دیا کہ رعایا ادا نہ کر سکی اور حوف کے باشندے مقابلہ کر بیٹھے جس میں بہت سے سرکاری آدمی مارے گئے۔ خلیفہ نے ہرثمہ بن اعین کو فوج کے ساتھ روانہ کیا اس نے یہ بغاوت فرو کی۔

اسی طرح سلسلہ وار ولاۃ تبدیل ہوتے رہے اور انتظام کوئی مستقل صورت اختیار نہ کر سکا جس کی وجہ سے فساد بڑھا، اور خوں ریزی ہونے لگی خاص کر اہل حوف سے تو بلا فوجی قوت کے خراج کی وصولی نہیں ہوتی تھی۔

ہارون کے آخری زمانہ میں خصیب بن عبدالحمید امیر خراج تھا جس کے نام سے قصبہ منیہ خصیب آباد ہے۔ یہ ایک عاقل شخص تھا نہ کہ سعدی کے بیان کے مطابق احمق۔ ہارون کی وفات کے بعد امین اور مامون میں نزاع برپا ہوئی اس وقت مصر میں سری بن الحکم مامون کی حمایت کے لئے کھڑا ہو گیا اس نے ۲۲ جمادی الثانی ۱۹۶ھ میں خلع امین اور خلافت مامون کی بیعت لی۔ مامون نے خلیفہ ہونے کے بعد اسی کو وہاں کا والی کر دیا۔ ۲۰۴ھ میں سری نے فسطاط میں وفات پائی اسی سال اور اسی مقام میں امام شافعی نے بھی جو وہاں سکونت گزیں ہو گئے تھے انتقال کیا۔

سری کے بعد مصری فوج نے اس کے بیٹے محمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی مرکز خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے مصری وہاں کے احکام کی زیادہ پروا بھی نہیں کرتے تھے اور ملک میں اس قدر ابتری تھی کہ کوئی نظام درست نہ تھا اسی درمیان میں اسکندریہ پر اہل اسپین آکر قابض ہو گئے۔ پانچ سال کے بعد مامون نے عبداللہ بن طاہر کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے محمد کو شکست دی اہل اسپین کو نکالا اور تمام ملک میں امن و امان قائم کیا۔

۲۱۳ھ میں مامون نے اس کو واپس بلا لیا اور مصر و شام کی ولایت اپنے بھائی معتصم کو دی اس نے عمیر بن ولید کو اپنا نائب بنا کر مصر میں بھیج دیا۔ اہل حوف نے مقابلہ کیا اور اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی جگہ عیسیٰ جلودی مقرر ہوا۔ اس نے بھی شکست کھائی اس وجہ سے معتصم خود چار ہزار ترکوں کی فوج لے کر آیا۔ حوف کے رئیسوں کو جو بغاوت کے بانی تھے قتل کیا اور عیسیٰ جلودی کو برطرف کر کے عیسیٰ بن منصور کو مقرر کیا۔ اس کے پاس ایک ترکی فوج چھوڑ کر جس کا امیر افشین حیدر بن کاؤس تھا۔ خود شام کی طرف چلا گیا۔ اہل حوف پھر مقابلہ کے لئے کھڑے ہو گئے اور سلسلہ وار جنگ جاری رہی جس سے ملک کا سارا انظام ابتر ہو گیا۔ اس وجہ سے ۲۱۷ھ میں مامون رومیوں کی جنگ سے واپس ہوتے ہوئے خود مصر میں آیا اس نے تمام حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ والی مصر عیسیٰ بن منصور کو ان خرابیوں کا ذمہ دار قرار دے کر برطرف کیا کیدر صفدی کو معتصم کے نائب کی حیثیت سے والی بنایا۔ اسی نے مقیاس روضہ کی مرمت کرائی اور وہاں خلیفہ کے حکم سے ایک جامع بنوائی۔

۲۱۸ھ میں مامون کے بعد معتصم خلیفہ ہوا۔ اس کے آٹھ سال کے عہد میں پانچ والی مصر میں تبدیل ہوئے آخری ابو جعفر اشناس تھا۔ معتصم کے بعد واثق کے عہد میں اشناس مر گیا۔ اس کی جگہ علی بن یحیٰ ارمنی آیا اور وہ بھی معزول ہوا اور عیسیٰ بن منصور کو دوبارہ ولایت کا فرمان دیا گیا۔

متوکل کے عہد میں ۲۳۴ھ میں جبکہ مصر کا والی حاتم بن ہرثمہ تھا اہل نوبیا نے فوج کشی کی اور کثیر تعداد میں جنگی ہاتھی لے کر آئے ۔ حاتم نے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بندھوائیں جس کی آواز سے وہ بھاگے اور تھوڑی دیر میں حبشی شکست کھا گئے رئیس نوبہ نے مصالحت کی درخواست کی جس کے لئے وہ خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ انتظامی ابتری کی وجہ سے سواحل مصر پر رومیوں کے حملے ہونے لگے ۔ متوکل نے حکم دیا کہ دمیاط فرما اور تانیس تینوں مقامات پر قلعے تعمیر کئے جائیں تاکہ ان کے حملوں سے ملک کی حفاظت ہو سکے ابھی یہ قلعے تعمیر بھی نہیں ہو چکے تھے کہ رومیوں نے تین سو جنگی کشتیوں کے ذریعہ تینوں مقامات پر فوجیں اتار دیں تمام مال و متاع اور عورتوں بچوں کو لوٹ لے گئے اور مسجدوں میں آگ لگا دی والی مصر عنبسہ بن اسحاق نے جملہ امراء اور افواج کو محفل عید کی شرکت کے لئے فسطاط میں بلا رکھا تھا اس وجہ سے ان کا مقابلہ کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

متوکل کے بعد منتصر اور نیز مستعین کے عہد میں بھی عبداللہ مصر کا والی رہا۔ معتز نے ۲۵۳ھ میں اس کو معزول کر کے مزاحم بن خاقان کو بھیجا۔ جس نے چراگاہوں اور مچھلی کے شکار پر بھی محصول لگا دیا اور مساجد میں بسم اللہ بالجہر پڑھنا جو شافعیہ کا مذہب ہے بند کرا دیا ۔ لوگ اس کے خلاف بغاوت کے لئے تیار ہوئے مگر وہ مر گیا اس کے بعد اس کے بیٹے احمد کو مصر کی ولایت دی گئی لیکن اس نے قبول نہ کی اس لئے ترکی امیر بائکباک کو سپرد کی گئی اس نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو امیر الجیش اور احمد بن مدبر کو امیر خراج مقرر کر کے بھیجا۔ اس زمانہ میں مرکز خلافت کی کمزوری کی وجہ سے مصر میں ایک علوی نے ۔ جو ابن صوفی کے نام سے مشہور تھا علم امامت بلند کیا اور اقلیم اسناد پر قابض ہو گیا ابن طولون نے اس کو شکست دی جس سے وہ الواحات کی طرف بھاگ گیا۔

دولت طولونیہ

۲۵۷ھ سے ۲۹۲ھ تک

طولون ایک ترکی غلام تھا جس کو نوح بن اسد سامانی نے مامون کے پاس ۲۰۰ھ میں ہدیتاً بھیجا تھا مامون نے اس کو دانا اور توانا دیکھ کر خدم میں داخل کر لیا اور اپنے ساتھ بغداد لایا۔ ۲۲۰ھ میں سامرا میں طولون کا بیٹا پیدا ہوا اس نے قرآن حفظ کیا اور علوم و آداب کی تکمیل کی۔ جب اس کا سن بیس سال کو پہنچا اور اس کا باپ گذر گیا اس وقت یہ امیر بائکباک کی فوج میں داخل کر دیا گیا۔ ۲۵۴ھ میں جب امیر مذکور کو مصر کی ولایت ملی تو اس نے احمد بن طولون کی لیاقت اور صلاحیت دیکھ کر اپنی طرف سے اس کو وہاں کی فوج کا امیر بنا کر بھیجا اور اپنے خاص کاتب احمد بن وسطی کو ساتھ کر دیا۔ خراج پر احمد بن مدبر کو مقرر کیا۔

ابن طولون متقی اور انصاف دوست تھا اور ابن مدبر ظالم اور بے تدبیر نتیجہ ہوا کہ دونوں میں عداوت ہو گئی اور ایک دوسرے کے خلاف بساط سیاست پر شطرنج بازی کرنے لگے۔ اسی درمیان میں ۲۵۵ھ میں مہتدی سریر خلافت پر آگیا اور اس نے بائکباک کو قتل کر کے مصر کی امارت امیر اماجور کو دے دی جس کی لڑکی ابن طولون کے نکاح میں تھی اس نے ابن طولون کو مصر کے سارے اختیارات سپرد کر دیئے۔ ابن طولون نے چاہا کہ ابن مدبر کو برطرف کر دے لیکن اس کا بھائی دربار خلافت میں وزیر خزانہ تھا اس لئے صبر کیا۔

ابن مدبر نے دیکھا کہ اب وہ اپنے حریف کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس وجہ سے اپنا تبادلہ ملک شام میں کرا لیا اور ابن طولون کے ساتھ رابطہ مؤدت پیدا کرنے کے لئے اپنی بیٹی اس کے بیٹے خمارویہ کے ساتھ بیاہ دی اور جو کچھ ملکیت مصر میں رکھتا تھا اس کو ہبہ کر کے شام میں چلا گیا۔ شقیر خادم بھی جو اس کا دست راست اور ابن طولون کا مخالف تھا مر گیا۔

حکومت مصر

اب ابن طولون کے لئے راستہ صاف تھا۔ ملک مصر کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور چاہا کہ ان تمام ناروا محاصل کو موقوف کر دے جو رعایا پر لگائے گئے ہیں۔ امین خراج ابن دسومہ کو بلا کر اپنا خیال ظاہر کیا۔ وہ ایک طماع اور دنیا دار شخص تھا۔ اس نے حساب لگا کر بتلایا کہ اس سے سالانہ ایک لاکھ دینار کا خسارہ ہو گا اور نشیب و فراز سمجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی۔ ابن طولون نے کہا کہ اچھا سوچوں گا۔

رات کو اپنے متوفی طرسوسی دوست کو جو بڑا متقی تھا خواب میں دیکھا کہ وہ آیا ہے اور کہتا ہے کہ جو رائے تم کو دی گئی وہ صحیح نہیں ہے۔ اگر تم اللہ کے خوف سے اس ناجائز آمدنی کو چھوڑ دو گے تو وہ اس کے عوض میں تم کو بڑے بڑے خزانے دے دے گا۔ صبح کو بیدار ہوتے ہی اس نے فوراً ان محاصل کے الغاء کے احکام نافذ کر دیئے۔ ابن دسومہ پھر پہنچا اور سمجھانے لگا۔ ابن طولون نے رات کا خواب اس سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے کہ ایک مردہ کے قول پر آپ عمل کرتے ہیں اور ایک زندہ ناصح کی بات

نہیں سنتے ۔ بولا کہ اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔

دفینۂ غیبی

ایسا اتفاق کہ دوسرے دن وہ اپنے خدام کے ساتھ صحرا میں نکلا ان میں سے کسی کے گھوڑے کا پاؤں زمین میں گھس گیا تو اندر تہ خانہ تھا جس میں سے اس قدر خزانہ برآمد ہوا کہ جس کی قیمت دس لاکھ دینار تھی اس کی خبر تمام عالم اسلامی میں پھیل گئی ۔ ابن طولون نے خلیفہ سے دریافت کیا کہ یہ رقم کس مصرف میں لگائی جائے اس نے لکھا کہ وجوہ خیر میں ۔ چنانچہ ایک حصہ غرباء اور فقراء میں تقسیم کرایا۔ بقیہ سے ایک قلعہ اور ایک مارستان بنوایا اور راستوں کی مرمت کی۔ فسطاط میں یہ مارستان مصر کا سب سے پہلا شفاخانہ تھا ۔ اس کے ساتھ اطباء کے لئے مکانات بھی تھے۔ بہت سی دکانیں بھی تعمیر کرائی گئیں تاکہ ان کے کرایہ سے صرفہ چلے ۔ نیز نخاس کی ساری آمدنی اس پر وقف کی گئی ۔ ابن طولون اکثر خود اطباء اور ان کے معالجات کو دیکھنے اور مریضوں کی عیادت کو یہاں آیا کرتا تھا۔ ایک بار کسی مجنوں نے اس پر حملہ کیا کہ ہلاکت سے بال بال بچا۔ لیکن پھر بھی آنا ترک نہ کیا۔

روضہ کا مقیاس خراب ہو گیا تھا۔ دس ہزار دینار لگا کر اس کو اچھی طرح پختہ کر دیا ملک میں متعدد پل بنوائے۔ اسکندریہ کی نہر جس میں ریت اٹ گیا تھا صاف کرائی اور اس میں جا بجا حوض اور سقائے بنوائے اور منارہ کو بھی از سر نو تعمیر کرایا۔ ۲۵۸ھ میں امیر اماجور نے وفات پائی اس وقت سے یہ مصر کا خود مختار حکمراں ہو گیا۔ اہل مصر اس کے حسن انتظام اور پسندیدہ اخلاق سے بہت خوش تھے۔

جامع طولونی

خود مختاری کے بعد اپنی قوت بڑھانی شروع کی۔ فوج کی تعداد اس قدر ہو گئی کہ فسطاط میں گنجائش نہ رہی ۔ اس وجہ سے اسی کے متصل ایک جدا چھاؤنی قطائع کے نام سے آباد کی ۔ جبل مقطم پر تنور فرعون کے قریب لشکر نامی ایک ٹیکرا تھا جس کی بابت مشہور تھا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کے لئے آیا کرتے تھے ۔ اسی کو جامع مسجد کے لئے پسند کیا۔ بنیاد کھودتے وقت وہاں بھی ایک دفینہ ملا جو اس سے بھی زیادہ تھا جو صحرا میں ملا تھا۔

دو سال کی کوشش سے ۲۶۳ھ میں یہ جامع تیار ہوئی جس کے آثار اب تک باقی ہیں۔ افتتاح کے دن امراء اور ارکان دولت کے علاوہ علماء اور فقہاء بھی بلائے گئے مگر وہ اس وقت تک مسجد میں داخل نہیں ہوئے جب تک کہ ان کو یقین نہ دلایا گیا کہ اس میں اس خزانہ کی ایک پائی بھی صرف نہیں کی گئی جو اتفاقاً ملا ہے اور جو مسلمانوں کی کمائی کا نہیں ہے۔ اسی جامع میں علامہ محمد بن ربیع نے حدیث کا درس شروع کیا۔ ابن طولون اور اس کے بیٹے بھی معمولی طلباء کی طرح آکر شریک ہوتے تھے۔

واقعہ عمری

ابن صوفی علوی جس کی بابت ہم لکھ چکے ہیں کہ الواحات کی طرف بھاگ گیا تھا پھر وہاں سے ایک فوج لے کر اشمونین کی طرف آیا۔ ابن طولون نے مدافعت کے لئے لشکر بھیجا لیکن اس سے پہلے ابو عبدالرحمن نے جو حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے تھے ایک جماعت کے ساتھ اس کو وہاں سے مار کر بھگا دیا۔ اس نے اصوان میں جا کر لوٹ مار شروع کی ۔ ابن طولون نے اس طرف فوج بھیجی جس کے خوف سے وہ قلزم کی طرف آیا اور بھاگ کر مکہ پہنچا۔ والی مکہ نے گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ ابن طولون نے کچھ دن قید رکھا پھر چھوڑ دیا۔ وہ مدینہ چلا آیا اور وہیں مر گیا۔

ادھر عمری کی جمعیت بڑھ گئی اور کثرت سے لوگ ان کے تابع ہو گئے ۔ ابن طولون نے شبہ بیگی کی ماتحتی میں لشکر بھیجا۔ عمری نے اس سے کہا کہ غالباً ابن طولون کو میرا حال معلوم نہیں ہوا۔ میں بغاوت یا فساد کے لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں۔ نہ مجھ سے کسی

مسلمان یا ذمی کو اذیت پہنچی ہے۔ میرا مقصد صرف اہل نوبیا کے ساتھ جہاد ہے جو مسلمانوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ لہذا امیر کو تم میرا حال لکھ دو۔ اگر وہ تم کو واپس بلائے تو چلے جانا۔ ورنہ پھر معذور سمجھے جاؤ گے ۔ اس نے یہ منظور نہ کیا اور جنگ کی ۔ آخر کار شکست کھائی جب لوگوں نے ابن طولون سے یہ حقیقت بیان کی تو وہ شبہ ہنگی پر بہت برہم ہوا اور کہا کہ مجھے کیوں نہ لکھا۔ تمہارے اسی عناد کی وجہ سے عمری نے فتح پائی۔ اسی درمیان میں عمری کے دو غلام ان کے سر لئے ہوئے آئے ۔ ابن طولون نے پوچھا کہ تم نے اپنے آقا کو کیوں قتل کر ڈالا۔ بولے کہ آپ کی خوشنودی کے لئے اس نے کہا کہ اس جرم کے ارتکاب پر تم قتل کے مستحق ہو۔ چنانچہ ان سے قصاص لیا اور سر کو غسل دے کر احترام کے ساتھ دفن کرایا۔ اس واقعہ کے دوسرے سال محمد بن فاراب فرغنی اہل برقہ کو ساتھ لے کر باغی ہو گیا۔ ابن طولون نے اپنے غلام لولو کی ماتحتی میں فوج بھیجی جس نے اس کی بغاوت فرو کی۔

موفق کی عداوت

اس زمانہ میں معتمد خلیفہ تھا اور اس کا بھائی موفق سپہ سالار جو سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کے پاس خبریں پہنچیں کہ ابن طولون نے شاہانہ شان و شوکت پیدا کر لی ہے ۔ موفق نے اس کو معزولی کی دھمکی دی ۔ ابن طولون کی طرف سے بھی جواب سخت گیا۔ اس نے موسیٰ بن بغا کی سرکردگی میں فوج روانہ کی ۔ ابن طولون مقابلہ کی تیاری کرنے لگا اور ایک قلعہ بنانا شروع کیا۔ جس میں علاوہ عملہ اور مزدوروں کے تمام فوج اور امراء اور خود بھی دن رات کام کرتا تھا۔ بغدادی فوج مقام رقعہ میں پہنچ کر رسد کی کمی سے رک گئی ۔ دس مہینہ تک وہیں پڑی رہی اور آخر کار وظائف نہ ملنے کی وجہ سے واپس چلی گئی ۔ جس دن یہ خبر مصر میں پہنچی اسی دن ابن طولون نے قلعہ کی تعمیر بند کر دی جس کو جو کچھ پیشگی دے دیا تھا سب معاف کر دیا اور اس شکریہ میں کہ اللہ تعالیٰ نے بلاجنگ نجات دے دی بہت کچھ صدقہ اور خیرات تقسیم کیا۔

شام کی ولایت

سواحل شام پر رومیوں کے سلسلہ وار حملے ہوتے تھے۔ خلیفہ کے پاس مدافعت کی طاقت نہ تھی اس نے مجبوراً ۲۶۳ھ میں ابن طولون کو طرسوس کی ولایت کا فرمان بھیج کر ان کے مقابلہ کے لئے مامور فرمایا۔ اس نے جا کر سرحد کو محفوظ کیا اور سارے ملک شام پر قابض ہو گیا۔ اب اس کی سلطنت برقہ سے ساحل فرات تک پہنچ گئی اور خلیفہ عباسی کے پاس صرف عراق ۔ جزیرہ اور اہواز تین صوبے رہ گئے۔ موفق اس زمانہ میں حبشیوں کی جنگ میں مصروف تھا۔ ابن طولون نے موقع کو غنیمت سمجھ کر جہاں تک ہو سکا اپنی قوت بڑھائی۔ اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ خلیفہ موفق کے استبداد سے تنگ ہے اس لئے تحفے و ہدیے بھیج کر درخواست کی کہ آپ مصر میں آ جائیے ۔ وہ سامرا سے روانہ بھی ہوا لیکن موفق کو خبر لگ گئی اور اس نے روک لیا۔ اب موفق ابن طولون کے اور زیادہ خلاف ہو گیا اور خلیفہ سے اس پر لعنت بھیجنے کا حکم لکھوایا اس نے بادل ناخواستہ لکھا کیونکہ وہ ابن طولون کا طرف دار تھا۔

عباس کی بغاوت

ابن طولون جس وقت شام کی طرف گیا تھا۔ مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنی جگہ چھوڑ گیا تھا۔ جب واپس آیا تو معلوم ہوا کہ عباس بغاوت کی تیاری میں ہے خزانہ کی کل رقم جو بیس لاکھ دینار تھی اپنے قبضہ میں کر لی ہے ۔ مزید برآں تین لاکھ دینار قرض بھی لئے ہیں اور جنگ کے ارادہ سے برقہ میں جا کر فوجیں مرتب کر رہا ہے ابن طولون نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی جب وہ راہ پر نہ آیا تو فوج بھیجی وہ اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے افریقہ کی طرف چلا گیا۔ وہاں اغالبہ اور ان کے عمال سے لڑائیاں کیں۔ آخر میں ہزیمتیں اٹھا کر اور مال و متاع اور فوج کو تباہ کر کے برقہ میں آیا۔ وہاں کے والی نے گرفتار کر کے بھیج دیا۔ ابن طولون نے اس کے مشیروں کو سخت سزائیں دیں اور اس کو سو کوڑے لگوائے ۔ مگر رقت اور شفقت سے آنسو خود اس کی آنکھوں سے جاری تھے پھر قید کر

دیا۔

وفات

۲۰ ذیقعدہ شب یکشنبہ کو ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے وفات پائی ۔ شجاعت اور عدل میں مشہور تھا۔ نہایت متواضع اور مردم شناس، علم دوست اور فیاض تھا۔ دستر خوان عام تھا۔ شکریہ اور نذر کے علاوہ روزانہ صدقے اور خیرات دیتا اور ہر ہفتہ میں تین ہزار دینار ہواؤں ۔ مسکینوں اور یتیموں کو تقسیم کراتا۔ ایک بار متولی صدقات ابراہیم نے کہا کہ بعض وقت ارباب استحقاق کا پہچاننا بہت دشوار ہوتا ہے کیونکہ برقعہ کے نیچے سے حنائی ہاتھ نکلتے ہیں جن کی کلائیوں میں مزرکش آستینیں اور مرصع کنگن اور انگلیوں میں طلائی انگوٹھیاں ہوتی ہیں۔ ابن طولون نے جواب دیا کہ جو ہاتھ پھیلائے اس کو دو۔ حافظ قرآن اور خوش آواز تھا۔ تلاوت بڑے ذوق سے کرتا تھا ۱۷ بیٹے اور ۱۳ بیٹیاں چھوڑیں۔

خمارویہ

ابن طولون کے بعد اس کا بیٹا خمارویہ تخت نشین ہوا۔ سب لوگوں نے بیعت کی مگر دمشق کے والی نے انکار کیا۔ مصری فوجوں نے جا کر اس کو شکست دی وہ شیزر کی طرف بھاگ گیا۔ خمارویہ نے سب سے پہلے اسکندریہ کے بطریرق کو قید خانہ سے رہا کیا جس کو ابن طولون نے ایک موعودہ رقم ادا نہ کرنے کی وجہ سے محبوس کیا تھا اس کی وجہ سے مصری عیسائی اس سے بہت خوش ہو گئے۔ خلیفہ کے ساتھ اس کے تعلقات بہت اچھے تھے ۔ تخت پر آتے ہی اس کے لئے بیس فچر اشرفیوں سے لدے ہوئے دس غلام ۔ دو صندوق زیور ۔ ۱۷ راس اسپ مع طلائی ساز ۔ ۲۷ شتر جن کے جھول زربفت کے تھے ۔ سواری کے پانچ فچر اور ایک زرافہ بیس سواروں کے ساتھ جن کی قبائیں ریشمی اور کریں مرصع بجواہر تھیں بھیجا۔ مزید تقریب کے لئے اپنی بیٹی قطرالندیٰ خلیفہ معتضد کے ساتھ بیاہ دی اس کو جہیز میں اس قدر ساز و سامان دیا جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی ۔ اس کے بیٹھنے کے لئے سونے کا ایک تخت بنوایا تھا جس کے چاروں گوشوں پر مرصع ستون تھے ۔ ان پر جالی دار طلائی قبہ تھا۔ جس کے ہر ہر حلقہ میں ایک ایک بڑا موتی سونے کے تاک میں لٹکتا تھا۔ جوڑوں کی قیمت کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک ہزار ازار بند ایسے دیئے تھے جن کا صرفہ ۱۲ ہزار دینار تھا۔ رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک قصر تعمیر کرا کے آلات و فروش وغیرہ سے آراستہ کرا دیا تھا۔ عروس جو نرم رفتار سے لاتے تھے اور قصر میں اتار دیتے تھے ۔ اس طرح پر مصر سے بغداد تک گویا وہ برابر اپنے باپ ہی کے گھر میں قیام کرتی چلی آئی ۔ آغاز محرم ۲۸۲ھ میں بڑی شان کے ساتھ بغداد میں اس کا داخلہ ہوا۔

خمارویہ کو درختوں اور جانوروں کا بڑا شوق تھا۔ اس نے قصر شاہی کو بڑھا کر ایک بڑا میدان اس کے اندر داخل کر لیا۔ جس میں قسم قسم کے درختوں کے تختے رنگ برنگ کے پھولوں کے چمن لگائے اور طرح طرح کے خوشنما اور خوش آواز پرند منگا کر ان میں رکھے۔ اسی طرح ایک بڑے احاطہ میں ہر قسم کے جنگلی جانور خاص کر درندے فراہم کئے ۔ شیروں اور چیتوں سے اس کو ایسی دلچسپی تھی کہ دربار میں بھی ہمیشہ اپنے سامنے بندھوائے رکھتا تھا۔ ان میں سے بعض بعض اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ کھلے ہوئے اس کے پیچھے گھومتے تھے۔

محل کی دیواروں کو لاجور و محلول اور طلا اور مختلف قسم کی چوبیں تصویروں سے آراستہ کیا تھا اور اپنے سونے کے لئے ایک خاص حوض بنوایا تھا جس میں پارہ بھر دیا تھا اس کے دونوں کناروں پر ریشم کی ڈوریاں چاندی کے کڑوں میں بندھی ہوئی تھیں جن کے اوپر چرمی گدا ہوا سے بھر کر ڈال دیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کو کم خوابی کی شکایت تھی ۔ طبیب نے بتلایا کہ چپی سے نیند آ جائے گی۔ اس نے کہا کہ میری طبیعت گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی بدن پر ہاتھ رکھے ۔ اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ۔ کیونکہ پارہ

برابر حرکت میں رہتا تھا جس سے نیند آجاتی تھی۔

خمارویہ ۲۸۳ھ میں مقتول ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کے ایک خادم اور محل کی کسی کنیز میں اس قسم کے تعلقات کا انکشاف ہوا۔ جس سے یہ ان پر سخت برہم ہوا۔ انہوں نے اپنی جان کے خوف سے سازش کر کے رات کو سوتے میں ذبح کر ڈالا۔

جیش بن خمارویہ

خمارویہ کے بعد اس کے بیٹے ابو العساکر جیش کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی مگر اس کی کم سنی کی وجہ سے حاکم شام طغج بن جف نے بیعت سے انکار کیا۔ مصری فوجیں بھی اس کے ہم خیال ہو گئیں۔ اور ہنگامہ برپا کر کے اس کو قتل کر دیا۔ محل بھی لوٹ لیا اور شہر میں آگ لگا دی ۔ پھر ہارون کو تخت پر بٹھایا۔

ہارون بن خمارویہ

ہارون کو چونکہ امراء فوج نے بادشاہ بنایا تھا اس لئے وہ اس کو اپنا احسان مند سمجھتے تھے اور اس کے حکموں کی زیادہ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ خلیفہ معتضد نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر لشکر کشی کی ۔ جب شہر امیدہ میں پہنچا تو وہاں کے عامل محمد بن احمد نے اطاعت قبول کر لی ۔ ہارون کو خطرہ ہوا۔ اس نے خلیفہ کو لکھا کہ میں فرمانبردار ہوں اور ولایت طرسوس بطور نذر پیش کرتا ہوں۔ معتضد نے خوشی سے قبول کیا اور طرسوس کو قبضہ میں لایا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی اس سے نکال لیا اور اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود کر دی وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ سالانہ چار لاکھ دینار خزانہ خلافت میں بھیجا کرے۔

معتضد کے بعد مکتفی خلیفہ ہوا۔ اس نے ۲۹۲ھ میں محمد بن سلیمان کے ساتھ ایک فوج بھیجی کہ شام و مصر پر قبضہ کر لے ۔ محمد نے جا کر شام پر تسلط قائم کیا پھر مصر کی طرف بڑھا۔ یہاں فوجیں متحد نہ تھیں۔ اس وجہ سے ہارون مقابلہ میں ناکام رہا اور ۱۸ صفر سنہ مذکور میں قتل کیا گیا۔

اس کے بعد بعض امیروں نے اس کے چچا شیبان احمد کو امیر بنایا لیکن عوام نے بیعت نہیں کی ۔ اب مصر طولونی قبضہ سے جو ۳۷ سال ۷ ماہ اور ۲۰ یوم رہا نکل کر پھر عباسی خلافت کے ماتحت آگیا۔

دولت عباسیہ ثانیہ

۲۹۲ھ سے ۳۲۳ھ تک

مکتفی نے عیسیٰ نوشری کو مصر کا امیر بنایا۔ تین سال کے بعد مقتدر خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی عیسیٰ مذکور کو اپنے عہدہ پر قائم رکھا۔ ۲۹۷ھ میں عیسیٰ نے انتقال کیا اس کی جگہ پر تکین خزری مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں عبیداللہ فاطمی مہدی کی طرف سے حباسہ بن یوسف نے آکر برقہ پر قبضہ کر لیا اور ایک لاکھ سے زیادہ سوار لئے ہوئے محرم ۳۰۲ھ میں اسکندریہ کی طرف بڑھا۔ تکین کی امداد کے لئے بغداد سے فوجیں گئیں۔ سخت ہولناک جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔ آخر کار حباسہ کامیاب نہ ہو سکا اور واپس چلا گیا۔ خلیفہ بغداد نے اس کے بعد تکین کی جگہ پر زکاروی کو مقرر کیا۔ اس کے عہد میں ۸ صفر ۳۰۷ھ میں فاطمی خلیفہ نے ابوالقاسم کی ماتحتی میں ایک لشکر گراں بھیجا رکا اس اثنا میں مر گیا۔ اس لئے مقابلہ پر تکین خزری مامور ہوا۔ بغداد سے تین لاکھ فوج لے کر مونس خادم بھی پہنچ گیا تھا۔ مقام الفیوم اور اسکندریہ میں سخت لڑائیاں ہوئیں اور ابوالقاسم بھی بے نیل مرام پلٹ گیا۔ دوسرے سال تکین نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا محمد بلا حکم خلافت کے والی بن بیٹھا۔

مقتدر کی وفات کے بعد ۳۲۰ھ میں قاہر کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اس نے محمد بن طغج کو مصر کی ولایت دی مگر وہ اس وقت نہ جا سکا۔ اس وجہ سے محمد بن کیغلغ بھیجا گیا۔ ۳۲۲ھ میں راضی باللہ نے پھر ابن طغج کو فرمان دیا وہ مصر کی طرف آیا۔ احمد نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور بھاگ کر خلیفہ فاطمی کے پاس چلا گیا۔ محمد بن طغج نے مصر کی ولایت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے عہد میں فاطمی فوج نے آکر اسکندریہ لے لیا۔ دولت عباسیہ اس وقت ایسی کمزور ہو گئی تھی کہ قرمطی شام اور عرب کے ایک حصہ پر قابض ہو رہے تھے۔ سامانیوں کی ریاستیں خراسان میں مستقل ہو چکی تھیں۔ آل بویہ فارس پر متغلب تھے۔ حمدانی جدہ اور دیار پر یہ دیکھ کر ابن طغج نے بھی مصر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

دولت اخشیدی

۳۲۳ھ سے ۳۵۸ھ تک

ابو بکر محمد بن طغج ملوک فرغانہ کی نسل سے تھا۔ معتصم کے زمانہ میں جب ترکوں کی آمد شروع ہوئی تو ان کی زبانی خلیفہ کو معلوم ہوا کہ ترکستان میں ایک رئیس جف نامی نہایت قوی اور بہادر ہے ۔ معتصم نے اس کو طلب کیا اور جب وہ پہنچا تو نہایت اکرام کے ساتھ رکھا اور جاگیر عطا کی۔ جف سامرا میں رہا: وہیں اس کی اولاد پیدا ہوئی۔ ۲۴۷ھ میں جس دن متوکل مارا گیا اس کا بھی انتقال ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا طغج بن طولون کے غلام لولو کے پاس آگیا جو اس وقت جزیرہ میں تھا۔ خمارویہ نے اس کو پسند کر کے اپنے حشم کا سرخیل بنایا اور طبریہ کی امارت بخشی ۔ اس کے قتل ہو جانے کے بعد طغج کو خلیفہ مکتفی نے اپنے پاس بلا لیا اور خلعت و انعام سے سرفراز فرما کر درباریوں میں داخل کیا۔ اس زمانہ میں عباس بن حسین وزیر تھا طغج کے ساتھ اس کو عداوت ہو گئی اور اس نے اس کو معہ اس کے بیٹے محمد کے قید کرا دیا۔ طغج قید خانہ ہی میں مر گیا لیکن محمد کو رہائی ملی جس نے اپنے بھائی عبیداللہ کی مدد سے ۲۹۶ھ میں وزیر عباس سے اپنے باپ کا بدلہ لیا اور بھاگ کر بادیہ شام میں تکین خزری کے پاس چلا گیا وہاں بعض معرکوں میں شہرت حاصل کی۔ ۳۰۶ھ میں قافلہ حجاج کو رہزنوں کے حملہ سے بچایا۔ خلیفہ مقتدر نے اس پر خوش ہو کر خلعت بھیجا۔ ۳۱۶ھ میں تکین سے ناموافقت ہو جانے کے باعث رملہ میں گیا۔ مقتدر نے جب سنا تو ۳۱۸ھ میں رملہ کی امارت کا فرمان اس کے نام لکھ دیا۔

۳۲۱ھ میں قاہر نے اس کو مصر کی ولایت دی مگر وہ جا نہ سکا۔ دوبارہ ۳۲۳ھ میں راضی باللہ نے فرمان بھیجا اس وقت وہاں پہنچا اور امارت پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے استقلال کا اعلان کر دیا۔ خلیفہ نے بھی مجبوراً اس کے استقلال کو تسلیم کیا اور ۳۲۷ھ میں اس کو اخشید کا لقب دیا۔ جس کے معنی فرغانی زبان میں شاہنشاہ کے ہیں۔ استقلال کے بعد اس نے شام پر بھی قبضہ کر لیا۔ بغداد کے امیر الامراء محمد بن رائق نے ۳۲۸ھ میں اس پر فوج کشی کی۔ پہلے شام میں جا کر اس کے عامل بدر کو شکست دی پھر مصر کی طرف بڑھا۔ فرما میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بعض امیروں نے بیچ میں پڑ کر اس طرح صلح کرا دی کہ اخشید مصر سے رملہ تک قابض رہے اور دمشق سے دست بردار ہو جائے جس کا دس ہزار سالانہ خراج اس کو ملتا رہے دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے۔ ۳۳۰ھ میں راضی نے انتقال کیا اور اس کا بھائی متقی خلیفہ ہوا۔ اس نے بھی اخشید کی امارت کو سابقہ قرارداد کے مطابق بحال رکھا۔ جب ناصرالدولہ بن حمدان والی موصل نے امیر الامرائی حاصل کرنے کے خیال سے ابن رائق کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت اخشید نے پھر دمشق پر قبضہ کر لیا۔

۳۳۳ھ میں ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ نے حلب پر چڑھائی کی ۔ جو اخشید کے زیر حکومت تھا۔ اخشید نے اپنے غلام کافور کے ساتھ فوج بھیجی مگر سیف الدولہ نے شکست دے دی اور حلب کے بعد حمص پر بھی قبضہ کر لیا اور دمشق کی طرف بڑھا۔ قنسرین میں طرفین نے صف آرائی کی لیکن جنگ میں کوئی ایک دوسرے پر غالب نہ آسکا۔ آخرکار اس بات پر مصالحت ہوئی کہ دمشق تک اخشیدی حکومت رہے اور حمص و حلب وغیرہ پر حمدانی قابض ہوں۔ ۳۳۴ھ میں ۱۱ سال تین ماہ حکومت کرنے کے بعد محمد بن طغج اخشیدی نے وفات پائی ۔ مدبر اور شجاع تھا اور لشکر کا شیدائی ۔ کم و بیش چار لاکھ فوج مرتب کی تھی۔

انو جور بن اخشید

اخشید کے بعد اس کا بیٹا انوجور تخت نشین ہوا۔ چونکہ کم سن تھا اس وجہ سے مہمات سلطنت غلام کافور کے ہاتھ میں تھے جو فرزانہ اور منتظم تھا۔ سیف الدولہ نے اخشید کی موت کی اطلاع پاتے ہی دمشق پر آکر قبضہ کر لیا۔ کافور نے جاکر اس کو نکالا اور بدر اخشیدی کو وہاں کا حاکم وار مقرر کر کے واپس آیا۔ ۳۴۰ھ میں شاہ نوبیا نے مصر پر حملہ کیا۔ کافور نے ایسی شکست دی کہ اصوان سے بھاگ کر ۱۵۰ میل پر جاکر دم لیا۔ ۸ ذی قعدہ ۳۴۹ھ میں انوجور نے انتقال کیا۔

علی بن اخشید

انور جور کی جگہ اس کا بھائی علی بادشاہ ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں سخت قحط پڑا اور اندرونی نزاعات کی وجہ سے فوجی طاقت گھٹ گئی۔ ۳۵۵ھ میں وہ مر گیا۔

کافور اخشیدی

یہ ایک حبشی غلام تھا جس کو اخشید نے ۳۱۲ھ میں کسی مصری رئیس سے خریدا تھا چونکہ بعض معرکوں میں اس نے شہرت حاصل کی اس وجہ سے اخشید کی اولاد کا اتالیق ہو گیا۔ علی کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ خلیفہ مطیع کا عہد تھا اس نے بھی تسلیم کر لیا اس کی عظمت و شان اس قدر بڑھ گئی کہ مصر کے علاوہ حجاز اور شام میں خطبوں میں اس کا نام بھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لیا جانے لگا۔ دو سال ۴ ماہ حکومت کرنے کے بعد ۱۰ جمادی الاول ۳۵۷ھ میں گذر گیا اس کی کنیت ابو المسک تھی اور چہرہ سخت مشکیں۔ غالباً یہ مصرع کسی فارسی شاعر نے اسی کے نام کی مناسبت سے موزوں کیا ہے۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور

لیکن باوجود حبشی ہونے کے نہایت رعب دار تھا اور اہل علم و صلاح کی توقیر کرتا تھا۔ ابو جعفر مسلم بن عبداللہ بن طاہر علوی کا بیان ہے کہ ایک بار کافور کے ساتھ ہم چند آدمی سوار ہو کر سیر کو نکلے۔ راستہ میں کوڑا اس کے ہاتھ سے گر گیا میں نے فوراً اتر کر اٹھا لیا اور اس کو دے دیا۔ کہنے لگا۔ " اللہ اکبر " اس رتبہ پر پہنچنے کی مجھے کبھی امید نہیں ہو سکتی تھی میں تو ایک زر خرید غلام ہوں یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ واپسی کے بعد جب میں گھر آیا تو اس نے شکریہ میں اپنے غلاموں کے ہاتھ سیرے پاس گھوڑے اور خچر مال و متاع سے لدے ہوئے بھیجے جن کی قیمت پندرہ ہزار دینار سے کم نہ تھی۔ مصر میں کسی واعظ نے اپنے وعظ میں کہا کہ دینار کی خواری دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے لوگوں کو اس کا مالک بنا رکھا ہے بغداد میں معزوالدولہ دیلمی ہے۔ وہ مشلول اور مصر میں کافور اخشیدی ہے وہ خصی۔ یہ بات کافور تک پہنچی۔ ہنسا اور کہا کہ اس واعظ سے میں ایک بار سختی سے پیش آیا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے ایسا کہا پھر بلا کر اس کو ایک رقم دے دی اس کے بعد میں وہ اپنے وعظ میں کہا کرتا تھا کہ حام کی اولاد میں سے صرف تین شخص کامل نکلے۔ لقمان حکیم۔ حضرت بلال مؤذن رسول اللہؐ اور کافور اخشیدی خلد اللہ ملکہ، و سلطانہ۔ سیف الدولہ والی موصل کا مداح خاص عربی کا مشہور شاعر متنبی آخر میں اس کے دربار سے خفا ہو کر کافور ہی کے دربار میں چلا آیا تھا اور اس کی مدح نیز ہجو میں متعدد قصیدے لکھے جو اس کے دیوان میں ہیں۔

احمد بن علی

کافور کے بعد اخشید کا پوتا احمد امیر بنایا گیا جس کا سن صرف ۱۱ سال کا تھا۔ شامیوں نے اس کی امارت تسلیم نہیں کی اور حسن اخشیدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قرامطہ کا اس زمانہ میں زور تھا انہوں نے حسن کو شکست دے کر شام پر قبضہ کر لیا۔ حسن اپنی فوجیں

لے کر بھاگا ہوا مصر آیا کہ احمد سے امارت چھین لے ۔ یہ باہمی خلفشار دیکھ کر بعض اراکین دولت نے خلیفہ فاطمی معزالدین اللہ کو قبضہ مصر کی دعوت دی جو اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے غلام جوہر صقلی کے ساتھ ایک فوج بھیجی جس نے ۳۵۸ھ میں آکر بلا مقابلہ مصر کو لے لیا۔

دولت فاطمیہ

۳۵۸ھ سے ۵۶۷ھ تک

۲۶۹ھ سے شمالی غربی افریقہ میں فاطمی دعوت کا آغاز ہوا اور فاس کے متصل کتامہ میں ابو محمد عبیداللہ نے اپنی مہدویت کا اعلان کیا۔ جس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ امام جعفر صادق کے بیٹے اسمٰعیل کی اولاد میں ہے اور فاطمی علوی ہونے کی وجہ سے امامت کا اصلی حقدار ہے۔ رفتہ رفتہ اس نے غلبہ حاصل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۲۸۰ھ میں قیروان (مرکز افریقہ) کو بھی فتح کر لیا۔ ۲۹۵ھ میں جب اس کی قوت بڑھ گئی اس نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا

مہدی کی نگاہیں مصر کے زرخیز خطہ پر لگی ہوئی تھیں جس کو وہ اپنا مرکز بنانا چاہتا تھا لیکن اس کو لینے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اس وجہ سے قیروان کے متصل مہدیہ آباد کر کے فتح مصر تک اسی کو اپنا عارضی دارالخلافہ قرار دیا۔ ۳۰۱ھ کے آخر میں حباسہ کی قیادت میں مصر پر فوج بھیجی لیکن امیر مصر تکین خزری نے جس کی امداد کے لئے خلیفہ بغداد نے فوجیں بھیج دی تھیں اس کو شکست دے دی۔ ۳۰۷ھ میں پھر ابوالقاسم کی ماتحتی میں لشکر بھیجا۔ مگر وہ بھی شکست کھا کر واپس آگیا۔ ۳۲۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا ابوالقاسم محمد قائم بامراللہ خلیفہ ہوا۔ یہ اپنے باپ سے بھی زیادہ مصر کا آرزو مند تھا اسی سال بغداد میں راضی باللہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی جس نے محمد بن طغج کو مصر کا والی بنا کر بھیجا۔ اس نے وہاں جا کر احمد کیغلغ کو نکال دیا۔ وہ بھاگ کر قائم بامراللہ کے پاس پہنچا اور فتح مصر کے لئے اس کو آمادہ کیا اس نے ایک لشکر گراں بھیجا۔ ابن طغج نے ہر چند مدافعت کے لئے غربی حدود پر قلعے اور مورچے بنوائے لیکن فاطمی لشکر نے آکر اسکندریہ فتح کر لیا۔

(۱) معزالدین اللہ

۳۵۸ھ سے ۳۶۵ھ تک

۳۵۸ھ میں دولت اخشیدی کے خاتمہ پر قائم بامراللہ کا بیٹا ابو تمیم معد معزالدین اللہ کے لقب سے مہدیہ میں خلیفہ تھا جو برقہ سے مراقش تک اور مالطہ ساروینیہ۔ صقلیہ۔ نیز اکثر جزائر بحر متوسط پر قابض ہو چکا تھا۔ اس نے موقع دیکھ کر اپنے غلام جوہر کو جس نے فاس اور سجلماسہ وغیرہ کی فتوحات سے بڑی عظمت حاصل کر لی تھی ایک لاکھ سوار اور بے شمار مال و متاع اور ساز و سامان دے کر فتح مصر کے لئے روانہ کیا۔ مصر اس زمانہ میں سخت قحط میں مبتلا تھا جس میں تقریباً چھ لاکھ آدمی مر گئے تھے اور کوئی طاقت بھی وہاں موجود نہ تھی علاوہ بریں بہت سے امراء مصر فاطمی قبضہ کے خواہاں تھے اس لئے کوئی مدافعت نہیں ہوئی اور جوہر آکر قابض ہو گیا۔ ۱۲ شعبان ۳۵۸ھ کو امراء وزراء علماء و قضاۃ نے فسطاط کے دروازہ پر اس کا استقبال کیا جمعہ کے دن اس نے جامع عمرو بن عاص میں فاطمی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ عباسی سیاہ شعار کو اٹھا کر فاطمی سفید شعار مقرر کیا (بنی امیہ کا سبز شعار تھا)۔ اور اذان میں "حی علی خیر العمل" پکارنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بغداد کے نقشہ پر قاہرہ کی داغ بیل ڈالی۔ وسط میں خلیفہ کے لئے دو عظیم الشان قصر بنوائے اور جامع ازہر تعمیر کرائی۔

جب مصر پر تسلط ہو گیا تو جعفر بن صلاح کتامی کو فوج دے کر شام کی طرف بھیجا اس نے وہاں قبضہ کر کے سب سے فاطمی خلافت کی بیعت لی جو لوگ مخالف تھے ان کو گرفتار کر کے مصر بھیج دیا۔ ان فتوحات کے بعد جوہر نے معز کو مصر میں آنے کی دعوت دی وہ ۵ صفر ۳۶۲ھ میں مہدیہ سے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں میں قیام و شکار و سیر و تفریح کرتا ہوا ۲۴ شعبان کو اسکندریہ میں داخل ہوا جہاں جملہ طبقات کے لوگ اس کے استقبال کے لئے حاضر تھے۔ مجمع کے سامنے ایک طویل تقریر کی جس میں یہ کہا کہ مصر کے قبضہ سے زیادتی مال یا توسیع ملک ہم کو مقصود نہیں ہے بلکہ اقامت حق اور جہاد فی سبیل اللہ مد نظر ہے۔

معز اسکندریہ سے جیزہ میں آیا جہاں جوہر نے معہ فوج کے سلامی ادا کی۔ ۵ رمضان کو قاہرہ میں داخل ہوا اور قصر کبیر میں ایک عام جشن کیا جس میں لوگوں نے جمع ہو کر خوشی منائی اور اس کو مبارک باد دی۔ اس وقت سے قاہرہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔ قصر کبیر کا ایک حصہ گورستان کے لئے مخصوص کر کے اس میں اپنے آباء و اجداد کو دفن کرایا جن کی نعشوں کے تابوت اپنے ساتھ لایا تھا اس کے بعد سے خاندان خلافت کے جملہ اموات اسی میں دفن ہوتے رہے اور یہ قبرستان تربت زعفران کے نام سے مشہور ہوا۔ مصر میں سب سے پہلا مقدمہ جو اس کے سامنے پیش ہوا یہ تھا کہ کافور اخشیدی کی بیوی نے ایک یہودی پر دعویٰ کیا کہ میں نے موتی کی ایک قبا جو سونے کے تاروں سے بنی ہوئی تھی اس کے پاس امانت رکھی تھی اب یہ انکار کرتا ہے معز نے خانہ تلاشی کا حکم دیا۔ یہودی نے دیگ میں رکھ کر زیر زمین دفن کر دیا تھا سرکاری سپاہیوں نے برآمد کر لی مل جانے کے بعد اس عورت نے وہ قبا بطور نذر کے خلیفہ کے سامنے پیش کی لیکن اس نے ایک بیوہ کا مال لینا گوارا نہ کیا..... تمام حاضرین نے اس کے اس فعل کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

۳۶۳ھ میں قرامطہ نے حسن بن احمد کی قیادت میں مصر پر چڑھائی کی۔ معز نے ان کو لکھا کہ تم ہماری ہی امامت کی دعوت کو

لے کر کھڑے ہوئے تھے اب جب اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو پورا کر دیا اور اہل بیت کو خلافت دے دی تو بجائے حمایت کرنے کے مخالفت پر کیوں آمادہ ہو گئے مگر قرامطہ نے اس کی بات نہ سنی اور جنگ کے لئے بڑھے۔ حسن کا خیال یہ تھا کہ اس جدید طاقت کو جس نے ابھی تک رسوخ حاصل نہیں کیا ہے نکال کر اپنی بادشاہت قائم کر لے۔ معزان کی کثرت اور قوت سے سخت متردد ہوا۔ آخر وزیروں نے یہ تدبیر کی کہ حسان بن جراح عربی رئیس کو جو شام کے ایک حصہ کا امیر تھا اور قرمطیوں کے ساتھ ایک قوی جمعیت لے کر آیا تھا ایک لاکھ دینار دے کر توڑ لیا۔ چنانچہ مقابلہ کے دن اس نے میدان چھوڑ دیا حسن کی فوج یہ دیکھ کر بددل ہو گئی اور شکست کھا کر بھاگی۔ ابو محمد ابراہیم ان کے تعاقب میں بھیجا گیا جس نے بہتوں کو قتل کیا اور تقریباً ڈیڑھ ہزار کو پکڑ لایا جن کی گردنیں ماری گئیں۔

مصر میں خلافت فاطمیہ کے قیام سے جو قوی اور تازہ دم تھی عباسی خلفاء کا رتبہ گھٹ گیا اور چونکہ وہ مقابلہ سے عاجز رہے اس وجہ سے ان کے نسب پر طعن کرنے لگے تاکہ عوام میں ان کو نامقبول بنا دیں۔ علماء و اعیان و سادات کے دستخط سے ایک محضر تیار کرایا کہ یہ فاطمی نہیں ہیں مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا اس لئے کہ یہ خلافت محض نسب پر نہیں بلکہ طاقت پر قائم ہوئی تھی چنانچہ جس وقت معز قاہرہ میں داخل ہوا اس وقت سرکردہ سادات عبداللہ بن طباطبا نے اس سے اس کے نسب کی بابت سوال کیا بولا کہ میں اس کا جواب مجلس عام میں دوں گا۔ جب مجلس منعقد ہوئی اور جملہ سادات و اشراف جمع ہوئے اس وقت معز نے اپنی تلوار کھینچ لی اور کہا کہ یہ میرا نسب ہے پھر سب کے آگے اشرفیوں کے توڑے ڈال دیئے اور کہا کہ لو یہ میرا نسب ہے سب یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ ہم خادم اور غلام ہیں۔ معز نے ۱۱ ربیع الثانی یوم جمعہ ۳۶۵ھ کو انتقال کیا۔ ۴۵ سال کی عمر تھی اسی دن اس کے بیٹے نزار بن معد ابو منصور کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور اس کا لقب عزیز بدین اللہ رکھا گیا۔

(۲) عزیز بدین اللہ

۳۶۵ھ سے ۳۸۶ھ تک

اس کی ولادت ۱۴ محرم ۳۴۴ھ کو مہدیہ میں ہوئی تھی ۔ ۲۱ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا اس کے عہد میں فاطمی خلافت کا رقبہ اور بھی وسیع ہوا اور مکہ تک پہنچ گیا۔ اس نے کل فوج امیر جوہر کے ہاتھ میں دے دی اور کل سلطنت یعقوب بن یوسف کے جس کو اپنا وزیر مقرر کیا تھا اور خود عیش و عشرت میں مشغول ہوا۔ یعقوب منتظم ۔ مدبر اور ذی علم تھا۔ اس نے تمام دوا دین اور دفاتر باقاعدہ مرتب کئے اور ملک کا سارا انتظام درست کر دیا۔ علماء و فضلاء کا سرپرست تھا اور علوم و فنون کا مربی ۔ فقہ اور قرات میں کتابیں بھی تصنیف کی تھیں جن کو ہر جمعہ کے دن خود بیٹھ کر سناتا۔ ۳۸۰ھ میں وفات پائی ۔ خلافت فاطمی میں سب سے پہلا وزیر یہی تھا۔

۳۶۴ھ میں معز کے عہد میں ہفتگین شرابی نے جو معزالدولہ احمد بن بویہ کا غلام تھا اور بغداد سے شام میں آکر حمص پر قابض تھا دمشق میں جاکر ریان خادم کو جو فاطمیہ کی طرف سے حکم دار تھا نکال دیا۔ ۳۶۵ھ میں عزیز نے خلیفہ ہونے کے بعد جوہر کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا مگر ہفتگین نے قرامطہ کو ساتھ لے کر اس کو شکست دے دی وہ بھاگ کر عسقلان کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا اور محصور ہو گیا۔ آخر میں مجبور ہو کر جو کچھ مال و متاع تھا سب ہفتگین کے حوالہ کر کے جان بچا کر مصر آیا۔ عزیز اب خود فوج لے کر گیا اور سخت جنگوں کے بعد غلبہ حاصل کیا۔ ہفتگین روپوش ہو گیا عزیز نے اعلان کرایا کہ جو اس کو گرفتار کرائے گا اس کو ایک لاکھ دینار انعام دیا جائے گا۔ ہفتگین اپنے ایک دوست مفرج بن دغفل طائی کے گھر میں تھا۔ اس نے لالچ میں آکر اطلاع دی اور گرفتار کرا کے انعام حاصل کر لیا۔ مگر عزیز نے بہادری کی وجہ سے ہفتگین کی قدر دانی کی اور اس کو اپنے ساتھ مصر لایا اور عزت کے ساتھ رکھا ۳۷۲ھ میں اس نے وفات پائی۔ یعقوب کے بعد اس نے دو وزیر رکھے ایک عیسائی جس کا نام تھا عیسیٰ بن نسطورس ۔ دوسرا یہودی جس کو منشیا کہتے تھے ان دونوں نے اپنی اپنی قوموں کی حمایت شروع کی اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے۔ آخر میں شکایات ہوئیں جن سے معزول کئے گئے ۔ عیسیٰ سے تین لاکھ دینار تاوان بھی وصول کیا گیا۔ ۲۸ رمضان ۳۸۶ھ میں عزیز نے وفات پائی ۔ کریم الطبع اور شجاع تھا۔ شعر اور ادب سے دل چسپی رکھتا تھا۔ جامع ازہر میں اس کے عہد میں جملہ علوم و فنون کی تقریباً دو لاکھ کتابیں جمع کی گئیں۔

(۳) حاکم بامراللہ

۳۸۶ھ سے ۴۱۱ھ تک

عزیز کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور حاکم بامراللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا اس کا سن ساڑھے گیارہ سال تھا اس وجہ سے ارجوان خادم مدبر دولت قرار پایا۔ اس نے اکثر صوبوں کی امارتوں پر خدام خاص کو بھیج دیا۔ تین سال کے بعد جب وہ مقتول ہو گیا اس وقت حاکم نے عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس کی عقل میں فتور تھا جو آخر دم تک رہا چنانچہ اس کے اکثر احکام و اعمال سے دماغی خلل صاف ظاہر ہوتا ہے۔ ۳۹۱ھ میں دن کو کاروبار کرنے کی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ رات کو دکانیں کھلیں لوگ اس کے مطابق عمل کرنے لگے خود راتوں کو سڑکوں پر اور گلیوں میں گھوم گھوم کر دیکھتا تھا ایک بار دن کو نکلا دیکھا کہ ایک بڑھے نے دوکان کھول رکھی ہے۔ باز پرس کی اس نے جواب دیا کہ جب دن کو کاروبار ہوتا تھا تو اس وقت بھی تو بعض لوگ کبھی کبھی ضرورت کے موقع پر راتوں کو جاگتے تھے۔ یہ اسی قسم کی دن کی بیداری ہے یہ سن کر مسکرایا اور چلا گیا۔ علم کی اشاعت کے لئے بہت سے مدارس قائم کئے جن کے لئے علماء و فقہاء کو تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ پھر کچھ زمانہ کے بعد ان کو قتل کرا دیا اور مدرسے بند کرا دیئے۔ عورتوں کے متعلق فرمان شائع کیا کہ نہ وہ باہر نکلیں نہ کھڑکیوں سے جھانکیں نہ حماموں میں جائیں۔ اس میں ایسی سختی کی کہ جب کبھی ان کو حماموں میں دیکھتا تو دروازہ چنوا دیتا اور وہ مع بچوں کے اسی میں تڑپ تڑپ کر مر جاتیں۔

شراب مطلقاً اٹھا دی اور اس کے ظروف تڑوا دیئے شہر کے تمام کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا کار آمد گائے اور بیل کو بجز قربانی کے ذبح کرنا ممنوع قرار دیا۔ مچھلی کا شکار روک دیا اور ان پھلوں اور ترکاریوں کی خرید و فروخت بند کرا دی جو امیر معاویہ یا خلیفہ متوکل عباسی کو پسند تھیں اس بناء پر کہ یہ دونوں اہل بیت کے دشمن تھے قاہرہ کے دربانوں کو حکم دیا کہ نہ شہر میں گدھا آنے پائے نہ باب القاہرہ سے کوئی آدمی داخل ہو۔ عیسائیوں نے اس کے زمانہ میں بہت عروج پالیا تھا اور مسلمانوں پر ظلم کرنے لگے تھے۔ جب اس کے کان میں اس کی شکایتیں پہنچیں تو ان کے سرغنوں اور رئیسوں کو قتل کر ڈالا۔ اور کنیسے گروا دیے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کا کنیسہ قمامہ بھی منہدم کرا دیا۔ بعض مورخوں کا بیان ہے کہ عیسائیوں کے قتل اور کنیسوں کے انہدام کا سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں رومیوں نے شام پر حملے کر کے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کیا تھا اور مسجدیں توڑ ڈالی تھیں۔ اس کے انتقام میں حاکم نے ان کے ہم مذہبوں پر سختیاں کیں۔

۳۹۵ھ میں صحابہ کرام کے نام پر گالیاں لکھوا کر مساجد مقابر اور شوارع عام پر لگوائیں۔ اور ہر ہر صوبہ میں بھیجیں۔ لیکن لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے دو برس کے بعد اس کو بند کیا بلکہ اعلان شائع کیا کہ جو اس کا مرتکب ہوگا اس کو سزا دی جائے گی۔ اس زمانہ میں ایک شخص ضرار نامی ظاہر ہوا۔ جس نے ایک جدید شریعت نکالی جس میں نہ نماز تھی نہ روزہ نہ زکوٰۃ حج کے بدلے یمن میں مقام طالب کی زیارت نکالی تھی اور بہن بیٹی ماں وغیرہ کسی کے ساتھ نکاح حرام نہ تھا۔ ضرار کے ایک شاگرد حمزہ بن احمد نے جس کا لقب ہادی تھا۔ اس کی تبلیغ شروع کی حاکم بھی اس کی نصرت و حمایت کرنے لگا اس کے بعد غیب دانی کا بھی دعویٰ کیا اور کہا کہ

حضرت موسیٰ کی طرح اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی ہم کلام ہوتا ہے۔ چنانچہ روزانہ صبح جبل مقطم پر مناجات کے لئے جاتا تھا۔ اسی زمانہ میں کسی باطنی نے اس کو ایک کتاب لکھ کر دی جس میں یہ بیان تھا کہ روح الٰہی حضرت آدم میں آئی۔ ان سے حضرت علیؓ میں منتقل ہوئی۔ اب اس کا ظہور حاکم میں ہوا۔ اس بنیاد پر اس نے "خدائی" کا دعویٰ کر دیا اور مساجد میں حکم بھیجا کہ جس وقت خطبہ میں میرا نام لیا جائے تب لوگ سجدہ میں گر جائیں۔ نیز راستوں اور سڑکوں پر سے گزرتا تو لوگوں سے سجدہ کراتا۔ اپنے لقب حاکم بامراللہ کو بدل کر حاکم بامرہ کر دیا تھا۔ جہال کی ایک جماعت نے اس عقیدہ کو تسلیم بھی کر لیا چنانچہ آج بھی جبل دروز کے باشندے اس کی خدائی کے قائل ہیں۔ اہل مصر ان بے دینوں کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس کا مذاق اڑانے لگے اس نے غضبناک ہو کر غلاموں کو حکم دیا کہ شہر میں آگ لگا دیں۔ انہوں نے آتش زنی اور قتل و نہب شروع کیا۔ باشندوں نے مصاحف لے لے کر مسجدوں میں پناہ لی اور اللہ تعالیٰ سے استغاثہ کیا۔ آخر ایک ثلث شہر جل جانے کے بعد تیسرے دن یہ عذاب ان کے اوپر سے رفع ہوا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اس نے یہ بھی چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک مدینہ سے قاہرہ میں منتقل کرائے تاکہ اس کا پایہ تخت مقبول عام اور زیارت گاہ خاص و عام بن جائے۔ اس کام کے لئے اپنے ایک امیر ابوالفتوح کو مدینہ میں بھیجا۔ اور وہاں سخت مخالفت ہوئی اور اتفاق سے اسی روز ایک خوفناک آندھی بھی آئی جس کو لوگوں نے اسی ناپاک ارادہ کی نحوست قرار دیا۔ اس وجہ سے ابوالفتوح خوفزدہ ہو کر واپس چلا آیا اور حاکم کو اس کے انجام سے ڈرا کر باز رکھا۔

۴۱۳ھ میں حجرِ اسود پر اس کو توڑنے کے لئے جس مصری نے وار کئے تھے وہ بھی اسی کا درباری تھا۔ اس کے کچھ ریزے ٹوٹ کر گرے تھے جس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔

حاکم کے زمانہ میں ایک شخص ابورکوہ نے جو اپنے آپ کو بنی امیہ میں سے کہتا تھا کہ علم بغاوت بلند کیا۔ اس کے ساتھ بڑی جمعیت ہو گئی جس نے حاکم کی فوجوں کو بار بار شکستیں دیں۔ الفیوم کے ناحیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ آخر میں فضل بن صالح نے سخت لڑائیوں کے بعد اس کو گرفتار کر لیا۔ فضل پر ازراہ قدردانی بڑی مہربانی کا اظہار کیا۔ وہ بیمار ہوا تو اس کی عیادت کو گیا۔ مگر جب شفا پائی تو قتل کر ڈالا۔

اواخر شوال ۴۱۱ھ میں حاکم مفقود ہو گیا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ عام بیان یہ ہے کہ اس لے اپنی بہن پر تہمت لگا کر اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ مگر اس نے پتہ پا کر پیش قدمی کی اور اپنے غلاموں سے اس کو قتل کرا دیا۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ بنی حسن میں سے ایک شخص نے اس کے ملحدانہ خیال دیکھ کر غیرت دینی کے جوش میں جبل مقطم پر جہاں وہ مناجات کے لئے جایا کرتا تھا پہنچ کر اس کو مارا اور وہیں پیوند زمین کر دیا۔ حاکم کی یادگار جامع حاکمی ہے جس کی بنیاد عزیز نے ڈالی تھی۔ مگر تکمیل اس نے کرائی۔ حاکم میں باوجود اس شائبہ جنون کے علمی ذوق بھی تھا۔ چنانچہ اس نے بغداد کے بیت الحکمۃ کے مقابلہ پر اپنے قصر کے متصل دارالحکمۃ کے نام سے ایک عمارت بنوائی تھی جس میں ہر علم و فن کی کتابیں جمع کی تھیں تاکہ لوگ آکر مطالعہ کریں اور جس کتاب کی چاہیں نقل کر لیں۔ ناقلین کو جملہ سامان کتابت خود دارالحکومت سے دیا جاتا تھا۔ اس عمارت کا ایک حصہ اہل علم کے مناظرہ کے لئے مخصوص تھا۔ جس میں خود حاکم بھی شریک ہوتا اور جس کی تقریر یا قابلیت اس کو پسند آتی اس کو خلعت و انعام دیتا۔ حاکم کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مگر بحثوں میں نوبت جنگ و جدال تک پہنچنے لگی۔ نیز اہل بدعت اس کو اپنے خیالات کی اشاعت کا ذریعہ بنانے لگے۔ اس وجہ سے چھٹی صدی ہجری میں افضل بن امیر الجیوش نے اس کو بند کر دیا۔ مگر تھوڑے سے دنوں کے بعد ابن بطائحی نے وزارت کے منصب پر پہنچ کر پھر اجازت دیدی۔ سلطان صلاح الدین نے اپنے عہد میں اس کو مدرسہ شافعیہ بنا دیا۔ اس میں کتابوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔

(۴) ظاہر لاعزاز دین اللہ

۴۱۱ھ سے ۴۲۷ھ تک

حاکم کے مفقود ہونے کے بعد امراء فوج نے کئی دن تک خلاف معمول جب اس کو نہ دیکھا تو پانچویں روز اس کی بہن ست الملک کے پاس پہنچے اور کیفیت دریافت کی اس نے جواب دیا کہ خلیفہ کا رقعہ مجھے ملا ہے کہ پرسوں دربار کریں گے۔ یہ سن کر لوگ واپس آگئے۔

اس کے بعد ست الملوک نے ابن دواس کے ہاتھ ان لوگوں کے پاس بڑی بڑی رقمیں پہنچا دیں۔ اور تیسرے دن حاکم کے بیٹے ابوالحسن علی کو جس کی عمر ۱۶ سال تھی شاہی لباس پہنا کر دربار میں بٹھایا۔ ابن دواس نے اس وقت حاکم کی موت کا اعلان کیا اور ابوالحسن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان امراء نے بھی جن کے پاس اشرفیوں کے توڑے پہنچ چکے تھے اس کی تقلید کی پھر بیعت عام ہوئی اور ہر ہر صوبہ میں اعلان بھیج دیا گیا۔ ابوالقاسم علی بن احمد وزیر مقرر ہوا۔

ظاہر اگرچہ انصاف دوست تھا لیکن عیش پرست اور ضعیف الرائے۔ اس وجہ سے امراء نے اس پر قابو پالیا۔ سوائے مخصوص ارکان دولت کے کوئی اس سے مل نہیں سکتا تھا۔ استبداد سے مخلوق پر مظالم ہونے لگے۔ اور ملک میں ابتری پھیل گئی اوپر سے قحط اور وباء کی بلائیں نازل ہوئیں۔ اور گرانی اور قلاشی کی وجہ سے چوری اور رہزنی عام ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کا ایک حصہ تباہ و برباد ہو گیا۔ زراعت کی ترقی کے لئے ۴۱۷ھ میں خلیفہ کی طرف سے منشور عام تمام ملک میں شائع کیا گیا کہ کوئی گائے یا بیل جو کارآمد ہو ذبح نہ کیا جائے۔ اس کے زمانہ میں عیسائیوں پر سے وہ تمام قیود اٹھا دیئے گئے جو حاکم نے لگائے تھے۔ نیز کینسوں کی تعمیر کی بھی ان کو اجازت دیدی گئی۔ وسط رمضان ۴۲۷ھ میں ظاہر نے وفات پائی۔

(۵) مستنصر باللہ

۴۲۷ھ سے ۴۸۷ھ تک

ظاہر کے بعد اس کا بیٹا ابو تمیم معد جس کا سن سات سال کا تھا مستنصر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنایا گیا۔ یہ ایک حبشی کنیز کے شکم سے تھا۔ جس کو ظاہر نے ایک یہودی تاجر ابو سعید سہیل بن ہارون تستری سے خریدا تھا۔ بیعت کے بعد اس کی ماں نے اپنے قدیم مالک ابو سعید کو بلا کر مستشار دولت اور سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

مستنصر کی مدت خلافت جملہ خلفاء اور سلاطین اسلام سے زیادہ رہی یعنی ساٹھ سال۔ اور اس میں حوادث اور انقلابات بھی بہت پیش آئے۔ قیصر روم نے اس زمانہ میں اسلامی حدود پر پیہم حملے کر کے حلب پر قبضہ کر لیا۔ اور شام پر بھی نفوذ جمانے لگا۔ مستنصر نے ۴۲۹ھ میں اس کے ساتھ مصالحت کر لی۔ جس سے وہ حلب چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اس دیار میں امن قائم ہوا۔

۴۳۴ھ میں مصر میں ایک شخص سکین نامی نے دعویٰ کیا کہ وہ حاکم بامراللہ ہے۔ جو لوگ حاکم میں خدائی قوت مانتے اور اس کی رجعت کے قائل تھے۔ انہوں نے اس کا ساتھ دیا۔ جس کی ایک ظاہری وجہ بھی تھی کہ اس کی شکل حاکم سے بہت ملتی جلتی تھی اس نے اپنے اعوان و انصار کو لے کر دن دھاڑے قصر خلافت پر دھاوا کیا۔ آخر میں بڑی خوں ریزی کے بعد گرفتار ہوا اور سولی پر چڑھا دیا گیا۔ خلیفہ کی والدہ نے اس درمیان میں وزارت میں تبدیلی کی اور زمام حکومت احمد بن علی عنبری کے ہاتھ میں دی۔ پھر اس سے لے کر صدقہ علاجی کے سپرد کی لیکن وہ قتل کیا گیا۔ اور حسین جرجرائی اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ وہ بھی معتوب ہو کر نکالا گیا۔ آخر میں قاضی یازوری نے مستنصر کی رضامندی حاصل کی اور وزیر اعظم ہوا۔

معزالدولہ

اسی اثنا میں حلب میں اضطراب رونما ہوا۔ وہاں ۴۳۶ھ میں خلیفہ نے معزالدولہ کو والی بنا کر بھیجا تھا۔ اس نے استقلال کا دعویٰ کر دیا۔ خلافت سے متعدد فوجیں گئیں۔ لیکن ہزیمت اٹھاتی رہیں۔ معزالدولہ نے مصالحت کے لئے خلیفہ کے پاس اپنی ایک بیوی کو بھیجا۔ جس کے رعب حسن سے اس نے وہ سب کچھ لکھ دیا جو وہ لکھوانا چاہتا تھا اور حلب کا مستقل فرماں روا اس کو تسلیم کر لیا۔

افریقہ

مغرب و قیروان کا والی معز بن بادیس وزیر یازوری کی سختیوں سے تنگ آکر فاطمی خلافت سے باغی ہو گیا اور اس نے اپنے صوبہ میں عباسی خطبہ رائج کر دیا۔ قائم بامراللہ خلیفہ بغداد نے یہ سن کر اس کے پاس امارت کا فرمان اور خلعت بھیجا۔ اس وقت ملک مصر میں دو عربی قبیلے زائج اور بنی رباح باہم برسرپیکار تھے۔ وزیر نے ان دونوں کو متفق کرا کے معز بن بادیس کے مقابلہ میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم فتح یاب ہو جاؤ گے تو برقہ اور طرابلس تم کو دے دیا جائے گا۔ گو ان قبائل کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ مگر

انہوں نے جا کر تیس ہزار قیروانی فوجوں کو شکست دے دی۔ معز پھر دوسری فوج لایا اور سلسلہ وار چھ سال تک جنگ رہی۔
مستنصر کو امن مل گیا۔ اس نے ۴۴۱ھ قاہرہ میں بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرائیں۔ جامع عمرو بن عاص کی مرمت کی اور اس میں جدید منبر اور مینارے بنوائے۔ ۴۴۳ھ میں خلیفہ کی معز کی دونوں بیٹیوں راشدہ اور عبدہ نے انتقال کیا جن کی موت کا خلفاء فاطمیہ کو مدت سے انتظار تھا۔ ان میں سے پہلی نے ۲۷ لاکھ دینار کی ثروت اور دوسری نے بھی اس کے قریب دولت چھوڑی مستنصر کے لئے غنیمت بار دہ تھی۔

مشرق

۴۴۴ھ میں مشرق سے دو مختلف خبریں مصر میں موصول ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ خلیفہ عباسی نے ایک منشور شائع کیا ہے جس میں خلفائے فاطمیہ کے نسب کو صحیح نہیں مانا ہے۔ دوسری یہ کہ امیر یمن علی بن محمد صالحی نے عباسی خطبہ اٹھا کر اپنے یہاں فاطمی خطبہ جاری کر دیا۔ مستنصر کو اگر ایک خبر سے رنج ہوا تو دوسری سے خوشی۔ اس لئے خاموش رہا۔ ۴۴۶ھ میں مصر میں سخت قحط پڑا۔ اسی کے ساتھ طاعون بھی پھیلا جو شام بلکہ بغداد تک پہنچ گیا اور لاکھوں آدمی ہلاک ہوئے۔ ادھر رومیوں سے جنگ چھڑ گئی اس لئے مصریوں پر نہایت سختی گزر گئی۔ بلی اور کتے تک کھانے پڑے وہ بھی پانچ پانچ اور دس دس دینار میں میسر ہوتے تھے۔ وزیر کی کوششوں سے رفتہ رفتہ دوسرے صوبوں سے رسد آنے لگی جس سے یہ مصیبت کم ہوئی۔

بساسیری

۴۵۰ھ میں خلیفہ عباسی قائم بامراللہ کے ایک فوجی امیر بساسیری نے غلبہ اور قوت حاصل کر کے بغداد میں فاطمی خلیفہ کا خطبہ پڑھا اور سیاہ عباسی علم کو گرا کر سفید فاطمی جھنڈا نصب کیا۔ اسی کی تقلید واسطہ، کوفہ اور دیگر شہروں میں بھی کی گئی۔ خلیفہ عباسی نے بھاگ کر عربی امیر قریش بن بدران عقیلی کے پاس پناہ لی اور سلطان طغرل بک سلجوقی کو لکھا کہ آ کر اس فتنہ کو رفع کرے۔ اس نے پہنچ کر ۲۶ ذیقعدہ ۴۵۱ھ کو بغداد میں پھر عباسی خطبہ جاری کیا۔ بساسیری کی مدد کے لئے مستنصر نے ۵ لاکھ دینار۔ ساز و سامان ذخائر و اسلحہ مع ایک فوج گراں کے بھیجے تھے لیکن طغرل کی خبر پا کر مزید امداد سے دستکشی کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلجوقی فوجوں نے شکست دے کر اس کا سر کاٹ لیا۔ ورنہ سارا مشرق فاطمی خلافت میں آ چکا تھا۔

قضیہ حلب

حلب میں گو معز الدولہ مستقل رئیس ہو گیا تھا لیکن اس کا استقلال قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ عربی قبائل متفق ہو کر اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے متواتر حملوں سے تنگ آ کر اس نے مستنصر کو لکھا کہ حلب عباسیوں کے حوالہ کر دیا جائے اور مجھے اس کی بجائے کسی ایسی امارت پر بھیجا جائے جو ان عربوں کی دسترس سے باہر ہو۔ مستنصر نے اس کی درخواست منظور کر کے بیروت کی ولایت کا فرمان بھیج دیا اور حلب پر اپنے ایک سپہ سالار مکین الدولہ کو مقرر کیا۔ اس نے وہاں جا کر عربوں سے مصالحت کی اور امن قائم کیا۔ لیکن بنی کلاب کا رئیس محمود مخالف رہا۔ اس نے مکین الدولہ کو محصور کر لیا۔ مکین الدولہ نے مستنصر سے مدد مانگی۔ اس نے ناصر الدولہ حمدانی کو بھیجا۔ محمود نے اس کو بھی شکست دی اور حلب پر قبضہ کر لیا۔ مستنصر نے مناسب سمجھا کہ محمود کو حلب کا امیر تسلیم کر لے۔ چنانچہ امیر الامراء کا خطاب مع خلعت و فرمان ولایت کے اس کے پاس بھیج دیا اور ناصر الدولہ کو شکست کی تلافی کے لئے دمشق کا والی مقرر کر دیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد برطرف کر کے اس کی جگہ بدر جمالی کو بھیجا۔

مصر میں وزیر یازوری نے نصاریٰ پر تشدد کیا۔ جس سے ایک شور عام برپا ہو گیا۔ خلیفہ نے اس کو موقوف کر کے ابو الفرج بلبلی کو بلایا۔ دو مہینہ کے بعد عبداللہ بن یحییٰ مقرر ہوا۔ پھر سلسلہ وار تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ۱۲ سال کے عرصہ میں ۳۵ وزیر بدلے۔ اس سے مہمات میں پیچیدگیاں پڑ گئیں اور روزانہ خلیفہ کے پاس عمال کی اس قدر شکایتیں موصول ہونے لگیں کہ وہ حیران رہ گیا۔ کاروبار تمامتر معطل ہو گئے کیونکہ امراء کو ان شکایات کی جوابدہی سے اپنے فرائض ادا کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ بہت سے لوگ مناصب چھوڑ بیٹھے اور ترک وطن کر کے دوسرے ملکوں میں چلے گئے۔

مزید وضاحت کے لئے اس موقع پر ضرورت ہے کہ خلافت فاطمیہ کی فوجی کیفیت مختصراً بیان کر دی جائے۔

افواج فاطمیہ

جس طرح بنی امیہ کی خالص عربی حکومت سے غیر قومیں بیزار تھیں اور بنی عباس نے موقع دیکھ کر خراسان میں اپنی امامت کی دعوت پھیلائی اور ان کی مدد سے خلافت حاصل کی۔ اسی طرح فاطمیئن نے بغداد سے فاصلہ پر افریقہ کو اپنی دعوت کا مرکز قرار دیا۔ اقوام بربر جو جنگ اور عقیدہ دونوں میں سخت تھیں۔ ان کی حمایت کے لئے تیار ہو گئیں کیونکہ بغدادی خلافت ان کو ہمیشہ محکوم رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ حالانکہ ان کے ہاتھوں مغربی افریقہ اور ماورائے بحر کے جملہ ممالک فتح ہوئے تھے جن کی وجہ سے ان کے حقوق بہت بڑے تھے۔

جب عبیداللہ مہدی وہاں پہنچا اور اس نے عباسیوں کے مقابلہ میں فاطمی خلافت کی دعوت شروع کی تو قبائل بربر خاص کر کتامہ صہناجہ اور ہوارہ اس انقلاب کے لئے جس میں ان کو اپنا فائدہ نظر آتا تھا اس کی مدد کو آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ۲۹۷ھ میں جب یہ دولت قائم ہو گئی تو مہدی مذکور نے تمام امراء اور ارکین دولت انہیں میں سے منتخب کئے۔ یہی حال اس کے بیٹے قائم بامر اللہ اور پوتوں منصور بنصراللہ اور معزالدین اللہ کے عہد تک رہا۔ بربر نے نہ صرف افریقہ سے عباسی حکومت اٹھا دی بلکہ سارے مغربی صوبے اور بحر متوسط کے تمام جزائر فتح کر کے فاطمی مقبوضات میں شامل کر دیئے۔ پھر معز کے عہد میں مصر اور شام کو بھی قبضہ میں لائے۔ عزیز باللہ نے ۳۶۵ھ میں مصر میں بھی عباسیوں کی طرح ترکوں اور دیلمیوں کی ایک بڑی تعداد کو فوج میں بھرتی کیا۔ اب ان میں اور بربر میں باہمی منافقت شروع ہوئی۔

عزیز کے بعد حاکم خلیفہ ہوا۔ اس کو بھی بربر کی خیر خواہی پر زیادہ اعتماد تھا۔ اسی وجہ سے ابن عمار کتامی کو اپنا مشیر ناصح سمجھ کر حاجب خاص مقرر کیا۔ ترکوں اور دیلمیوں نے جو عزیز کے زمانہ میں محترم تھے اس کو گوارا نہ کیا اور ابن عمار کی تذلیل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر اپنے عہدہ سے دست بردار ہو گیا۔ اس کی جگہ ارجوان آیا۔ جس نے محل کے اندر اور باہر سے بربر کو نکال کر ترکوں کو متعین کیا اور صوبوں کی ولایتیں بھی انہی کو دیں۔ یانس خادم کو برقہ۔ میسور خادم کو طرابلس اور یمنا خادم کو غزہ و عسقلان۔ حاکم کے مزاج کو بدلنا کیا مشکل تھا۔ اس کو بھی بربر کا دشمن بنا دیا۔ اس نے ابن عمار اور بڑے بڑے بربری رئیسوں کو قتل کر ڈالا جس سے ان کی شوکت جاتی رہی اور ترک مسلط ہو گئے۔ ظاہر کے عہد میں بھی یہی حالت رہی۔ جب مستنصر باللہ خلیفہ ہوا تو اس کی ماں نے جو حبشی تھی تمام غلام اپنی ہی قوم کے رکھے اور فوج میں بھی کثرت سے انہیں کو بھرتی کرایا۔ اب ترکوں اور ان حبشیوں میں عداوت پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے بڑی بڑی لڑائیاں پیش آئیں۔

مستنصر کا دستور تھا کہ قافلہ حجاج کے ساتھ حج کے لئے نکلتا اور پہلی منزل برکہ عمیرہ میں پہنچ کر رات بھر شراب و کباب کی

محفل گرم رکھتا۔ صبح کو اپنے ہمراہیوں سمیت واپس آجاتا۔ ۴۵۴ھ میں اسی مقام پر اس کے حشم میں سے ایک ترک نے مستی کی حالت میں تلوار کھینچ کر ایک حبشی غلام پر جو خلیفہ کے محافظوں میں سے تھا۔ وار کیا اس کے ساتھیوں نے اس ترک کو قتل کر ڈالا۔ اس پر سارے ترک بگڑ بیٹھے اور جا کر مستنصر سے کہا گیا کہ اگر یہ قتل آپ کے حکم سے ہوا ہے تو ہم مجبور ہیں ورنہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے حکم سے ہوا ہے نہ رضامندی سے۔ یہ سن کر ترک حبشیوں پر ٹوٹ پڑے۔ فریقین میں دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر میں اس بات پر صلح ہوئی کہ ملزم ترکوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس کے بعد قاہرہ واپس آئے مگر دونوں طرف کینہ دلوں میں بڑھتا رہا۔

ناصر الدولہ

شیدیوں کا پشت پناہ وزیر یازوری تھا۔ ترکوں نے اپنا رئیس ناصر الدولہ حمدانی کو بنایا جو اگرچہ عرب تھا لیکن دمشق کی ولایت سے معزول ہونے کے بعد سے خلیفہ اور وزیر دونوں کا نہانی دشمن اور قاہرہ میں ان کی تاک میں فرصت کا منتظر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھ چند عربی قبائل کو بھی متفق کر لیا۔ شیدیوں نے جب دیکھا کہ ترکوں کا جتھا بڑا قوی ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو قاہرہ چھوڑ کر بالائی مصر کی طرف چلے گئے اور وہاں کے اکثر باشندوں کو اپنے ساتھ ملا لیا جس سے ان کی جمعیت پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب وہ قاہرہ کی طرف پلٹے۔ ترکوں نے نکل کر مقام کوم شریک میں کمین گاہیں بنائیں اور ان میں چھپ رہے۔ جب ان کا جھنڈ سامنے آیا اس وقت نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ بہت سے شیدی مارے گئے اور کچھ غرق ہوئے اور جو بچے وہ بھاگ نکلے۔
مستنصر کی والدہ علی الاعلان اپنی قوم کی طرفدار تھی۔ اس پر یہ ہزیمت نہایت شاق گزری اس لئے اس نے شیدیوں کو ہر قسم کی مدد پہنچائی۔ وہ پھر ترکوں کے مقابلہ میں آگئے۔ مختلف مقامات پر فریقین میں لڑائیاں ہوئیں۔ آخر میں دونوں تھک کر بیٹھ رہے۔ مگر دلوں میں عداوت بدستور مضمر رہی۔

ترکوں کی تعداد دن بدن بڑھتی گئی۔ اکثر امارتوں پر بھی قابض ہو گئے اور ان کی تنخواہیں بجائے ۲۸ ہزار کے ۴ لاکھ دینار ماہانہ تک پہنچ گئیں۔ خلیفہ ادا کرنے سے قاصر رہا۔ انہوں نے تقاضوں سے اس کا ناک میں دم کر دیا۔ یہاں تک کہ ۴۵۷ھ میں پیدل بھاگ کر جامع عمرو بن عاص میں پناہ لی اور ارادہ کیا کہ سلطنت چھوڑ دے۔ لیکن ارکان دولت سمجھا بجھا کر واپس لائے۔ ۴۵۹ھ میں ترکوں کی سختیاں اور بڑھ گئیں۔ خلیفہ کی والدہ نے شیدیوں کو پھر ان کے مقابلہ میں اٹھایا۔ مقام جیزہ میں فریقین میں جنگ ہوئی جس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ آخر میں ترک غالب آگئے۔ ناصر الدولہ ان کو لئے ہوئے قاہرہ میں پہنچا اور خلیفہ سے سختی کے ساتھ پیش آیا۔
شیدیوں نے پھر پندرہ ہزار کی جمعیت فراہم کی اور ترکوں کے مقابلہ میں آگئے۔ ناصر الدولہ نے نہایت غضبناک ہو کر ان پر چڑھائی کی۔ متعدد جنگوں کے بعد نتیجہ یہ ہوا کہ بالائی مصر شیدیوں کے ہاتھ میں رہا اور نشیبی ناصر الدولہ کے۔ مستنصر وزراء اور امراء کے ساتھ مل کر اپنے نفوذ اور اقتدار کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن نہ کسی کی نگاہ میں اس کی وقعت تھی نہ کوئی اس کو خلافت یا سلطنت کا اہل سمجھتا تھا۔

مرکز میں ادھر یہ خلفشار تھا ادھر بدر جمالی نے شام میں اپنے استقلال کا اعلان کر دیا اور امیر یمن صالحی جس نے فاطمی خطبہ جاری کیا تھا قتل کر دیا گیا۔ جس کے بعد یمن میں پھر عباسی خطبہ پڑھا جانے لگا۔ مستنصر نے امیر الامراء محمود والی حلب کو لکھا کہ آ کر ترکوں کو نکال دے۔ اس نے جواب دیا کہ ترک مجھ سے زبردست ہیں وہ مجھ ہی کو نکال دیں گے۔ اس جواب سے خفا ہو کر بدر جمالی کو فرمان بھیجا کہ حلب پر قبضہ کرے اس نے یہ حکم پاتے ہی اس طرف دھاوا کر دیا۔ ناصر الدولہ شیدیوں کے مقابلہ میں بڑھا۔ انہوں نے بار بار اس کو شکستیں دیں۔ مگر آخر میں ہزیمت اٹھائی جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ ناصر الدولہ قاہرہ میں آیا اور خلیفہ اور اس کی ماں کی شیدیوں کے حامی ہونے کی وجہ سے تحقیر شروع کی۔ ترکوں کی تنخواہیں نہیں ملی تھیں اس وجہ سے انہوں نے خلیفہ کو مجبور کیا

کہ قصر کا سامان فروخت کر کے ادا کرے۔ چنانچہ سارے امتعہ و ذخائر اس کو بیچنے پڑے جس کو خود انہیں ترکوں نے سستے دام تجویز کر کے لے لیا۔ یہاں تک کہ کتب خانہ سے کتابیں اور قبرستان سے قدیم خلفاء کی یادگاریں بھی اٹھا لے گئے۔ مؤرخین نے ان ذخائر کی حیرت انگیز فہرستیں لکھی ہیں اور ان کی قیمتوں کا اندازہ کروڑوں دینار لگایا ہے۔

ناصر الدولہ چاہتا تھا کہ مستنصر کو تخت سے اتار دے لیکن اس کے لئے موقع نہیں پاتا تھا۔ ۴۶۱ھ میں ایک دن ایوان وزارت سے نکلتے ہوئے کسی نے اس کو خنجر مارا۔ ضرب اوچھی پڑی تھی چند دنوں میں اچھا ہو گیا۔ اب اس نے مشہور کیا کہ یہ حملہ مستنصر کے اشارہ سے ہوا ہے اور علی الاعلان کہنے لگا کہ ایسا فاسق، فاجر، شراب خور شخص خلافت کے قابل نہیں۔

اس زمانہ میں شریف ابو طاہر علوی جس کو بدر جمالی نے شام سے نکال دیا تھا قاہرہ میں تھا۔ اس کے زہد و تقویٰ کے لوگ بہت قائل تھے۔ ناصر الدولہ نے اس کے ساتھ ساز باز کیا اور کہا کہ میں تم کو خلیفہ بنا دوں گا لیکن خطرہ صرف بدر جمالی سے ہے اگر تم جا کر اس کو کسی صورت میں قتل کر دو تو معاملہ آسان ہے۔ شریف اس کے لئے تیار ہو گیا اور ایک شامی اور ایک عربی امیر کو بھی اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ ناصر الدولہ نے ان تینوں کو چالیس ہزار دینار دے کر دمشق کی طرف رخصت کیا۔ وہاں جا کر انہوں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ مگر بدر جمالی بیدار تھا اس نے سب کو پکڑ لیا اور شریف مذکور کی کھال کھینچوا لی۔ ناصر الدولہ پھر بھی مستنصر کی معزولی کی کوشش میں لگا رہا جب اس نے کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو مقابلہ کی کوشش کی اور ناصر الدولہ کو لکھا کہ ہم نے جس قدر تمہارے ساتھ احسانات کئے اسی قدر تمہاری ناشکری اور سرکشی بڑھتی گئی۔ تم نے ہماری فوجوں کو مخالف بنا دیا اور ہماری عداوت اور تحقیر میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس لئے ہمارا شہر چھوڑ دو۔ جو کچھ مال و متاع چاہو لے کر نکل جاؤ تم کو امان ہے اور اگر نہ نکلے تو سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

ایلدکز

مستنصر نے امیر ایلدکز کو جو ناصر الدولہ کا سخت دشمن تھا اپنے ساتھ متفق کر لیا اور مغاربہ، بربر اور بعض عربی رؤسا اور ان کے قبائل کو بھی اس طرح اس کے پاس ایک جمعیت ہو گئی جس نے حمایت کی بیعت کی۔ ناصر الدولہ تاب مقاومت نہ دیکھ کر قاہرہ سے نکلا اور جیزہ کی طرف چلا۔ خلیفہ کے حامیوں نے اس کا گھر لوٹ لیا۔ اس کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور ہر طرف فتح کا اعلان کر دیا۔ جس سے بقیہ تمام لوگ جمعیت میں شامل ہوگئے۔ ناصر الدولہ نے اسکندریہ میں جا کر پناہ لی اور وہاں جا کر مستنصر کے خلاف نفرت پھیلانے لگا۔

اس زمانہ میں مصر سخت قحط میں مبتلا تھا اور متواتر پانچ سال سے پیداوار نہیں ہوئی تھی جس کی وجہ سے فسطاط اور قاہرہ میں لوگ بھوکوں مرتے تھے۔ ناصر الدولہ نے نشیبی مصر کا سارا غلہ فراہم کر لیا اور ایک قوی جماعت لے کر قاہرہ پر چڑھائی کی۔ شدت قحط سے مستنصر فوج کا سامان نہ کر سکا اور مجبور ہو گیا کہ شہر کا دروازہ کھول دے۔

ناصر الدولہ نے داخل ہو کر پھر اس کی تحقیر و تذلیل شروع کی اور اپنے پرانے مطالبات کی وصولی کے لئے ایک آدمی اس کے پاس بھیجا۔ قحط اور ناداری سے خلیفہ کا یہ حال تھا کہ قصر کبیر میں بوریا کے فرش پر ایک بوسیدہ چادر لپیٹے بیٹھا ہوا تھا۔ تین شیدی اس کی خدمت میں تھے جو تقریباً نیم برہنہ تھے اس نے قاصد سے کہا کہ کیا ناصر الدولہ کے لئے یہ کافی نہیں کہ میں اس محل میں اس چٹائی پر اسی حالت میں بیٹھا ہوا ہوں کہ نہ پہننے کو کپڑا میسر ہے نہ سد رمق کو کھانا۔ رقم کہاں سے لاؤں۔ فرستادہ رو پڑا اور واپس جا کر ناصر الدولہ کو یہ کیفیت سنائی۔ اس کو بھی ترس آ گیا اور اس نے خلیفہ کے گزارے کے لئے ایک رقم بھیج دی۔ ۴۶۵ھ میں ایلدکز نے ناصر الدولہ کے ساتھ ظاہر میں مصالحت کر لی۔ مگر باطن میں اس کے خون کا پیاسا رہا۔ چنانچہ اپنے ایک ہمراز کو لے کر ایک دن اس کے مکان پر گیا اور موقع پا کر اس پر تلوار کا وار کیا۔ وہ گھبرا کر حرم کی طرف بھاگا لیکن وار کاری پڑا تھا گر گیا۔ ان دونوں نے اس کا سر

کاٹ لیا۔ اس کے بعد ایلدکز نے ایک آدمی کو بھیج کر اس کے بھائی فخرالعرب کو بھی قتل کرا دیا۔ جس سے مصر میں حمدانیوں کا چراغ گل ہو گیا۔ لیکن مستنصر کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ ایلدکز کا استبداد ناصرالدولہ سے بھی سخت تھا۔ اس لئے اس نے مخفی طور پر بدر جمالی والی شام کو لکھا کہ تم آکر اس مصیبت سے مجھ کو رہائی دلاؤ۔

بدر جمالی

بدر جمالی ارمنی نژاد اور امیر جمال الدولہ کا زر خرید غلام اور اسی کی طرف منسوب تھا۔ چونکہ متعدد مواقع پر اس سے شہامت اور بسالت کے جوہر کا ظہور ہوا تھا۔ اس وجہ سے امراء خلافت میں امتیاز رکھتا تھا۔ خلیفہ نے شام کی ولایت اس کے سپرد کی تھی جس میں اس نے اپنے استقلال کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ خط پہنچتے ہی اپنی منتخب سپاہ کو ساتھ لے کر مصر کی طرف آیا۔ ۲۹ جمادی الاول ۴۶۷ھ کو وہاں داخل ہو کر ترکی امراء کو قتل کیا اور ان کے محلات و اموال کو قبضہ میں لایا۔ پھر اسکندریہ میں جا کر مخالفین کو فنا کیا اور جہاں جہاں وہ بھاگے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پکڑا۔ سارے ملک پر اس کا رعب غالب آگیا۔ خلیفہ نے اس کو ملکی اور فوجی دونوں وزارتوں کا عہدہ دیا اور بڑے بڑے خطابات بخشے۔ اس نے ہر طرف امن قائم کیا۔ کاشتکاروں اور فلاحوں کو جو مدت سے خستہ حال ہو رہے تھے اطمینان دلایا۔ جابجا پلوں کی مرمت کرائی۔ مقیاس النیل کو درست کیا۔ تجارت کو فروغ دیا جس سے سارا ملک خوشحال ہو گیا اور خلیفہ کی دینی عزت اور دنیاوی سطوت پھر قائم ہو گئی۔ یہاں تک کہ اہل مکہ نے اس کی بیعت کی اور اس کے نام کا خطبہ پڑھنے لگے۔ حالانکہ وہاں پانچ سال سے عباسی خطبہ رائج تھا۔

دمشق سے بدر جمالی کے چلے آنے کے بعد اتسز ترکمانی نے وہاں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی اور اسی پر بس نہ کیا بلکہ بیس ہزار فوج لے کر مصر پر بھی چڑھائی کی اور قاہرہ کے متصل پہنچ گیا۔ بدر جمالی نے فوجوں کو مسلح کر کے اچانک پہنچ کر اس کو ایسی شکست دی کہ دمشق بھی ہاتھ سے چھین لیا۔ بدر جمالی کے حسن انتظام سے ملک میں آبادانی اور پیداوار میں ترقی ہو گئی۔ ۴۸۳ھ میں اس نے بندوبست کرایا۔ باوجود شرح لگان میں کمی کر دینے کے ۳۱ لاکھ سالانہ دینار وصول ہونے لگے۔ حالانکہ اس سے پہلے فاطمیہ نے کبھی ۲۸ لاکھ سے زیادہ تحصیل نہیں کی تھی۔

اوائل ذی حجہ ۴۸۷ھ میں بیس سال امارت کرنے کے بعد اس نے مصر میں وفات پائی۔ اس کی شہامت، سخاوت، رعایا پروری، علم اور علماء کی قدر افزائی اور سب سے بڑھ کر بیدار مغزی اور مخلوق کی بہی خواہی کی وجہ سے سب کے دلوں میں اس کا احترام تھا اور لوگ اس کو احمد بن طولون کے درجہ کا امیر سمجھتے تھے۔ اسکندریہ کی جامع عطارین اسی کی تعمیر کردہ ہے۔ قاہرہ کی فصیل بھی اس نے از سر نو درست کرائی تھی۔ شعر سے بھی ذوق رکھتا تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے شعراء تھے۔ جن میں سے علقمہ نے خاص طور پر شہرت پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا شاہنشاہ افضل امیرالجیوش ہوا۔ اس کو بھی وہی القاب دیئے گئے جو اس کے باپ کے تھے۔

وفات مستنصر

بدر جمالی کے انتقال کے چند روز بعد ذی حجہ ۴۸۷ھ میں مستنصر نے بھی وفات پائی۔ اسی سال کے آغاز میں بغداد کے ستائیسویں عباسی خلیفہ مقتدی نے انتقال کیا تھا۔ وفات کے وقت مستنصر کی عمر ۶۷ سال تھی۔ جس میں پورے ۶۰ سال اس نے خلافت میں گزارے تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ خلافت کی اہلیت اس میں مطلقاً نہ تھی، نہ کسی کام کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس پر عیب یہ کہ کان کا کچا جو شکایت سنتا صحیح سمجھتا۔ اسی وجہ سے اس کے خیر خواہ بہت کم لوگ تھے۔

جزیرہ صقلیہ

اسی کے عہد میں صقلیہ جو سلطنت فاطمیہ کا ایک بیش قیمت اور زرخیز صوبہ تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ صقلیہ کو تیسری صدی کے آغاز میں زیادۃ اللہ اغلبی نے فتح کیا تھا۔ ان سے فاطمیہ کو ملا۔ مرکز خلافت سے بعید ہونے کی وجہ سے جو والی وہاں بھیجا جاتا وہ استقلال کا دعویٰ کر دیتا۔ اس جزیرہ میں فرنگی بھی تھے جو اپنے اہل ملک کو مسلمانوں کے خلاف حملوں کے لئے بلاتے رہتے تھے۔ والیوں میں ان کی مدافعت کی طاقت نہ ہوتی تھی۔ اس وجہ سے وہاں ہمیشہ اضطراب رہتا تھا۔ خود مسلمان بھی باہم متفق نہ تھے بلکہ دو متضاد گروہ تھے۔ جو ایک دوسرے سے برسر پرخاش رہتے تھے۔ ان میں سے ایک جماعت کا رئیس ابو تمامہ تھا۔ اس نے دوسرے فریق سے شکست کھا کر مقام کاتان میں جس پر ۴۴۲ھ میں فرنگیوں نے قبضہ کر لیا تھا پناہ لی اور ان سے مدد کا خواستگار ہوا۔ وہ تو اسی دن کے آرزو مند تھے فوراً تیار ہوگئے۔ دوسرے گروہ نے والی قیروان معزبن بن بادیس سے مدد چاہی۔ اس نے فوج بھیجی۔ لڑائی میں ابو تمامہ غالب آیا۔ مگر یہ غلبہ دراصل اس کے حامی فرانسیسی سپہ سالار رودجر اول کا تھا جس نے سارے جزیرہ پر قبضہ کر کے ۴۵۳ھ میں اپنی حکومت قائم کر لی اور اسلامی حکومت کو اٹھا دیا۔

(۶) مستعلی باللہ

۴۸۷ھ سے ۴۹۵ تک

مستنصر نے تین بیٹے چھوڑے تھے ۔ نزار ۔ احمد اور اسماعیل ان میں سے نزار جو سب سے بڑا تھا ۔ شجاع اور تنومند تھا ۔ اس کے ساتھ امراء کی ایک جماعت بھی تھی ۔ لیکن امیر الجیوش افضل کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہ تھے ۔ ایک بار شہر کے دروازہ سے گزرتے ہوئے افضل سامنے آگیا ۔ اس نے ڈانٹ کر کہا کہ ارمنی گھوڑے سے اتر جا ۔ اس وجہ سے افضل نے مستنصر کے مرنے کے بعد اس کے دوسرے بیٹے ابوالقاسم احمد کو تخت نشین کرا کے امراء سے بیعت لے لی او راس کا لقب مستعلی باللہ رکھا ۔ نزار کو بھی بلایا کہ بیعت کرے ۔ اس نے مخالفت کی اور کہا کہ میرا ہاتھ بھی کاٹ لیا جائے تب بھی میں بیعت نہیں کروں گا ۔ میرے پاس خلیفہ کے قلم کا لکھا ہوا ولی عہدی کا فرمان موجود ہے ۔ یہ کہہ کر فرمان لینے گیا ۔ اس کے اعوان و انصار نے کہا کہ اب فرمان لے جا کر دکھانے سے بھی کچھ نہ ہوگا ۔ اور یہ گرہ بلا تلوار کے نہیں کھلے گی ۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اسکندریہ نکل چلیں اور وہاں سے سامان کر کے آئیں اور خلافت کریں ۔ چنانچہ وہ امیر ابن مصال کو ساتھ لئے ہوئے بھیس بدل کر اسکندریہ کو نکل گیا ۔ وہاں کا والی نصرالدولہ افتگین تھا جس کو بدر جمالی نے امارت کے رتبہ پر پہونچایا تھا ۔ رات کے وقت اس کے پاس گیا اور وزارت کی امید دلا کر اس کو اپنے ساتھ متفق کر لیا

افضل نے لشکر کشی کی ۔ اسکندریہ کے باہر محرم ۴۸۸ھ میں مقابلہ ہوا ۔ افضل ہزیمت اٹھا کر بھاگا ۔ نزار سواحلی علاقوں پر قابض ہو گیا ۔ افضل دوبارہ فوج لے کر گیا اور اسکندریہ میں محصور کر لیا ۔ شدت محاصرہ سے تنگ آکر ابن مصال معہ اپنے مال و منال کے مغرب کی طرف بھاگ گیا ۔ نزار اور افتگین گرفتار ہوئے اور قاہرہ میں لا کر قتل کئے گئے ۔ ۱۷ صفر ۴۹۵ھ میں مستعلی نے قاہرہ میں وفات پائی ۔ اسی کے عہد میں اہل یورپ نے صلیبی جنگ شروع کی اور جوق در جوق آکر الجزیرہ اور شام پر قابض ہو گئے ۔ دولت فاطمیہ کے رقبہ میں بیت المقدس بھی تھا ۔ ۲۲ شعبان ۴۹۲ھ میں چالیس دن کے محاصرہ کے بعد اس میں بھی داخل ہو گئے اور سارے مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالا ۔ اس کے بعد مصر کی طرف بڑھے امیر الجیوش نے سعد الدولہ کی قیادت میں ایک فوج بھیجی جس نے عسقلان کی فصیل کے نیچے شکست دے کر ان کا رخ مصر کی طرف سے پھیر دیا ۔

چونکہ جنگ صلیبی کا تعلق تاریخ مصر کے ساتھ مسلسل دو سو سال تک چلا جائے گا اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر اختصار کے ساتھ ان حملوں کی تفصیل بیان کر دی جائے گا کہ آئندہ واقعات سمجھنے میں آسانی ہو ۔

حروب صلیبیہ

سلجوقیوں نے جب قونیہ میں اپنی سلطنت قائم کر لی اور ارض روم سے عیسائیوں کا تسلط اٹھا دیا اس وقت ایک فرانسیسی راہب بطرس نامی نے جو مقامات مقدسہ کی زیارت کو آیا تھا ۔ پاپائے روم اربانس کے پاس جا کر فریاد کی ۔ اسی وجہ سے یہ لڑائیاں

جیسا کہ ہم حصہ پنجم میں لکھ چکے ہیں ارض مقدس آثار مسیح کی حفاظت کے نام سے یورپین کلیسا نے دینی عداوت اور تعصب کی بنیاد پر مسلمانوں کے ساتھ شروع کیں جن کا سلسلہ ۴۹۰ھ سے ۶۹۰ھ پورے دو سو سال تک قائم رہا۔ اس مدت میں صلیبیوں کی آٹھ یورشیں ہوئیں۔

(۱) پہلی صلیبی فوج اگست ۱۰۹۲ء مطابق ۴۸۹ھ میں یورپ سے روانہ ہوئی جا بجا لوٹ مار کرتی اور ہنگری اور بلغاریہ کے باشندوں سے لڑتی ہوئی بہزار خرابی ایشیائے کوچک میں پہنچی۔ وہاں سلطان قلیج ارسلان سلجوقی کی فوجوں نے ان سب کو ختم کر دیا۔ اس کی تباہی کی خبر سے یورپ میں کہرام مچ گیا۔ پاپائے روم اور راہبوں کی کوشش سے فرانس اور اطالیہ سے امراء اور شاہزادوں کی قیادت میں متعدد فوجیں روانہ ہوئیں جن کی تعداد سات لاکھ سے کم نہ تھی۔ انہوں نے آکر انطاکیہ رہا اور بیت المقدس کو فتح کر کے تین ریاستیں قائم کر لیں۔

(۲) دوسری یورش ۵۴۲ھ میں ہوئی جبکہ سلطان نورالدین زنگی نے صلیبیوں پر سخت حملے شروع کئے اور رہا کو جوان کا ایک بڑا مستقر تھا فتح کر لیا۔ صلیبیوں پر اس کا ایسا رعب غالب آگیا کہ وہ مقابلہ سے ہمت ہار بیٹھے۔ اور اوجانیوس پاپائے روم کے پاس فریاد کی کہ اہل یورپ کو امداد کے لئے بھیجے۔ اس نے تمام یورپین ممالک میں مذہبی جنگ کا اعلان کیا۔ چنانچہ اطالیہ، فرانس جرمنی آسٹریا نیز انگلستان سے جوق در جوق صلیبی فدائی جمع ہو کر روانہ ہوئے۔ شاہ فرانس لوئس سابع اور شاہ جرمنی کونراڈ بھی ساتھ تھے۔ بڑی بڑی مزاحمتوں کے بعد یہ لوگ قدس میں پہنچے اور زیارت کے بعد دمشق کی طرف چڑھائی کی لیکن سلطان نور الدین کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے اور سلسلہ وار جنگوں اور شکستوں میں مبتلا رہے۔

(۳) جب غازی نورالدین نے ۵۶۹ھ میں انتقال فرمایا اور سلطان صلاح الدین اس کی جگہ پر پوری قوت کے ساتھ صلیبیوں کے مقابلہ میں آگیا۔ یہاں تک کہ ۵۸۳ھ میں بیت المقدس بھی لے لیا۔ اس وقت پاپائے روم اربانس ثالث نے پھر تمام یورپ میں شور مچا دیا اور استرداد قدس کے لئے عیسائیوں کو آمادہ کیا۔ اس زمانہ میں فرانس اور انگلستان میں جنگ قائم تھی مگر اس مذہبی جنگ کے لئے دونوں نے باہم صلح کر لی اور بادشاہ فرانس فلپ آگسٹس اور بادشاہ انگلستان رچرڈ شیردل دونوں اپنی اپنی فوجیں لے کر بڑے سازو سامان کے ساتھ چلے۔ آسٹریا کا بادشاہ فریڈرک بھی جو دوسری یورش میں شامل تھا اپنے امراء اور لشکر کو لے کر روانہ ہوا۔ بحری راستہ سے یہ لوگ فلسطین پہنچے لیکن صلاح الدین کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ آخرکار مجبور ہو کر ۵۸۸ھ میں اس کے ساتھ صلح کر کے واپس گئے۔

(۴) یورپ میں جب سلطان صلاح الدین کی وفات کی خبر پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اپنی سلطنت کو تین حصوں میں تقسیم کر گیا ہے اس وقت پاپائے سلیٹینوس ثالث نے موقع دیکھ کر پھر یورپین طاقتوں کو آمادہ کیا۔ انگلستان اور فرانس کے بادشاہ تو باہمی جنگ کی وجہ سے مستعد نہ ہوئے لیکن شاہ آسٹریا ہنری جو فریڈرک مذکور کا بیٹا تھا فوجیں لے کر چلا۔ راستہ میں سسلی کو فتح کر کے خود وہیں رہ گیا اور لشکر قدس کی طرف بھیجدیا۔ یہاں صلاح الدین کے بیٹے ملک عزیز اور اس کے بھائی سیف الدین عادل نے ان کو مغلوب رکھا یہاں تک کہ ۵۹۴ھ میں ہنری مذکور کی موت کی خبر آگئی اور یہ فوج واپس چلی گئی۔

(۵) ۵۹۸ھ میں اینوشانیسوس جس کی عمر ۳۳ سال تھی روم میں پاپائی کی مسند پر آیا۔ اس نے نئے سرے سے دینی جہاد کا جوش پھیلایا اور تمام ملوک یورپ کے پاس قاصد بھیج کر قدس کو مسلمانوں سے واپس لینے کی ترغیب و تحریک دلائی ٹیوبلٹ کاؤنٹ دی شمپانیا جو شاہ فرانس کا بھتیجا تھا اپنے ساتھ بہت سے امیروں اور فوجوں کو لے کر چلا۔ راستہ میں ان لوگوں نے زارا اور قسطنطنیہ کو فتح کر لیا اور رومیوں سے لڑتے رہے مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں پہنچ سکے جس پر کلیسا کی طرف سے مورد لعن و طعن ہوئے۔

(۶) ۶۰۶ھ میں جب شام میں صلیبوں کا بادشاہ اموری مر گیا تو انہوں نے شاہ فرانس فلپ آگسٹس سے امداد کی درخواست کی اس نے یوحنا بریانا کو وہاں کا بادشاہ بنا کر بھیجا اور کلیسا کے ذریعہ سے تمام یورپ میں اعلان کر کے ایک موتمر منعقد کرائی جس میں ارض

مقدس کے صلیبیوں کی امداد کی ترغیب و تحریک دلائی گئی ۔ نوجوانوں کی ایک جماعت آمادہ ہوئی مگر جس وقت پاپائے روم کی برکتیں لے کر اور سینوں پر صلیبیں لگا کر جہاز پر سوار ہوئی تو ایک ہوائی طوفان آگیا جس سے اکثر غرق ہو گئے ۔ بقیہ کچھ اپنے گھروں کو واپس گئے اور کچھ اطالیہ میں رہ گئے اور وہیں کھیتی کرنے لگے ۔

۶۱۳ ھ میں پھر کلیسا کی طرف سے پکار ہوئی ۔ اس وقت ایک بڑی جماعت شاہ ہنگری اندراؤس ثانی کی معیت میں ارض مقدس کی طرف چلی ۔ ان کے ساتھ ہوکز اول شاہ سسلی بھی فوجیں لے کر روانہ ہوئے ۔ ملک عادل نے ان کے مقابلہ کے لئے نابلس پر مورچہ بندی کی تھی مگر ان کی تعداد و قوت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ مدافعت نہ کر سکا ۔ انہوں نے بہت سے شہروں کو فتح کر لیا ۔ پھر مصر کی طرف بڑھے اور دمیاط کا محاصرہ کیا ۔ ستر ہزار سوار تھے اور چار لاکھ پیدل ۲ ماہ ۲۲ دن کے بعد اس میں داخل ہوئے ۔ اسی دوران میں ملک عادل نے وفات پائی اور اس کا بیٹا ملک کامل تخت نشین ہوا ۔ اس نے دمیاط سے ان کو نکالا ۔ اس اثناء میں ایوبی امراء میں باہمی نزاعیں واقع ہو گئیں جن کی وجہ سے صلیبی صلحاً بیت المقدس پر قابض ہو گئے ۔ ۶۳۷ ھ میں ملک ناصر والی کرک نے آکر ان کو پھر وہاں سے نکالا ۔

(۷) استرجاع قدس کی خبر سے یورپ میں پھر ہیجان پیدا ہوا ۔ لیکن اس زمانہ میں چنگیز خان کے حملوں کی وجہ سے جن کے شعلے آسٹریا اور ہنگری تک پہنچ گئے تھے یورپین سلطنتیں اپنی اپنی حفاظت میں مشغول تھیں ۔ جب وہ خوف جاتا رہا تو ۶۴۳ ھ میں شاہ فرانس لوئس تاسع اپنے امراء کے ساتھ ایک عظیم الشان فوج لے کر روانہ ہوا ۔ قبرص ہوتے ہوئے مصر کے سواحل پر آیا اور دمیاط پہنچ کر اس کو فتح کر لیا ۔ ملک صالح نجم الدین جو بیمار تھا مدافعت کے لئے آیا لیکن انتقال کر گیا ۔ اس کی بیوی شجرۃ الدر نے اس کی موت کو مخفی رکھا یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم حصن کیفا سے آکر تخت نشین ہوا ۔ اس نے صلیبیوں کو دمیاط سے نکالا ۔ اس جنگ میں ممالیک بحریہ نے نمایاں کام کئے ۔ تیس ہزار صلیبیوں کو قتل کر ڈالا ۔ اور شاہ لوئس کو بھی پکڑ لیا اور قید کر دیا ۔ ملک معظم کے بعد جب شجرۃ الدر تخت پر بیٹھی تو اس نے شاہ مذکور سے ۸ لاکھ دینار فدیہ لے کر رہا کر دیا ۔ وہ عکا میں چلا گیا ۔

۶۴۹ ھ میں ناصرالدین یوسف ایوبی والی دمشق اور معز جاشنگیر سلطان مصر میں جب صلیبیوں کے مقابلہ کے لئے باہمی اتحاد کا عہد و پیمان ہوا اس وقت لوئس مذکور نے یورپ سے کمک کی درخواست کی ۔ مگر کوئی جواب نہ آیا ۔ اسی اثناء میں اس کی والدہ ملکہ بلانشا جو اس کی عدم موجودگی میں فرانس کی حکمراں تھی انتقال کر گئی ۔ اس وجہ سے وہ فرانسیسیوں کو لے کر واپس چلا گیا ۔ تاکہ اپنے ملک کی حکومت سنبھالے ۔

(۸) ۶۵۹ ھ میں جب ایک طرف رومیوں نے ان صلیبیوں کو جو پانچویں یورش میں قسطنطنیہ پر قابض ہو گئے تھے اپنے سردار میخائیل کی قیادت میں مار مار کر نکال دیا ۔ اور دوسری طرف بیبرس بند قداری کے بے پناہ حملوں سے ارض مقدس کے صلیبی عاجز اور مغلوب ہو گئے اور اکثر شہر ان کے قبضہ سے نکل گئے ۔ اس وقت شاہ فرانس لوئس تاسع پھر لشکر لے کر آیا اور بجائے ارض مقدس کے افریقہ میں اتر کر تونس کا محاصرہ کر لیا ۔ اسی میں وفات پا گیا ۔

بادشاہ سسلی کارلونس بھی فوجیں لے کر اس کی کمک کے لئے آگیا تھا ۔ سلطان تونس نے کچھ رقم دے کر ان کے ساتھ صلح کر لی جس کے بعد یہ لوگ واپس چلے گئے ۔ شام کے صلیبی جو سلطان بیبرس کے ہاتھ سے بچ رہے تھے ان میں سے طرابلس شام والوں کو ملک منصور قلاؤن الفی نے ۶۸۸ ھ میں اور آخری صلیبی جماعت کو جو عکا میں رہ گئی تھی اس کے بیٹے ملک اشرف خلیل نے ۶۹۰ ھ میں نکال دیا اور ارض مقدس کو دو سو سال کے بعد ان سے بالکل خالی کرا لیا ۔

(۷) آمر باحکام اللہ

۴۹۵ھ سے ۵۶۴ھ تک

مستعلی کے بعد اس کا بیٹا ابو علی منصور آمر کے لقب سے خلیفہ ہوا اسی سال صلیبیوں نے عکا پر قبضہ کیا ۔ پھر طرابلس اور شام لے لیا ۔ اس کے بعد سلسلہ وار سات سال تک یکے بعد دیگرے شام اور فلسطین کے شہروں پر قبضہ کرتے رہے اور رہا ۔ انطاکیہ اور بیت المقدس تین مستقل ریاستیں قائم کر لیں ۔ خلیفہ فاطمی بھی خلیفہ عباسی کی طرح خاموش بیٹھا مسلمانوں کے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کا تماشا دیکھتا رہا ۔ اور سوائے ایک دو باز کے جو صرف مصر کی حفاظت کے لئے تھی کبھی ان کی مدافعت کا خیال نہ کیا ۔

اواخر ۵۱۱ھ میں شاہ بالڈدین قدس سے ایک بڑی جمعیت لے کر فتح مصر کے لئے روانہ ہوا ۔ اور فرما میں پہنچ کر وہاں کے باشندوں کو ذبح کر ڈالا ۔ ان کے مکانات لوٹ لئے اور مسجدوں میں آگ لگا دی ۔ آمر عیش پرستی میں منہمک تھا کوئی مقابلہ نہیں کیا ۔ مگر بالڈومین خود بیمار ہو کر واپس چلا گیا اور راستہ میں ہی مر گیا ۔ رمضان ۵۱۵ھ میں آمر نے امیر الجیوش افضل کو قتل کرا دیا ۔ چالیس دن تک اس کے گھر کا مال و متاع خچروں پر خلیفہ کے محل میں منتقل ہوتا رہا اس کی اولاد بھی قید کر دی گئی ۔ افضل کے بعد ابن بطائی وزیر مقرر ہوا ۔

ادھر یہ اضطرابات تھے ادھر باطنیوں نے موقع پا کر اپنی قوت بڑھالی اور شام میں بڑے بڑے قلعے بنالئے جو امیر یا والی ذرا بھی ان کے خلاف حرکت کرتا باطنی فدائی پہنچ کر بے دریغ اس کو قتل کر دیتے مجبوراً لوگ ان کو رضامند رکھنے کی کوشش کرتے تھے ۔ اسی جماعت کے ایک شخص نے ۲ ذیعقدہ ۵۲۴ھ میں آمر کو قتل کر دیا ۔ آمر نہایت بدتدبیر اور عیاش تھا ۔ نہ مہمات سلطنت کی اس کو خبر تھی نہ ان کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا تھا ۔ امیر فضل امیر الجیوش اگر نہ ہوتا تو صلیبی مصر کو فتح کر لیتے ۔ نادانی سے اس کو بھی خدام قصر کی شکایت پر قتل کرا دیا ۔

(۸) حافظ الدین اللہ

۵۲۴ھ سے ۵۴۴ھ تک

آمر نے کوئی نرینہ اولاد نہیں چھوڑی تھی ۔ لیکن اس کی بیوی حاملہ تھی اس وجہ سے انتظار کیا گیا کہ شاید بیٹا ہو مگر لڑکی پیدا ہوئی اس لئے خاندان فاطمی میں سے اس کا چچازاد بھائی عبدالمجید حافظ الدین اللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا ۔ اس نے افضل کے بیٹے احمد کو وزیر مقرر کیا ۔ مخالفین نے اس کو قتل کر ڈالا ۔ اس کے بعد ایک شخص بہرام نامی وزارت پر بلایا گیا ۔ وہ بھی ۵۴۳ھ میں

مقتول ہوا۔
صلیبیوں کی طرف سے اس زمانہ میں اہل مصر مطمئن تھے کیونکہ ان کو سلطان نورالدین زنگی کے پیہم حملوں سے مصر کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ لیکن مغرب سے ایک اس سے بھی بڑا خطرہ رونما ہوا۔ وہ یہ تھا کہ روجر ثانی فرمانروائے سسلی نے ڈھائی سو جنگی کشتیاں لے کر افریقہ پر حملہ کیا۔ پہلے برقعہ پر فوجیں اتاریں وہاں مسلمانوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ پھر ۵۴۱ھ میں طرابلس غرب پر قابض ہو گیا۔ اس کے دو سال کے بعد مہدیہ پر جو خلافت فاطمیہ کا مہد اور اولین مرکز تھا تسلط کر لیا۔ وہاں سے اسکندریہ کی طرف بڑھا اہل مصر نہایت خوفزدہ تھے۔ مگر خود سسلی پر رومیوں کے حملہ کی وجہ سے وہ واپس چلا گیا۔ ۵۴۴ھ میں ۸۱ سال کی عمر میں حافظ الدین اللہ نے انتقال کیا۔ ساٹھ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا تھا۔ بجز دستخط کر لینے کے خلافت کی اور کوئی قابلیت اس میں نہ تھی۔ اس کو اکثر درد قولنج کا دورہ ہوا کرتا تھا۔ موسیٰ طبیب نے سات دھاتوں کو مرکب کر کے ایک طبل تیار کیا جس پر ساتوں ستاروں کے نقوش بنائے۔ اس کے بجانے سے ریاح خارج ہوتے اور درد جاتا رہتا۔ خزانہ خلافت میں یہ طبل محفوظ تھا۔ صلاح الدین کے زمانہ میں کسی کرد سپاہی نے اس پر ہاتھ رکھا اور ریح خارج ہو گئی۔ شرما کر اس کو توڑ ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا تو اس کے ضائع ہونے پر افسوس کیا کیونکہ یہ طبل فن طب کا ایک نایاب کرشمہ سمجھا جاتا تھا۔

(۹) ظافر بامر اللہ
۵۴۴ھ سے ۵۴۹ھ تک

حافظ کے بعد اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ابوالمنصور اسماعیل ظافر بامراللہ کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔ اس کی عمر اس وقت ۱۷ سال تھی۔ امور سلطنت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا اور دن رات شہوات میں منہمک۔ آغاز عہد ہی میں وزیر بھی مر گیا اور دوسرا وزیر امراء کے باہمی اختلاف کی وجہ سے مقرر نہ ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا انتظام ابتر ہو گیا۔ ۵۴۸ھ میں صلیبیوں نے بڑھ کر عسقلان کو فتح کر لیا اور مغرب سے روجر ثانی پھر ایک جنگی بیڑہ لے کر پہنچا۔ شہر تانیس میں آگ لگا دی۔ فرما کو تاخت و تاراج کیا اور بے شمار مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس گیا۔
اب عباس وزیر مقرر کیا گیا۔ اس کا بیٹا نصر جو نہایت درجہ حسین تھا خلوت اور جلوت میں ظافر کے ساتھ رہتا تھا جس کی وجہ سے لوگ اس کو متہم کرنے لگے۔ اس داغ کو مٹانے کے لئے وزیر زادہ نے اپنے باپ کے اشارہ سے مخفی طور پر ظافر کو وسط محرم ۵۴۹ھ میں اپنے گھر دعوت کے لئے بلا کر ذبح کر کے وہیں دفن کر دیا۔ عباس دوسرے دن حسب معمول خلیفہ کو سلام کرنے کے لئے قصر میں پہنچا۔ جب وہ نہ ملا تو تلاش شروع کی اور اس کے دونوں بھائیوں جبریل اور یوسف کو بلا کر پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ ہم کو کچھ علم نہیں۔ عباس نے اپنے بیٹے کے جرم کو چھپانے کے لئے انہیں دونوں پر خلیفہ کے قتل کا الزام رکھ کر اسی وقت ان دونوں کے سر کٹوا دیئے۔

(۱۰) فائز بنصر اللہ
۵۴۹ھ سے ۵۵۶ھ تک

عباس نے ظافر کے بیٹے فائز کو جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے زائد نہ تھی اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور امراء اور خدام سے مخاطب ہو کر کہا کہ خلیفہ کو اس کے دونوں بھائیوں نے مارا تھا جو قصاص میں قتل کئے گئے۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنے اس کم سن

آقا زادہ کو امام بنائیں اور اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کریں۔ حاضرین نے اس زور سے "بسر و چشم" کا نعرہ لگایا کہ خلیفہ نے سہم کر وزیر کے کندھے کو تر کر دیا۔ اس کے دل و دماغ میں بھی خلل پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے مسلسل مرگی اور اختلاج کے دورے ہونے لگے عباس خوش تھا کہ ایک بچہ کو تخت پر بٹھا کر وہ سلطنت کا مالک بن گیا لیکن اہل قصر کو اصل حقیقت کی خبر لگ گئی اور وہ انتقام کی فکر کرنے لگے۔

صالح طائع بن رزیک ارمنی والی منیۃ الخصیب جو نہایت غالی شیعہ اور ظافر کے خاص معتمدین میں سے تھا اس زمانہ میں نجف اور کربلا کی زیارت کو گیا ہوا تھا۔ حرم نے یہ کیفیت اس کو لکھی اور مدد چاہی وہ اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے اعراب کی ایک جمعیت ساتھ لے کر سیاہ ماتمی لباس پہنے ہوئے مصر آیا۔ امراء سلطنت سب اس کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے۔ عباس معہ اپنے بیٹے کے عسقلان کی طرف بھاگا۔

صالح نے قاہرہ میں داخل ہو کر وزیر کے گھر میں سے ظافر اور اس کے ساتھیوں کی نعشیں نکلوائیں اور ان کو تربت زعفران میں دفن کرایا۔ اس کے بعد مسند وزارت میں بیٹھ کر ملکی انتظامات میں مصروف ہوا۔ ظافر کی بہن نے عسقلان کے صلیبیوں کو ایک کثیر رقم کا وعدہ دے کر لکھا کہ جس طرح ہو سکے عباس اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر بھیجیں۔ انہوں نے گھیر کر عباس کو لوٹ لیا اور قتل کر ڈالا اور نصر کو پکڑ کر مصر لائے اور موعدہ رقم لیکر اس کو خدام کے حوالہ کیا۔ جنہوں نے ہر قسم کی سزائیں دے کر مار ڈالا اور حبشہ کو سولی پر لٹکا دیا۔ پھر ۵۵۱ھ میں عین عاشورہ کے دن اس کی ہڈیاں جلائیں۔

فائز ۵۵۶ھ میں مر گیا۔ اس کے زمانہ میں مصر زوال و اضمحلال کی انتہائی حد پر پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ ہر سال صلیبیوں کو ایک بڑی رقم اس لئے بھیجنی پڑتی تھی کہ وہ مصر پر چڑھائی نہ کریں۔

(۱۱) عاضد الدین اللہ

۵۵۶ھ سے ۵۶۷ھ تک

فائز کی وفات کے بعد صالح نے فاطمی خاندان کے ایک سن رسیدہ شخص کو خلافت کے قابل سمجھ کر اس کی بیعت کا ارادہ کیا۔ مگر کسی خیر خواہ نے اس کے کان میں کہا کہ پہلے وزراء تم سے زیادہ عاقل تھے جو بچوں کو خلیفہ بنا کر خود امور سلطنت کے متولی بن جاتے تھے۔ یہ سن اس نے حافظ الدین اللہ کے ایک نابالغ پوتے عبداللہ کو عاضد کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ اور مہمات سلطنت پر بلاشرکت غیرے قابض ہو گیا۔ مزید تقریب کے لئے اپنی بیٹی بھی خلیفہ کے ساتھ بیاہ دی اور رخصتی کے وقت بیش قیمت جہیز اس کو دیا

قتل صالح

صالح کے استبداد سے لوگ تنگ آ گئے۔ خاص کر خلیفہ کی پھوپی اس لئے اس نے اپنے چند غلاموں کو بھیجا جو قصر کی دہلیز میں چھپے رہے۔ جب وہ نکلنے لگا تو خنجر سے اس کا شکم چاک کر دیا لوگ اس کو اٹھا کر اس کے گھر لے گئے جہاں وہ ۱۹ رمضان ۵۵۶ھ میں مر گیا۔ مگر مرنے سے پہلے خود خلیفہ کے حکم سے اس کی پھوپی سے اپنا انتقام لے لیا۔ یہ شخص فاضل، شجاع، سخی اور مدبر تھا۔ فرائض

شرعیہ کا پابند لیکن شیعت میں غلو رکھتا تھا۔ حضرت علی کی خلافت بلا فصل پر علماء و فقہا سے مناظرے کئے اور ایک کتاب بھی لکھی جس کا نام رکھا" الاعتماد فی الرد علی اہل العناد " شعر بھی کہتا تھا۔

مشہد حسینؓ

اسی کے زمانہ میں مشہد حسین تعمیر کیا گیا۔ صورت یہ ہوئی کہ افضل امیرالجیوش جب شام کی مہم پر گیا تھا اس کو معلوم ہوا کہ عسقلان میں امام حسینؓ کا سر مدفون ہے اس نے اس مدفن پر ایک قبہ تعمیر کرا دیا۔ صالح نے اپنے عہد میں چاہا کہ اس کو مصر میں لائے اس کے لئے قاہرہ کی فصیل کے باہر ایک مدفن اور جامع تیار کرائی لیکن خلیفہ نے اس اثر شریف کو شہر کے باہر رکھنا گوارا نہ کیا۔ بلکہ اپنے قصر زمرد میں ایک جگہ اس کے لئے مخصوص کی۔ وہیں مشہد بنایا گیا جس میں عسقلان سے خاک منتقل کی گئی۔

صالح طائع کے بعد اس کا بیٹا محی الدین وزیر ہوا۔ جس کو خلیفہ نے ملک عادل کا خطاب دیا۔ مگر وہ زیادہ عرصہ تک نہیں رہ سکا اور اس کی جگہ شاور نے لے لی۔ صالح کے پروردوں کی ایک جماعت تھی جس کا سرغنہ ضرغام تھا اس نے اپنے رفیقوں کو متفق کر کے چاہا کہ اس کی جگہ لے لے۔ رمضان ۵۵۷ھ میں اس کے محل پر حملہ کیا۔ شاور کا بڑا بیٹا مارا گیا۔ مگر وہ خود بچ کر شام کی طرف نکل گیا اور ضرغام نے وزارت حاصل کر لی۔

ضرغام

ضرغام میں عقل، شجاعت، کرم شیریں زبانی اور حسن صورت جملہ صفتیں تھیں لیکن ایک عیب یہ تھا کہ جو شکایت کسی کی سنتا اس پر فوراً یقین کر لیتا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد کسی کے ذریعہ اس کو یہ خبر ملی کہ امراء پھر شاور کو وزارت پر بلانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس بناء پر اس نے جملہ امراء کو جن کی تعداد ۶۰۔۷۰ تھی اپنے گھر بلا کر قتل کرا دیا۔ ان رجال دولت کے خاتمہ سے ملک میں بین اضمحلال پیدا ہو گیا۔ چنانچہ صلیبیوں نے چڑھائی کر دی۔ ضرغام نے اپنے بھائی ہمام کو مقابلہ کے لئے بھیجا وہ شکست کھا کر بحال تباہ قاہرہ واپس آ گیا۔ اور صلیبی بلبیس کے قلعہ پر قابض ہو گئے۔

اسدالدین شیرکوہ

شاور مصر سے سلطان نورالدین کے پاس پہنچا جو اس وقت صلیبیوں کے مقابلہ میں سرگرم جہاد تھا۔ اور جملہ سلاطین و ملوک اسلام میں قوت شوکت میں سر بلند اور اس سے مدد کا طالب ہوا۔ اس نے مصر کو زیر بار احسان رکھنے کے لئے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے امراء میں سے ایک خاص معتمد اسدالدین شیرکوہ کو فوج لے کر اس کے ساتھ روانہ کیا۔ شیرکوہ کرد کے قبیلہ رواویہ سے تھا جن کی سکونت در بند ناحیہ آذربیجان میں تھی۔ اس نے اور اس کے بھائی نجم الدین ایوب نے سلطان نورالدین کے ہمراہ صلیبیوں کے مقابلہ میں ایسی شجاعت۔ بسالت اور جنگی لیاقت کا اظہار کیا تھا جس سے سلطان کے دل میں ان کی خاص وقعت ہو گئی تھی۔

صلاح الدین

یوسف صلاح الدین پسر نجم الدین ایوب بھی اپنے چچا کے ہمراہ چلا اس کا باپ بوجہ نو عمری کے اس کو بھیجنے پر رضامند نہ تھا لیکن تقدیر یوسف صدیق کی طرح ان کو کھینچ کر لے گئی کہ عزیز مصر بنا دے۔ اس کی ولادت قلعہ تکریت میں ۵۳۲ھ میں ہوئی تھی۔ یہی وہ نوجوان ہے جو آگے چل سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح جنگ صلیبی کے لقب سے مشہور ہوا اور جس کے کارنامے اسلامی تاریخ کے اوراق کے زیب و زینت بنے۔

۲۹ جمادی الاول ۵۵۹ھ کو یہ لوگ مصر میں داخل ہوئے۔ ضرغام مقابلہ میں مارا گیا۔ اور شاور پھر وزارت پر آیا۔ اس نے ایک ثلث مصر کا خراج سلطان نورالدین کے پاس اس کے احسان کے معاوضہ میں بھیجا۔ مگر سلطان کی غرض یہ نہ تھی وہ چاہتا تھا کہ فاطمی سلطنت پر جو انتہائی ضعف کو پہنچ چکی ہے خود قابض ہو جائے۔ اس بارہ میں شیر کوہ کو لکھا اس نے شاور سے مشورہ کیا دونوں مخفی طور پر باہم متفق ہوئے کہ سلطانی قبضہ کا اعلان کر دیں۔ لیکن پھر شیطان نے شاور کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ وہ شیر کوہ اور اس کے مٹھی بھر ساتھیوں کو مصر سے نکال سکتا ہے۔ اور نور الدین وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ پھر کیوں ملک اس کے حوالہ کرے۔ یہ سوچ کر صلیبیوں کو لکھا کہ تم فوج لے کر آؤ اور شیر کوہ کو مصر سے نکالنے میں میری مدد کرو ورنہ اگر مصر نورالدین کے قبضہ میں چلا گیا تو تمہاری بھی خیر نہیں۔ اس کے علاوہ ان کو بہت کچھ مال و متاع دینے کا بھی وعدہ کیا۔

صلیبیوں نے جمعیت کثیر فراہم کر کے کوچ کیا۔ سلطان نورالدین کو جب اس کا علم ہو تو فوجیں لے کر انکے شہروں پر حملہ آور ہوا تاکہ وہ مصر کی طرف نہ جا سکیں لیکن وہ نہیں رک سکے۔ کیونکہ مصر کا نورالدین کے قبضہ میں چلا جانا ان کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا۔ علاوہ بریں یہ بھی امید رکھتے تھے کہ شاید اس نادر موقع پر مصر کو فتح کر لیں۔ شیر کوہ اطلاع پاکر بلبیس کے قلعہ میں جہاں سے صلیبیوں کو نکالا تھا جا کر قلعہ گیر ہو گیا۔ شاور نے صلیبیوں کو ساتھ لے کر محاصرہ کیا۔ باوجود اس کے کہ اس کی فصیلیں بلند نہ تھیں اور روزانہ صبح و شام کو نکل کر وہ مقابلہ بھی کرتا تھا۔ مگر تین مہینہ گزر گئے اور یہ لوگ اس کا کچھ نہ کر سکے۔ اس درمیان میں نورالدین نے شام میں صلیبیوں کو شکستیں دیں۔ اور قلعہ حارم پر بھی جو ان کا خاص مامن تھا قبضہ کر لیا۔ جب یہ خبریں مصر میں پہنچیں تو صلیبیوں نے گھبرا کر اپنے گھر کی حفاظت کے لئے مصر سے واپسی کا ارادہ کیا شیر کوہ کو لکھا کہ اگر تم یہاں سے چلے جاؤ تو ہم محاصرہ اٹھا لیں۔ وہ واقعات سے بے خبر اور قلت ذخیرہ سے تنگ تھا۔ راضی ہو گیا اور مصر کو چھوڑ کر نورالدین کے پاس چلا آیا۔ وہاں ۵۶۲ھ تک رہا لیکن مصر کا خیال اس کے دل کو چین نہ لینے دیتا تھا آخر کار اس نے منتخب بہادروں کی ایک فوج مرتب کر کے سلطان سے مصر کی اجازت چاہی۔ وہ راضی نہ تھا مگر اس کے وفور شوق سے مجبور ہو کر پروانگی دی اور چند امیروں کو بھی ساتھ کر دیا۔ اس کل جماعت کی تعداد دو ہزار سوار تھی۔

شاور نے اس کی اطلاع پاکر پھر صلیبیوں کو بلایا وہ یلغار کرتے ہوئے پہونچے۔ شیر کوہ آب نیل سے اتر کر بالائی مصر میں پہنچ چکا تھا۔ اس کے پیچھے مصری اور صلیبی لشکر دریا کی طرح موجیں مارتے ہوئے چلے۔

شیر کوہ نے دیکھا کہ میری جمعیت قلیل اور غریب الدیار ہے ایسا نہ ہو کہ ان کے دل چھوٹ جائیں۔ اس لئے سب کے سب کو جمع کر کے مشورہ لیا۔ بعضوں نے کہا کہ یہاں اگر ہم شکست کھا گئے اور ظن غالب یہی ہے تو ہمارے لئے کوئی صورت پناہ کی نہ ہوگی اور اس ملک کے عامی اور لشکری اور بازاری و فلاح سب کے سب چن چن کر ہم کو قتل کر ڈالیں گے ایک بھی بچ کر گھر نہ جا سکے گا۔ یہ سن کر نورالدین کے ممالیک میں سے ایک شخص شرف الدین برغش نامی کھڑا ہوا اور بولا کہ جو قتل یا قید سے ڈرتا ہے وہ فوج میں کیوں شامل ہوتا ہے اسے چاہیے کہ بیوی کے ساتھ گھر میں بیٹھے۔ یاد رکھیے اگر یہاں سے بلا جنگ یا غلبہ حاصل کئے ہم واپس گئے تو نورالدین ہماری تنخواہیں بند اور جاگیریں ضبط کر لے گا اور کہے گا کہ تم مسلمانوں کا مال کھاتے ہو اور ان کے دشمنوں سے بھاگتے ہو۔ مصر کو کیوں کفار کے حوالہ کر آئے اس کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہو گا۔

صلاح الدین نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ اب سوائے جنگ کے اور کوئی سبیل نہیں۔ شیر کوہ نے کہا یہی رائے صحیح ہے اور میں اسی پر عمل کروں گا۔ چنانچہ مقابلہ کے لئے صف آرائی کی اور اپنی جنگ مہارت اس روز کام میں لا کر ایسی بے جگری اور تدابیر کے ساتھ لڑا کہ ایک ساتھ دونوں فوجوں کو شکست دی اور کشتوں کے پشتے لگا دیے۔ میمنہ پر خود تھا اور قلب میں صلاح الدین کو رکھا تھا۔ شیر کوہ کے اس عجیب کارنامہ پر مورخین انگشت بدنداں ہیں کہ کس طرح اس نے صرف دو ہزار سواروں سے ساری

مصری اور فرنگی طاقت کو چند گھنٹوں میں توڑ دیا۔ اس فتح سے وہ صعید سے اسکندریہ تک قابض ہو گیا۔ وہاں اپنے بھتیجے صلاح الدین کو متعین کیا اور خود بالائی مصر کا خراج تحصیل کرنے لگا۔

ہزیمت خوردہ جماعت نے پھر اپنا ساز و سامان درست کر کے اسکندریہ پر چڑھائی کی اور صلاح الدین کو محصور کر لیا۔ شدت محاصرہ اور قلت رسد کی وجہ سے اس پر ایسی سختی گزر گئی جس کو وہ زندگی بھر نہیں بھولا۔ جب شیر کوہ مقابلہ کے لئے پہنچا اس وقت مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی طے یہ پایا کہ جو کچھ اس نے وصول کر لیا ہے اس کے علاوہ پچاس ہزار دینار اور لے اور اپنی فوج کو لے کر مصر سے چلا جائے۔ شیر کوہ نے منظور کیا بشرطیکہ صلیبی یہاں سے واپس جائیں اور مصر کے ایک گاؤں پر بھی قبضہ نہ کریں۔ شیر کوہ اسکندریہ کو مصریوں کے حوالہ کر کے ذیقعدہ ۵۶۲ھ کو واپس چلا گیا۔ لیکن صلیبیوں نے قاہرہ میں اپنا شحنہ اور سواروں کا ایک دستہ چھوڑا کہ اگر نورالدین کوئی فوج بھیجے تو وہ شہر کی حفاظت کر سکیں۔

اس شحنہ اور اس کی فوج نے اہل قاہرہ پر سخت ظلم و ستم ڈھائے اور دو سال کے بعد جب دیکھا کہ یہاں کوئی طاقت نہیں ہے شام میں اپنے بادشاہ اموری کو دعوت دی کہ آکر مصر پر قبضہ کرے۔ صلیبی امراء نے اس پر خوشی کا اظہار کیا۔

اموری اگرچہ دلیر اور خوں ریز تھا لیکن مدبر بھی تھا۔ کہنے لگا کہ ہمارا مصر کی طرف چلنا مناسب نہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ملک کو ہمارے حوالہ نہ کریں گے۔ اور جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں گے بلکہ یقین ہے کہ نورالدین کو بلائیں گے اس صورت میں اگر شیر کوہ کو اس نے مصر بھیج دیا اور خود شام پر چڑھائی کی تو سوائے جلاوطنی کے ہمارے لئے کوئی سبیل نہ رہے گی۔ لیکن صلیبی امراء نے اس کی بات نہ مانی اور کہا کہ جب تک نورالدین تیاری کرے گا اس وقت تک ہم مصر پر قبضہ کر چکیں گے۔

اسی اثناء میں مصر کے بعض ارکان دولت کے بھی اس کے پاس خطوط پہنچے کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ اس وجہ سے وہ قوی دل ہو کر روانہ ہوا اور مصر پہنچ کر صفر ۵۶۴ھ میں بلبیس کو قتل و غارت سے تباہ کر ڈالا۔ پھر قاہرہ کی طرف بڑھا۔

اہل قاہرہ بلبیس کے قتل عام کو دیکھ کر ڈر گئے۔ شہر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور پوری قوت کے ساتھ مدافعت کرنے لگے۔

خلیفہ عاضد نے سلطان نورالدین کے پاس خط بھیجا کہ آکر اس مصیبت سے مصریوں کو نجات دلائے۔ خط کے اندر حرم کے سر کے بال بھی رکھ دیئے تاکہ اس کو ترس آئے۔ اس نے فوراً شیر کوہ کو چھ ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے پہنچتے ہی صلیبی خائب و خاسر شام کی طرف لوٹ گئے۔ لیکن اس ہنگامہ میں فسطاط جیسا عظیم الشان شہر ویران ہو گیا۔ جس میں مورخین کے بیان کے مطابق تین ہزار سے زائد مسجدیں تھیں۔

شیر کوہ کے آجانے سے مصریوں کو امن مل گیا۔ انہوں نے اس کی فوج کی ضیافتیں کیں۔ خلیفہ نے بھی اس کو خلعت اور اس کے سپاہیوں کو انعامات دیے۔ شاور البتہ دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا۔ آخر میں چاہا کہ دعوت کے بہانہ سے بلا کر شیر کوہ کو قتل کر دے لیکن اس کے بیٹے کامل نے مخالفت کی اور کہا اگر تم نے ایسا ارادہ کیا تو میں خود اس کو مطلع کر دوں گا۔ شاور نے کہا کہ اگر ہم اس کو نہ ماریں گے تو یہ یقینی ہے کہ وہ ہم کو مار ڈالے گا۔ کامل نے جواب دیا کہ بلا سے ہم قتل ہو جائیں۔ ملک تو مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہے گا۔ یہ سمجھ رکھیے کہ جس دن شیر کوہ مارا گیا۔ اسی دن صلیبی آکر سارے مصر پر قبضہ کر لیں گے۔ اس وقت اگر خود عاضد بھی نورالدین کے پاس جائے گا تب بھی وہ ایک سپاہی مدد کے نہ دے گا۔ مجبوراً شاور اپنے ارادہ سے باز رہا۔

صلاح الدین کو یہ اطلاع ملی کہ شاور پھر صلیبیوں کے ساتھ ساز باز کر رہا ہے۔ اس لئے جرات کر کے اس کو گرفتار کر لیا۔ خلیفہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے بھی قتل کا فرمان دیا۔ لوگوں نے اس کا گھر بھی لوٹ لیا۔ اسی میں اس کا بیٹا کامل مارا گیا۔ شیر کوہ کو اس کے مارے جانے کا افسوس ہوا۔ کہا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو میں اس کو اس احسان کا کہ اپنے باپ کو میرے قتل سے روکا تھا اچھا بدلہ دیتا۔

شاور کے قتل کے بعد خلیفہ نے شیرکوہ کو بلا کر وزارت کا خلعت عطا کیا مگر وہ صرف دو مہینے پانچ دن اس منصب پر رہنے پایا تھا کہ ۲۲ جمادی الثانی ۵۶۴ھ کو انتقال کر گیا۔ عاضد نے اس کے بعد صلاح الدین کو وزارت عطا کی۔

موتمن الخلافہ

صلاح الدین کے صفات اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے اہل مصر اس کے گرویدہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر حساد کو رشک آیا جن میں سب سے مقدم موتمن الخلافہ تھا۔ یہ خصی غلام قصر خلافت کے جملہ امور کا منصرم اور خدم و حشم کا سردار تھا۔ اس نے چند مصری امراء کے ساتھ اتفاق کر کے صلیبیوں کے پاس خط لکھا کہ صلاح الدین کو مصر سے نکالنے میں ہماری مدد کرو۔ یہ خط جوتے کے تلے میں سلوا کر ایک غلام کو دیا کہ مخفی طور پر پہنچا دے۔ وہ راہ میں جو تا ہاتھ میں لیے ہوا جا رہا تھا کہ صلاح الدین کے کسی آدمی کو شبہ ہوا۔ اس نے پکڑ لیا۔ خط برآمد ہوا۔ اور تحقیقات سے ساری کیفیت منکشف ہو گئی۔ موتمن الخلافہ نے خوف کی وجہ سے قصر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ صلاح الدین خاموش رہا جب وہ مطمئن ہو گیا اور باہر آنے جانے لگا اس وقت اس کو قتل کرا دیا۔ شیدیوں نے غضبناک ہو کر شورش کی اور تقریباً پچاس ہزار جمع ہو کر صلاح الدین پر حملہ آور ہوئے خلیفہ نے بھی قصر کے ایک جھروکے میں بیٹھ کر ان کی حمایت شروع کی صلاح الدین نے نفط اندازوں کو حکم دیا کہ اس میں آگ لگا دیں۔ جب خلیفہ وہاں سے بھاگا اس وقت شیدی سست پڑ گئے۔ صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے ان سب کو شکست دے کر تعذیب و تحریق سے فنا کر دیا۔ اس وقت سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ اور عاضد بھی بے کس اور مخمول ہو گیا۔ لوگوں نے اس کا ذکر بھی چھوڑ دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ فاطمیوں کے لئے مصر کو جس غلام نے فتح کیا تھا اس کا نام بھی جوہر تھا اور جس کی بدولت مصر ان کے قبضہ سے نکل گیا یعنی موتمن الخلافہ اس کا نام بھی جوہر تھا۔ صلاح الدین نے اب اطمینان کے ساتھ ملکی انتظامات شروع کئے۔

صلیبیوں کو سخت خطرہ ہوا کہ ایک طرف نور الدین اور ایک طرف صلاح الدین اس لئے ۵۶۵ھ میں اموری نے ایک فوج گراں لے کر مصر پر چڑھائی کی اور دمیاط کو محصور کر لیا۔ مگر وہاں سے بہت نقصان اٹھا کر واپس آ گیا۔ دوسرے سال خود صلاح الدین نے اس پر فوج کشی کی۔ شکست دیکر عسقلان۔ رملہ اور پھر غزوہ کو بھی فتح کر لیا۔ اس کے بعد مصر آیا اور کشتیاں بنوا کر بر و بحر دونوں راستوں سے فوجیں لے گیا اور ایلہ پر قبضہ کر لیا۔

خطبہ عباسی

جب صلاح الدین کا مصر پر پورا تسلط ہو گیا۔ یہاں تک کہ قصر خلافت کے امور بھی اس کے ہاتھ میں آ گئے جس کا متولی امیر قراقوش کو بنا دیا۔ اور خلیفہ عاضد بالکل بے بس اور گمنام ہو گیا۔ اس وقت سلطان نور الدین نے حکم بھیجا کہ فاطمی خطبہ موقوف کر کے وہاں عباسی خطبہ جاری کرو۔ صلاح الدین ڈرتا تھا کہ اہل قاہرہ جو فاطمیوں کے اثر سے زیادہ تر شیعہ ہو گئے ہیں مخالفت پر آمادہ ہوں گے۔ مگر ایک مشرقی شخص نے جس کا نام امیر عالم تھا جرأت کر کے محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کی جامع مسجد میں مستضئی باللہ خلیفہ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ کوئی بھی مخالفت کے لئے نہیں اٹھا۔ اس وقت سے فاطمی خطبہ منقطع ہو گیا۔ اور شام و مصر کے تمام شہروں میں عباسی خطبہ پڑھا جانے لگا۔

بغداد میں جس وقت یہ خبر پہنچی وہاں بڑا جشن منایا گیا۔ خلیفہ نے سلطان نور الدین کے پاس خلعت اور مصر و شام کی امارت کا فرمان بھیجا۔ نیز صلاح الدین کے لئے خلعت اور سیاہ عباسی علم روانہ کئے۔ عاضد اس وقت مرض الموت میں تھا۔ صلاح الدین نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ ایسی حالت میں اس کو اس خبر کی اطلاع دی جائے جو اس کے لئے رنج کا موجب ہو گی۔ چنانچہ وہ بلا اطلاع کے عاشورہ کے دن گزر گیا اس کی موت پر فاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ عاضد نہایت غالی شیعہ تھا اور سنیوں کے خون کو حلال سمجھتا تھا۔

خلفاء فاطمیہ

خلفاء فاطمیہ کی تعداد خلفاء بنی امیہ کے برابر ہوئی۔ یعنی ۱۴۔ جن میں سے مہدی۔ قائم اور منصور تین افریقہ میں گزرے اور بقیہ گیارہ مصر میں۔ لیکن زمانہ انہوں نے بنی امیہ سے تگنا پایا اور ۲۹۵ھ سے ۵۶۷ھ تک ۲۷۲ سال خلافت کی۔

مورخین بالعموم ان کی نسبت اچھی رائیں نہیں رکھتے۔ کیونکہ جہانبانی اور ملک داری میں یہ لوگ حصہ نہیں لیتے تھے۔ بلکہ مہمات سلطنت وزراء کو سپرد کر کے خود حرم میں تعیشات اور تکلفات میں زندگیاں گزارا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی انتظامی حالت ان کے عہد میں بہ نسبت سابق کے خراب رہی اور مستنصر کے عہد سے تو بالکل غلاموں کے قبضہ میں پڑ گئے۔ اور کسی کام کے قابل نہیں رہے۔ یہاں تک کہ جزیرہ صقلیہ بھی نکل گیا۔ صلیبیوں نے آکر شام کو لے لیا۔ اور وہاں ڈیرے ڈال دیے۔ روجر نے دو بار مصر کو تخت و تاراج کیا۔ اور اگر وہ ملک کی اندرونی شورشوں کی وجہ سے واپسی پر مجبور نہ ہوا ہوتا تو پورے مصر پر قبضہ کر لیتا

چونکہ یہ خلافت بھی عباسی خلافت کی طرح قرابت رسولؐ کے دعوے پر قائم ہوئی تھی اور عبیداللہ نے فاطمی اور علوی نسب کی بنیاد پر اپنی مہدویت و امامت کا علم بلند کیا تھا اس وجہ سے تشیع اس کے اصل قوام میں داخل تھا جس میں یہ تمام خلفاء اول سے آخر تک غلو رکھتے تھے اور عوام الناس میں یہی عقائد پھیلاتے تھے۔ مصر پر قبضہ کرنے کے بعد اسماعیلیت کی تبلیغ کے لئے جس میں بنی فاطمہ کی امامت کا عقیدہ سب سے مقدم تھا ایک خاص مرکز قائم کیا گیا جس کے رئیس کا لقب دائی الدعاۃ ہوتا اور اس کا درجہ قاضی القضاۃ سے بھی برتر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ قاضی یازوری مستنصر کا مقبول ترین وزیر پہلے اسی رتبہ پر تھا۔ اس مرکز میں طریق دعوت اور اسرار امامت کی تعلیم دے کر دوسرے ممالک میں مبلغ بھیجے جاتے تھے کہ مخفی طور پر لوگوں کو ان عقائد کی تلقین کریں۔ ان خلفاء کی نگاہیں ایران و خراسان پر لگی ہوئی تھیں۔ جو شیعیت کا گہوارہ رہ چکے تھے۔ اس لئے ان میں کثرت کے ساتھ مبلغ بھیجے گئے۔ جن کی وجہ سے سلمیہ کی مرتب باطنی جماعت پیدا ہوئی جن کو بوجہ حشیش (بھنگ) کے استعمال کے حشیشین کہنے لگے اور عراق میں قرامطہ کی شورش بڑھی جس کی بدولت نہ صرف خلافت عباسی بلکہ تمام مشرق میں اضطراب پھیل گیا۔ باطنیہ کا سلسلہ اصفہان اور مرو تک پہنچ گیا تھا اور حسن بن صباح جس نے مصر میں اصول دعوت کی تعلیم حاصل کی تھی اور مستنصر سے مل کر مشرق میں گیا تھا۔ ساحل بحر قزوین پر قلعہ الموت میں اپنا مرکز بنا رکھا تھا۔

ان جماعتوں کے رات دن کے فتنوں، خلفاء سلاطین امراء وزراء اور علماء وغیرہ کے قتل و ذبح سے ممالک شرقیہ کمزور اور بے جان ہو گئے۔ خلفاء عباسیہ کی تو یہ نوبت پہنچ گئی کہ بساسیری نے جو خود انہیں کا غلام تھا بغداد میں فاطمی خطبہ رائج کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے۔ اور اگر سلجوقی حمایت کو نہ کھڑے ہو جاتے تو سارا مشرق فاطمیوں کے زیر اثر آچکا تھا۔ سنی علماء نے ان کے الحاد فسق و فجور اور ظلم و ستم کے واقعات پر مفصل کتابیں لکھی ہیں جن میں سے قاضی ابوبکر باقلانی کی کشف الاسرار عبدالجبار بصری معتزلی کی تثبیت

النبوۃ اور ابوشامہ اور حافظ ابوالقاسم کی تاریخیں مشہور ہیں ۔ خلفاء عباسیہ نے بھی ایک محضر تیار کرایا جس میں اس عہد کے شرفاء اور علماء نے شہادتیں لکھیں کہ فاطمیہ کا دعویٰ نسب صحیح نہیں ہے ۔ بلکہ یہ میمون بن قداح کی نسل سے ہیں ۔ جو ایک شعبدہ گر ملحد مجوسی تھا ۔ اور عبیداللہ مہدی کا نام سعید تھا ۔ جس کا باپ سلمیہ میں آہنگری کا کام کرتا تھا ۔ اسی سعید نے مغرب میں جا کر اپنا نام عبیداللہ رکھا اور فاطمی اور علوی بن کر مہدویت کا مدعی ہوا ۔

فاطمیہ چونکہ اپنے آپ کو عباسیہ کا مدمقابل سمجھتے تھے اس وجہ سے جاہ و جلال اور نام و نمود کے ساز و سامان میں ان سے فوقیت کی کوشش کرتے تھے ۔ اور مصر کی بے شمار دولت کی وجہ سے اس میں ناکام بھی نہیں رہتے تھے ۔ چنانچہ صلاح الدین نے جب عاضد کے قصر پر قبضہ کیا اس وقت اس قدر آلات و فروش ۔ امتعہ و ذخائر اور نقود و جواہر ملے جو حد شمار سے باہر تھے اور جن کے بیان سے تاریخ کے صفحات تنگ ہیں ۔ مزید برآں دو لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے بڑا حصہ قاضی فاضل کو ملا ۔ بقیہ فروخت کی گئیں ۔ کہا جاتا ہے کہ ان کتابوں میں بہت سی کتابیں اب جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہیں ۔

دولت ایوبی

۵۶۷ھ سے ۶۴۸ھ تک

صلاح الدین نے قصر خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں کے غلاموں اور کنیزوں کو امراء میں تقسیم کر دیا ۔ حرم خلافت کے لئے ایک حویلی مخصوص کی اور خاندان فاطمی کے افراد کو نظر بند رکھا ۔ اس کے بعد رفض و شیعیت کو مٹانے اور مذہب شافعی کو فروغ دینے پر کمر باندھی ۔ اذان میں حی علیٰ خیر العمل کے بجائے حی علی الفلاح پکارنے کا حکم دیا ۔ جامع ازہر میں اسماعیلیت کی تعلیم بند کر دی اور مذہب اربعہ کے اساتذہ وہاں تدریس کے لئے مقرر کئے اور ملک سے جملہ شعائر اسماعیلیت کے اٹھا دیے ۔ نیز جو ناجائز ضرائب عہد فاطمی میں رعایا پر لگائے گئے تھے ۔ منسوخ کئے ۔ جن پر بقایا تھا معاف کر دیا ۔ ملک کی ابتری کی اصلاح کی اور رعایا کی بہبود اور اراضی کی آبادانی کی طرف متوجہ ہوا ۔

داعی الدعاۃ اور عمارہ یمنی نے جو فاطمیہ کے پروردہ تھے ۔ بہت بڑی سازش کی کہ صلاح الدین کو قتل کر ڈالیں ۔ مگر راز کھل گیا ۔ صلاح الدین نے سرغنوں کو سولی پر چڑھایا اور بقیہ فاطمیوں پر نگرانی زیادہ بڑھا دی ۔

سلطان نورالدین محمود زنگی

صلاح الدین مصر میں اگرچہ سلطان نورالدین کی نائب کی حیثیت سے تھا لیکن اس کی نیت استقلال کی تھی اور در پردہ اسی کا سامان کر رہا تھا اور برابر اپنی مالی اور فوجی قوت بڑھانے میں مصروف تھا ۔ اپنے بھائی کو اصوان کا امیر بنایا ۔ اس نے نوبیا اور اس کے دوسرے سال یمن پر قبضہ کر لیا ۔ نورالدین نے اس امر کو محسوس کر لیا ۔ چاہا کہ اس کو اپنے پاس بلا لے لکھا کہ میں صلیبیوں پر حملہ کرتا ہوں تم بھی فوجیں لے کر مصر سے آو اور مقام کرک میں مجھ سے ملو ۔ صلاح الدین نہیں گیا اور جواب بھیجا کہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے مصر میں رہنا ناگزیر تھا ۔ نورالدین کو اب یقین ہو گیا ۔ اس نے لکھا کہ آو ورنہ میں خود آؤں گا ۔ صلاح الدین نے اپنے حامیوں کو جمع کر کے مشورہ لیا ۔ اس کے بھتیجے تقی الدین نے کہا کہ آنے دیجئے ہم مقابلہ کریں گے ۔

نجم الدین ایوب

اس مجمع میں صلاح الدین کا باپ نجم الدین بھی تھا ۔ بولا کہ یہ رائے غلط ہے ہم سب نورالدین کے خدام اور اس کے نمک پروردہ ہیں ۔ جس وقت وہ سامنے آجائے گا کون ہے گھوڑے سے اتر کر اس کو سلام نہ کرے ۔ مناسب یہ ہے کہ تم یہ جواب لکھو کہ آپ خود یہاں آنے کی زحمت کیوں اٹھائیں اگر میری گرفتاری منظور ہے تو ایک پیادہ کو بھیج دیجئے وہ میرے گلے میں رسی ڈال کر لے جائے ۔ یہاں کون ہے جو چوں و چرا کر سکے ۔ اس کے بعد جب سب امراء چلے گئے تو اس نے صلاح الدین کو سمجھایا کہ سلطان سے بغاوت کا اعلان نادانی ہے ۔ کیونکہ پھر وہ پوری قوت سے چڑھائی کرے گا اور ہم مقابلہ نہ کر سکیں گے ۔ اور فرماں برداری کے اظہار سے ہماری طرف سے غافل ہو کر دوسری مہمات میں مشغول رہے گا اور تقدیر اپنا کام کرتی رہے گی ۔ یہ تم یقین رکھو کہ وہ اگر یہاں

سے ایک حبہ بھی لینا چاہے گا تو سب سے پہلے میں لڑوں گا۔ مگر زہر کی بہ نسبت شہد سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔

صلاح الدین نے اپنے باپ کی رائے کے مطابق جواب دیا۔ جس سے سلطان مطمئن ہو گیا اور اس کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شوال ۵۶۹ ھ میں دمشق میں اس کا انتقال ہو گیا۔ عمر ساٹھ سال تھی۔

صفات نورالدین

سلطان نورالدین پہلے حلب کا والی تھا۔ لیکن صلیبی جنگوں میں ایسی عظیم الشان فتوحات کیں کہ اس کی بہادری کا سکہ بیٹھ گیا اور اس کی سلطنت بہت وسیع ہو گئی۔ مصر شام یمن میں بھی اس کا نام خطبوں میں لیا جانے لگا۔ نہایت متقی عالم اور علم دوست تھا۔ بیت المال میں سے کبھی ایک پائی اپنے خرچ میں نہیں لایا۔ اور ہمیشہ گزر اوقات ایک جائیداد سے کی جس کو اپنی خاص حلال کی کمائی سے خرید کیا تھا۔

علماء و صلحاء کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا۔ ملک میں جا بجا مدارس مساجد مارستان اور سرائیں تعمیر کرائیں اور ان پر املاک وقف کئے۔ شام کے اکثر شہروں کی فصیلیں بنا دیں کہ فرنگیوں کے حملہ سے محفوظ رہیں۔ جہاد میں خود سپاہیوں کی طرح دو دو کمانیں لے کر لڑتا تھا۔ فقیہ قطب نسادی نے ایک بار کہا کہ آپ اپنی جان کو خطرہ میں نہ ڈالیں کیونکہ اگر کوئی بات ہو گئی تو پھر مسلمانوں کی خیر نہیں بولا کہ محمود سے پہلے مسلمانوں کا کون محافظ تھا۔ یہ کام اللہ کا ہے اور بس۔ رات کا بڑا حصہ دعا اور عبادت میں گزارتا۔ اور عدل و انصاف میں یگانہ اور بیگانہ۔ چھوٹے اور بڑے سب کو ایک سا سمجھتا تھا۔ چوڑی پیشانی، مطبوع شکل اور بادامی آنکھیں تھیں۔ چہرہ سے رعب و وقار برستا تھا۔

مؤرخین نے شاہان اسلام میں سب سے بہتر اسی کو قرار دیا ہے۔ چونکہ اس کی سلطنت کا رقبہ بہت وسیع ہو گیا تھا اور اکثر صلیبیوں کے ساتھ جنگ و جہاد میں مصروف رہتا تھا اس وجہ سے خبر رسانی کا کام زیادہ تر کبوتروں سے لیتا تھا۔ جو سکھا کر اس کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔ اس کے جنگی کارناموں اور فتوحات پر مفصل اور مستقل کتابیں علما نے لکھیں ہیں ان کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

سلطان صلاح الدین

نورالدین کی وفات کے بعد مصر اور شام کی مستقل حکومت صلاح الدین کے ہاتھ میں آگئی ۔ ۵۷۱ھ میں حلب ، رہا ، نہار اور موصل وغیرہ بھی جو نورالدین کے بیٹے اسمٰعیل کے قبضہ میں تھے اس کو مل گئے ۔ اس وقت سے سلطان کے لقب سے مشہور ہوا ۔ خلیفہ بغداد مستضی نے معزامیرالمومنین کا خطاب بخشا ۔ اس کے بعد ناصرالدین اللہ خلیفہ ہوا تو اس نے ملک ناصر کا خطاب دیا ۔ لیکن صلاح الدین نے اس کو قبول نہ کیا ۔ کہا کہ خود خلیفہ کا لقب اپنے جیسے خادم کے لئے خلاف ادب سمجھتا ہوں ۔

صلاح الدین جس زمانہ میں حلب کی طرف گیا تھا صلیبیوں نے موقع پا کر شام کے مغربی شہروں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا ۔ اس کا بھائی تورانشاہ مدافعت کے لئے فوجیں لے کر گیا مگر مقابلہ نہ کر سکا ۔ سلطان نے اطلاع پا کر اپنے لشکر میں سے ایک مصری فوج کمک کے لئے بھیجی جس نے صلیبیوں کو پسپا کیا ۔ جب حلب سے سیف الدین غازی اور ملک صالح وغیرہ سے معاہدہ کر کے واپس آرہا تھا مقام عیراز میں دو باطنی جو اس کے مارنے کے لئے آئے تھے پکڑے گئے ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا ۔ ۲۰ محرم ۵۷۲ھ کو مصر میں پہنچا اور اس کا انتظام وزیر بہاالدین اسدی کے سپرد کر کے خود صلیبی مہم پر روانہ ہوا ۔

وزیر مذکور نے نہایت دیانت ، دانشمندی اور چستی سے کام کیا ۔ عہد فاطمی میں جتنی خرابیاں پڑ گئی تھیں ان کی اصلاح کی ۔ نہروں اور پلوں کی مرمت کرائی راستے ٹھیک کئے تجارت اور زراعت کو ترقی دی جس سے ملک خوش حال رعایا فارغ البال اور خزانہ سلطنت معمور ہو گیا ۔ سلطان ہمیشہ اس کے حسن انتظام سے خوش رہا ۔ ۵۷۴ھ سے صلیبیوں کے ساتھ جہاد شروع کیا ۔ اور متواتر چودہ سال تک لڑ کر شام کا ایک ایک شہر ان کے ہاتھوں سے نکال لیا ۔ یہاں تک کہ بیت المقدس بھی لے لیا ۔ جہاں انہوں نے اپنی پوری قوت سے جنگ کی تیاریاں کی تھیں ان معرکوں کی تفاصیل سے تاریخیں بھری پڑی ہیں ۔

بالآخر صلیبیوں نے مجبور ہو کر ۲۲ شعبان ۵۸۸ھ میں حلف نامہ لکھ کر مصالحت کی اس وقت لڑائی ختم ہوئی ۔ طے یہ پایا کہ اسلامی اور عیسائی بلاد یکساں ہیں ہر شخص آزادانہ بلا خوف و خطر جہاں چاہے آئے جائے ۔ اس کے بعد سلطان دمشق میں گیا جہاں اس کے اہل و عیال موجود تھے وہیں کرک سے اس کا بھائی ملک عادل بھی آگیا اور سارا خاندان نہایت امن و آرام کے ساتھ رہنے لگا ۔ سلطان کو دمشق اس قدر پسند تھا کہ مصر جانے کا خیال بھی نہ کیا ۔ آخر وہیں ۵۸۹ھ میں ۲۷ صفر کو ۵۷ سال کی عمر میں انتقال کر گیا ۱۷ بیٹے چھوڑے اور صرف ایک بیٹی مونسر خاتون ۔

صفات صلاح الدین

صلاح الدین شجاعت ، عدل ، کرم اور تقوے میں نورالدین ثانی تھا بعد سخی اور بے انتہا رقیق القلب ، دشمنوں پر بھی ترس کھاتا تھا ۔ صلیبی جنگوں میں کوئی سرہنگ فرنگی فوج میں سے ایک شیر خوار بچہ اٹھالایا ۔ اس کی ماں رنج و غم سے بے قرار ہو گئی اور اپنے

سرداروں کے پاس جا کر روئی ۔ انہوں نے کہا کہ سلطان بڑا نرم دل ہے اس کی خدمت میں جا کر عرض کر ۔ وہ روتی ہوئی آئی اور اپنی کہانی سنائی سلطان مضطرب ہو گیا اور اسی وقت اٹھا اور فوج میں تلاش کرایا معلوم ہوا کہ بچہ بیچ دیا گیا ۔ دام دے کر واپس منگایا جب بچہ آگیا تو اسکی کی ماں کی گود میں دیا اور سوار کرا کے عزت کے ساتھ پہونچا دیا ۔

جس زمانہ میں رملہ کے متصل خیمہ زن تھا یافا میں انگلستانی بادشاہ رچرڈ بیمار پڑا ۔ فرانسیسی اس وقت جا چکے تھے اور رچرڈ کے پاس صرف دو تین سو سپاہی رہ گئے تھے ۔ سلطان بجائے اس کے کہ کسی رئیس کو حکم دیتا کہ وہاں قبضہ کر لے روزانہ اس کے واسطے میوہ اور برف بھیجتا تھا ۔ بلکہ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ خود طبیب بن کر اس کو دیکھنے گیا اور علاج بھی کیا ۔

بیت المقدس میں فرنگی جب اس کے محاصرہ سے تنگ آگئے تو امان کے طالب ہوئے ۔ سلطان نے کہا کہ ۴۹۲ھ میں جب تم اس میں داخل ہوئے تھے تو کسی مسلمان کو امان دی تھی ؟ میں بھی امان نہیں دوں گا ۔ اور وہی سلوک تمہارے ساتھ کروں گا ۔ آخر میں اسقف بالیاں اور دیگر رؤساء کے کہنے سے اس شرط پر ان کو امان دی کہ فی مرد ۱۰ فی عورت ۵ اور فی طفل دو دینار دیں اور اپنا مال متاع لے کر چالیس دن کے اندر یہاں سے نکل جائے ۔ اسلامی فوج شہر میں داخل ہوئی سپاہیوں نے دیکھا کہ فرنگی اشرفیوں کے صندوق بھرے لئے جا رہے ہیں سلطان سے جا کر کہا کہ فاتح فوج ایسی غنیمت سے کیوں محروم کی جاتی ہے ۔ بولا بدعہدی ہمارا شیوہ نہیں ہے ۔

پرنس رانوڈوی شانیلون والی کرک نے ایک بار معاہدہ کر لینے کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت کو بلا وجہ قتل کر ڈالا تھا اور کہا تھا کہ میرے مقابلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کون نصرت کر سکتا ہے ۔ سلطان نے سن کر یہ قسم کھائی تھی کہ وہ گرفتار ہو گا تو اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا ۔ معرکہ حطین جو صلیبی لڑائیوں میں سب سے سخت تھا اور ربیع الثانی ۵۸۳ھ میں ہوا ۔ اس میں ان کا سب سے بڑا بادشاہ جافرے (گوے دی لوزینانا) مع اپنے بھائی پرنس مذکور کے گرفتار ہوا ۔ جب یہ دونوں دربار میں لائے گئے اس وقت جافرے بہت پیاسا تھا ۔ سلطان نے اس کے لئے برف کا شربت منگوایا ۔ پینے کے بعد اس نے پرنس کو بھی پلایا ۔ سلطان نے کہا کہ آپ پلا رہے ہیں میں نہیں ۔ کیونکہ کھلانے یا پلانے کے بعد کسی کو قتل کرنا اس کے نزدیک سپاہیانہ روح کے منافی تھا ۔ اس کے بعد تلوار لے کر اٹھا اور کہا کہ دیکھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے تیار ہوں ۔ اور اگر اب بھی تو اسلام قبول کرے تو چھوڑ دوں لیکن یہ سعادت اس کی قسمت میں نہ تھی ۔ جافرے اس کے قتل سے سہم گیا ۔ سلطان نے اس کو اطمینان دلایا کہ میں تم کو قتل نہیں کروں گا ۔ یہ تو غدار اور بے دین تھا اور انبیائے کی شان میں زبان درازی کرتا تھا ۔

علم کا ایسا قدر دان تھا کہ سینکڑوں مدرسے بنوائے ، علماء و صلحا کے وظائف مقرر کئے اور اپنے دونوں بیٹوں عزیز اور افضل کو ساتھ لے کر امام سلفی سے سماع حدیث کے لئے اسکندریہ کا سفر کیا ۔ ۵۷۴ھ میں عسقلان کی جنگ میں جب فقیہہ عیسیٰ جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے صلیبیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے تو ان کو واپس لے کر چین لیا اگرچہ چھ لاکھ دینار فدیہ میں دینے پڑے ۔ اس کی تمام فوج مطیع و فرماں بردار اور دل سے محبت اور عزت کرتی تھی اور رعب اس قدر تھا کہ باوجود کثرت کے کبھی ان میں سے کوئی منحرف نہ ہو سکا ۔ دنیا سے بے نیازی کی کیفیت یہ تھی کہ گو بے حد مال و متاع زندگی میں اس کو ملا مگر مرنے کے بعد خزانہ خاص میں صرف ایک دینار چھوڑا تھا اور ۲۷ درہم ۔ مصر اور شام میں اس کی بہت سی یادگاریں ہیں ۔ قاہرہ کے متصل جبل مقطم کا قلعہ اسی نے اپنی سکونت کے لئے بنوایا تھا جو اب تک موجود ہے اور مصر کے کل قلعوں سے زیادہ سنگین ۔ بڑا اور موقع کے لحاظ سے بہتر ہے ۔

ملک عزیز

صلاح الدین نے امراء کے مشورہ سے اپنی زندگی ہی میں سلطنت کو اپنے تین بیٹوں میں تقسیم کر دیا تھا ۔ عماد الدین عثمان کو

ملک عزیز کے لقب کے ساتھ مصر کی ولایت دی - نور الدین کا خطاب ملک افضل رکھا اور اس کو دمشق کا بادشاہ بنایا - اور غیاث الدین ابوالفتح غازی کو ملک ظاہر کا لقب دے کر عراق عجم حوالہ کیا - بقیہ بیٹوں کو چھوٹے چھوٹے اقطاع دیدیئے - عزیز فیاض اور شجاع تھا لیکن امور سلطنت میں سہل انگار - اس کے عہد میں وہ محاصل جن کو سلطان صلاح الدین نے شرع کے خلاف ہونے کی وجہ سے موقوف کر دیا تھا - پھر لگا دیے گئے قحط بھی پڑا ۲۰ محرم ۵۹۵ھ کو اس نے وفات پائی - ارباب خیر و صلاح کو بہت عزیز رکھتا تھا -

ملک منصور

عزیز کے بعد اس کا بیٹا منصور جس کا سن صرف آٹھ سال تھا مصر کے تخت پر بیٹھا - ملک عادل سیف الدین ابو بکر بن ایوب کرک سے فوج لئے ہوئے آیا اور اس دعوے سے کہ وہ منصور کا دادا ہوتا ہے سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا - پھر شوال ۵۹۲ھ میں علماء کے فتوے کے مطابق اس نابالغ کو اتار کر خود تخت نشین ہو گیا -

ملک عادل

عادل کے تخت پر آتے ہی دور صلاح الدین تازہ ہو گیا - کیونکہ اس نے افضل سے شام بھی لے لیا اور حلب کو بھی تابع کر لیا اس طرح پر پوری سلطنت جو حصوں بخروں میں منقسم ہو گئی تھی پھر ایک علم کے نیچے آ گئی - اسی کے عہد میں ۵۹۷ھ میں مصر کا وہ مشہور قحط پڑا تھا جس میں آدمی آدمیوں کو کھانے لگے تھے اور جس کی چشم دید، پر درد کیفیت عبداللطیف بغدادی نے اپنے سفر نامے میں لکھی ہے -

سلطان صلاح الدین کے انتقال کے بعد صلیبیوں نے جب دیکھا کہ اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو یورپ سے مدد طلب کی اور خود بھی اپنی قوتیں بڑھانے لگے تاکہ اپنی کھوئی ہوئی شوکت پھر حاصل کر لیں - مگر یہ مدد اس وقت پہنچی جب ملک عادل سلطنت کو متحد کر چکا تھا اس وجہ سے وہ کچھ نہ کر سکے -

۶۱۳ھ میں جب چھٹا حملہ صلیبیوں کا ہوا اس وقت بوجہ کثرت کے انہوں نے شام کے اکثر شہروں کو لے لیا - ۶۱۵ھ میں مصر کی طرف بڑھے اور دمیاط کو فتح کر لیا - اسی درمیان میں ملک عادل نے وفات پائی - یہ سلطان صلاح الدین کا بھائی اور اسی کی طرح شجاع عاقل حلیم اور اقبال مند تھا - صلیبی معرکوں میں اس کا رعب اس قدر غالب تھا کہ دشمن، صلاح الدین سے زیادہ اس سے ڈرتے تھے - رچرڈ شیر دل کوشش میں تھا کہ اپنی بہن جون کی جو سسلی کے بادشاہ کی بیوہ تھی اس کے ساتھ شادی کر دے صلیبیوں نے دونوں جماعتوں جمعیت ہیکلین اور جمعیت عاری یوحنا کے مشورہ سے بار بار اس کے لئے قاصد بھیجے - شرط یہ تھی کہ قدس اور وہ بلاد جو مسلمانوں کے پاس ہیں جون کو ملیں - عادل نے اس شرط کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھ کر منظور کر لیا - اور سلطان صلاح الدین نے بھی اجازت دے دی - لیکن کشیشوں اور راہبوں نے جا جا کر جون کو سمجھایا کہ اس سے تو مسیح کی نافرمانی ہو جائے گی اور آسمانی بادشاہت میں داخل نہ ہو سکے گی اس وجہ سے وہ رک گئی -

ملک کامل

عادل کے بعد اس کا بیٹا کامل محاصرہ دمیاط ہی میں تخت نشین ہوا - اس نے ۹ رجب ۶۵۱ھ میں صلیبیوں کو وہاں سے نکالا - اس کے بعد قاہرہ میں آیا اور فتح کی خوشی میں جشن عام کیا -

مصر میں اس کی بنائی ہوئی متعدد عمارتیں ہیں امام شافعی کی قبر پر اسی نے خوش اعتقادی سے قبہ تعمیر کرایا - حدیث کی تعلیم کے لئے ایک عظیم الشان مدرسہ بنوایا - جس کے لئے جائیداد وقف کی - زمانہ بعد میں یہ مدرسہ کاملیہ کے نام سے مشہور ہوا -

ایک بار شرف الدین بن عین الدولہ قاضی القضاۃ کے سامنے ایک مقدمہ میں شہادت دی۔ انہوں نے اس کو پایہ اعتبار سے ساقط گردانا اس بنا پر کہ وہ روزانہ ایک مغنیہ مجیبہ نامی کو بلوا کر گانا سنا کرتا تھا۔ اس پر اس نے قاضی کی شان میں سخت کلمہ استعمال کیا۔ قاضی نے کہا یہ مسند عدالت کی توہین ہے میں اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔ اسی وقت اپنی برطرفی کا اعلان کر کے گھر چلے آئے کامل نے مجبوراً جا کر ان کو راضی کیا کیونکہ اس کو اپنی بدنامی کا خوف ہوا۔ کامل ۶۳۵ھ میں دمشق میں بیمار ہوا۔ اور وہیں ۲۳ رجب کو انتقال کر گیا۔ ۲۰ سال ۲ مہینے حکومت کی شان و شکوہ اور ہیبت و وقار میں ممتاز تھا۔

عادل ثانی

کامل کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین ابوبکر عادل سلطان ہوا۔ لیکن ۲ سال سے زیادہ نہ رہ سکا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اس کا بھائی ملک صالح نجم الدین جزیرہ کا فرمانروا تھا اور امیر مونس شام کا۔ صالح نے امیر مذکور سے امارت کا تبادلہ کر لیا اور شام میں آگیا۔ غرض یہ تھی کہ مصر پر تغلب حاصل کرے۔ چنانچہ فوج کشی کی عادل مقابلہ کے لئے چلا مگر مقام بلبیس میں پہنچ کر امراء اور فوج نے جو در پردہ صالح کے حامی تھے اس کو گرفتار کر لیا۔ صالح آکر مصر پر قابض ہو گیا۔

ملک صالح

ذی حجہ ۶۳۷ھ میں اس کی سلطنت کی بیعت ہوئی اس کے بعد امیر مونس کو جزیرہ سے معزول کر کے مصر میں طلب کیا۔ اس کو خطرہ ہوا اور اس نے صلیبیوں کے پاس پناہ لی۔ والی دمشق اسماعیل، امیر حمص ابراہیم، اور حاکم کرک بھی اس کے ساتھ مل گئے اور سب نے متفق ہو کر لشکر کشی کی۔ لوئس نہم فرانسیسی بادشاہ بھی ان کے ساتھ آکر شریک ہو گیا۔ ۲۲ صفر ۶۴۷ھ میں دمیاط کو لے لیا۔ پھر فارسکور کی طرف بڑھے۔ ملک صالح بیمار تھا مگر ۱۴ مہینے مقابلہ میں جما رہا۔ آخر اسی سال ۱۴ شعبان کو انتقال کر گیا۔ اس کی بیوہ شجرۃ الدر نے اس کی موت کو مخفی رکھا۔ یہاں تک کہ اس کا بیٹا ملک معظم تورانشاہ حصن کیفا سے آکر تخت نشین ہوا اس نے صلیبیوں کو سخت شکست دے کر نکال دیا۔

قاضی عزالدین

ملک صالح کے زمانہ میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام مصر میں آئے پہلے یہ دمشق میں قاضی تھے۔ وہاں کے امیر اسمٰعیل نے جب صلیبیوں کو صیدا اور قلعہ شقیف دینے کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملایا اس وقت انہوں نے اعلان کرایا کہ خطبوں میں سے اسمٰعیل کا نام نکال دیا جائے۔ وہ یہ سن کر نہایت غضبناک ہوا۔ اس لئے یہ دمشق چھوڑ کر مصر کی طرف چلے۔ چونکہ نہایت محترم تھے اس وجہ سے امراء اور اعیان شہر نے روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ ہم اسماعیل کو راضی کر لیں گے۔ آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کی دست بوسی کر لیجئے۔ فرمایا کہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں ہوں کہ تمہارا امیر میری دست بوسی کرے۔ چہ جائیکہ میں خود اس کا ہاتھ چوموں اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس آفت سے مجھ کو پناہ میں رکھا ہے جس میں تم مبتلا ہو۔ جاؤ تم دوسرے عالم میں ہو میں دوسرے عالم میں ہوں۔ جب مصر پہنچے تو ملک صالح نے تکریم کی اور قضا کا عہدہ دیا۔

اس زمانہ میں سلطانی حاجب امیر فخرالدین نے جس کے ہاتھ میں سلطنت کی باگ تھی ایک مسجد کے دروازہ پر بالا خانہ بنایا تھا جس پر نوبت بجائی جاتی تھی۔ قاضی موصوف نے جب اس کو دیکھا تو فوراً توڑنے کا حکم دیا اور امیر فخرالدین کے ناقابل شہادت ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور یہ خیال کر کے اس کی مخالفت میں اپنے منصبی فرائض ادا نہ کر سکوں گا استعفا دے کر عدالت سے چلے آئے ملک صالح نے خود جا کر اس بالا خانہ کو گرا دیا اور ان کو راضی کر کے دوبارہ مسند عدالت پر لایا۔

فخرالدین اور اس کے رفقاء سمجھتے تھے کہ ان کے اعلان کا ہمارے اوپر کیا اثر پڑ سکتا ہے لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اسی درمیان

میں سلطان نے بغداد کے خلیفہ مستعصم کے پاس کسی امر خاص کے متعلق سفارت بھیجا۔ سفیر نے وہاں پہنچ کر جب خلیفہ کو پیغام سنایا تو خلیفہ نے پوچھا کہ اس کو تم سے خود سلطان نے کہا تھا یا کسی اور نے ؟ اس نے جواب دیا کہ امیر فخرالدین نے ۔ خلیفہ نے کہا کہ عزالدین نے اس کو ساقط الاعتبار کر دیا ہے ۔ اس لئے اس کی روایت ہم قبول نہیں کر سکتے ۔ مجبوراً سفیر نے واپس آکر سلطان کی زبان سے پیغام لیا اور جا کر جواب لایا ۔

قاضی موصوف کے نزدیک یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ممالیک بحریہ جو سلطان کے زر خرید ہیں آزاد نہیں کئے گئے ہیں اس لئے اعلان کرایا کہ ان کے جملہ تصرفات خود مختارانہ از قسم بیع و شریٰ و نکاح و طلاق وغیرہ بوجہ عدم حریت ناجائز ہیں اور حکم بھیجا کہ وہ سب کے سب حاضر آئیں میں ان کو فروخت کروں گا کیونکہ وہ بیت المال کی ملکیت ہیں ۔ قاضی صاحب کو ان کے احباب نے اس کے انجام سے ڈرایا ۔ مگر وہ اجراء حکم شرعی پر اڑے رہے ۔

ممالیک نے جب یہ سنا تو قیامت برپا ہو گئی ۔ اس لئے کہ وزارت امارت سپہ سالاری وغیرہ سپہ سلطنت کے تمام بڑے بڑے مناصب پر وہی لوگ تھے ۔ نائب السلطنت نے غضبناک ہو کر کہا کہ ہم روئے زمین کے ملوک ہیں ۔ قاضی کی کیا مجال ہے کہ وہ ہمارے سامنے دم مار سکے ۔ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں لپنے ہاتھ سے اس کی گردن ماروں گا ۔ یہ کہہ کر لپنے اعوان کی ایک جماعت کو ساتھ لئے ہوئے چلا ۔ سب کے سب غصہ میں بھرے ہوئے اور برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے تھے ۔ جب ان کے گھر کے پاس پہنچے تو شور سن کر ان کا لڑکا باہر نکل آیا ۔ کیفیت دیکھ کر سہما ہوا اندر بھاگا اور باپ کو مطلع کیا ۔ نہایت بے پرواہی سے بولے کہ تیرے باپ کا یہ رتبہ کہاں کہ اس کا خون راہ حق میں بہایا جائے اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے ۔ نائب السلطنت کی نگاہ جب ان پر پڑی جلال حق سے کانپنے لگا تلوار ہاتھ سے گر گئی اور بولا کہ یا مولانا! آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ فرمایا کہ تم لوگوں کو فروخت کروں گا ۔ بولا کہ قیمت کون لے گا جواب دیا کہ میں اور اس کو مسلمانوں کے مصالح میں صرف کروں گا۔ چنانچہ یہی کیا ۔ قاضی عزالدین کا لقب سلطان العلماء تھا ۔ مصر کے مشہور اور نامور امام شیخ تقی الدین ابن دقیق العید جن کو بعضوں نے ساتویں صدی کا مجدد لکھا ہے ان کے شاگرد تھے ۔

ملک معظم

غیاث الدین تورانشا پسر ملک صالح نجم الدین ملک معظم کے لقب سے تخت نشین ہوا ۔ اس نے جملہ امراء کو برطرف کر کے ان لوگوں کو مقرر کیا جو اس کے ساتھ حصن کیفا سے آئے تھے ۔ اس وجہ سے ممالیک ناراض ہوگئے ۔ دو مہینے بھی نہ گزرنے پائے کہ ۷ محرم ۶۴۸ھ میں اس کو قتل کر ڈالا ۔

شجرۃ الدر

چونکہ معظم کے کوئی بیٹا نہ تھا اس وجہ سے امراء میں اختلاف پیدا ہوا کہ کس کو تخت پر بٹھائیں ۔ قریب تھا کہ جنگ تک نوبت پہنچ جائے شجرۃ الدر نے جو ایک شاہی کنیز تھی اور ملک صالح نے اس کے حسن و جمال اور عقل و فہم کو دیکھ کر لپنے نکاح میں لیا تھا ممالیک کا پلہ بھاری دیکھ کر ان کے سرغنہ عزالدین ایبک کو لپنے ساتھ متفق کر لیا ۔ خود ۱۰ صفر ۶۴۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھ گئی اور اس کو اپنا وزیر بنا لیا ۔

خلیفہ بغداد مستعصم نے عورت کی سلطنت کو جائز نہیں رکھا ۔ اس وجہ سے تین مہینے کے بعد اس کو تخت چھوڑ دینا پڑا ۔ عزالدین ایبک نے ملک مذکورہ کے ساتھ شادی کر لی اور خود تخت نشین ہو گیا ۔ اس وقت سے ایوبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔ شجرۃ الدر کی ایک یادگار اب تک قائم ہے ۔ یعنی مصری محمل جو اسی کے عہد سے غلاف کعبہ لے کر مکہ کو بھیجا جاتا ہے ۔

دولت ممالیک بحریہ

(۶۴۸ھ سے ۷۸۴ھ تک)

ترکی مملوک خلیفہ معتصم اور اس کے بعد احمد بن طولون کے زمانہ سے مصر میں گئے تھے۔ پھر عہد فاطمی میں ان کی اور کثرت ہوئی۔ مگر ان ممالیک بحریہ کا مولد و منشا دوسرا تھا۔ یہ روسی ممالک دشت قپچاق، قزوین اور کوہ قاف کے علاقوں سے تاتاری حملوں کے زمانہ میں بھاگ کر اسلامی ملکوں میں آگئے تھے لوگوں نے جابجا سے لے جا کر ان کو مصر میں فروخت کیا۔ ملک صالح نجم الدین ایوبی نے خرید کر ان میں سے اپنے درباری اور امراء دولت منتخب کئے۔ بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا اور جزیرہ روضہ کے قریب رہنے کے لئے ان کو زمین عطا کی جہاں انہوں نے عظیم الشان محلات اور قلعے تعمیر کرائے۔ چونکہ اس مقام پر دریائے نیل کی دو شاخیں ملی ہیں جن کی وجہ سے وہ بحر کے نام سے مشہور ہو گیا ہے اس لئے یہ ممالیک بحری کہلائے۔ دولت ایوبی کی کمزوری اور اپنے استیلاء کی وجہ سے آخر میں تخت سلطنت پر قابض ہو گئے۔

معز جاشنگیر

عزالدین ایبک جمادی الاول ۶۴۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ اور اپنا لقب معز جاشنگیر رکھا۔ اہل مصر مملوک ہونے کی وجہ سے اس کی حکومت سے خوش نہ تھے۔ مگر اس نے داد و دہش سے فوج کو ہمیشہ اپنے قابو میں رکھا۔

ناصرالدین یوسف ایوبی جو دمشق پر متغلب ہو گیا تھا ملک معظم کا انتقام لینے کے لئے صلیبیوں کے ساتھ مل کر مصر پر لشکر کشی کا ارادہ رکھتا تھا۔ معز نے بھی اطلاع پا کر صلیبیوں کو کچھ دے کر اپنے موافق کر لیا۔ ناصرالدین نے بیس ہزار فوج روانہ کی جس کو غزہ میں مصریوں نے شکست دیدی۔ اس کے بعد وہ خود ایک لشکر گراں لے کر دمشق سے آیا۔ اس کو بھی معز اور اس کے سپہ سالار فارس الدین اقطائی نے پسپا کر دیا۔ اب اسے مجبوراً مصر کو ممالیک ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن ازراہ دانشمندی ان کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا کہ صلیبیوں کے مقابلہ میں دونوں فریق متحد رہیں گے۔ مصالحت کے بعد قاہرہ میں پہنچ کر معز نے والی موصل کی بیٹی سے شادی کا پیغام بھیجا۔ شجرۃ الدر نے اس رشک میں اپنی لونڈیوں کے ذریعہ سے ربیع الاول ۶۵۵ھ میں حمام میں اس کو قتل کرا دیا۔ اس کے غلاموں نے جب سنا تو شجرۃ الدر کو بھی مار کر فصیل کے نیچے خندق میں پھینک دیا۔ معز نے مصر قدیم میں شاطی نیل پر ایک بڑا مدرسہ بنوایا تھا جس پر ملکیت وقف کی تھی۔

ملک منصور نورالدین

معز کے بعد امراء نے اس کے بیٹے نورالدین علی ایبک کو جس کا سن پندرہ سال تھا ملک منصور کا لقب دے کر تخت پر بٹھایا اور سیف الدین محمود قطوزی بن مودود کو جو خوارزم شاہ کا بھانجا تھا اور تاتاریوں کے خوف سے مصر میں آکر معز کا معتمد خاص بن گیا

تو اتابک مقرر کیا۔ منصور کی تخت نشینی کے دوسرے سال ۶۵۶ھ میں ہلاکو نے بغداد کو تباہ کیا جس سے مصر میں بھی خوف چھا گیا۔

قطوزی نے امراء اور علماء کو جمع کر کے کہا کہ یہ موقع اسلامی سلطنتوں کے لئے سخت خطرہ کا ہے۔ تاتاریوں نے مرکز خلافت کو غارت کر ڈالا۔ اب شام کی طرف آئے ہیں اور بالیقین مصر پر بھی حملہ آور ہوں گے۔ اس لئے اس وقت کارآزمودہ اور مدبر سلطان کی ضرورت ہے۔ نہ کہ ایک نادان بچہ کی جو دن بھر غلاموں کے ساتھ بجز کبوتر اڑانے کے اور کچھ نہیں جانتا۔ لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کیا اور ۴ ذیقعدہ ۶۵۷ھ میں منصور کو تخت سے اتار کر اسی کو بوجہ شجاع و مدبر ہونے کے مسند نشین کر دیا۔ اور مظفر لقب رکھا۔

ملک مظفر سیف الدین

ہلاکو نے دمشق اور سواحل شام کو فتح کر کے مصر کا ارادہ کیا اور ملک مظفر کو لکھا کہ ملک جلا جنگ میرے حوالہ کر دو ورنہ تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو اہل بغداد کا ہوا۔ مظفر ہراساں ہوا مگر مصری فوجوں نے جو صلیبیوں پر پیہم فتوحات حاصل کر چکی تھیں ہلاکو کی دھمکی کی پرواہ نہ کی اور لڑنے کے لئے تیار ہو گئیں وہ ان کو لے کر مقابلہ کے لئے چلا۔ اسی دوران میں ہلاکو کو اپنے باپ کے انتقال کی خبر پہنچی اور وہ شام میں مصریوں کے مقابلہ کے لئے اپنے نائب امیر کتبغا کو چھوڑ کر خود واپس چلا گیا۔ شوال ۶۵۸ھ میں عین جالوت پر فریقین میں معرکہ ہوا جس میں تاتاریوں نے سخت ہزیمت اٹھائی۔ کتبغا مارا گیا اس کا بیٹا قید ہوا۔ اور مصریوں کو بہت مال اور بیشمار سازو سامان غنیمت میں ملا۔ مظفر نے بیبرس بند قداری کو تاتاریوں کے تعاقب میں بھیجا اور وعدہ کیا کہ اگر تم انکو شام کی سرحد سے نکال دو گے تو میں تم کو حلب کی ولایت دوں گا اس نے سارا شام تاتاریوں سے خالی کرا لیا۔ لیکن مظفر نے وعدہ نہیں پورا کیا اور والی موصل کے بیٹے علاء الدین کو حلب کا والی کر دیا۔ بیبرس نے جب یہ دیکھا تو مملوک کی ایک جماعت کو ملا کر واپسی میں قاہرہ کے متصل موقع پا کر مظفر کو مار ڈالا۔ اس کے بعد فوراً یہ جماعت قصر سلطانی میں پہنچی وہاں فارس الدین اقطائی نے جو منصور کا اتالیق اور ممالیک کا سرغنہ تھا پوچھا کہ پہلا وار کس نے کیا تھا؟ بیبرس نے کہا میں نے بولا کہ تمھیں تخت پر بیٹھ جاؤ۔ اسی وقت اس کی مسند نشینی کا اعلان ہوا۔

ملک ظاہر بیبرس

رکن الدین بیبرس بند قداری ۱۷ ذیقعدہ ۶۵۸ھ کو تخت سلطنت پر بیٹھا بہاء الدین کو وزیر اور بیلی ملک کو خزانچی مقرر کیا۔ ملک مظفر کے جتنے لوگ تھے ان کی دلجوئی کے لئے مناصب پر بحال رکھا۔

خلافت عباسی

بغداد کی تباہی اور خلیفہ معتصم کے قتل کے بعد ۶۵۹ھ میں عباسی خاندان کا ایک شخص ابوالقاسم احمد جو اپنے آپ کو ظاہر بامراللہ خلیفہ بغداد کا بیٹا کہتا تھا مصر کی طرف پہنچا۔ بیبرس نے اس کا شاہانہ استقبال کیا اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ اس کو قاہرہ میں لے گیا۔

چونکہ مستعصم کے بعد سے ساڑھے تین سال سے منصب خلافت خالی تھا۔ اس لئے چاہا کہ پھر اس کو قائم کرے علماء اور قضاۃ کو جمع کیا۔ احمد مذکور کا نسب ثابت کرنے کے بعد مستنصر کے لقب سے اس کو خلیفہ بنایا اور سب سے بیعت لی اس وقت سے عباسی خلافت قاہرہ میں آ گئی۔

فتوحات

ملک کے اندرونی انتظامات کی طرف سے جب اس کو اطمینان ہو گیا اس وقت لشکر تیار کر کے صلیبیوں کے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ پورے دو سال ۶۴-۶۶۳ھ تک لڑتا رہا اور شام کے ایک ایک شہر سے ان کو نکالا۔ پھر آرمینیہ کو فتح کرتا ہوا اناطولیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں ہلاکو کا بیٹا ریگا خاں مقابلہ کے لئے آیا۔ اس کو ہزیمت دی۔ ۶۶۵ھ میں مصر آکر ملکی انتظام کے ساتھ ساتھ جنگی تیاری شروع کی اور ۶۶۶ھ میں فلسطین کے صلیبیوں پر حملہ کیا وہاں سے انطاکیہ بلکہ اس سے بھی آگے مقام مرقیہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ ادھر سے پلٹ کر اسی سال بغداد واپس لیا۔ باطنیوں کو ہر چند ہلاکو نے غارت کر ڈالا تھا مگر انکا خاتمہ نہیں ہوا تھا ۶۷۰ھ میں پھر ان کی شورشیں بڑھیں۔ بیبرس خود فوج لے کر گیا۔ ان کے قلعے فتح کر لئے اور سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ جس کے بعد یہ جماعت ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی

تاتاریوں نے پھر شام پر یورش کی۔ ان کے مقابلہ کے لئے امیر قلاودن کو بھیجا۔ جس نے شکست پر شکست دے کر ان کو وہاں سے نکالا۔ بیبرس امیر مذکور کی بہادری سے نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے بیٹے کو اس کی بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا کہ اس کا حامی رہے۔ ۶۷۴ھ میں امیر آق سنقر کو نوبیا کی طرف بھیجا۔ اس نے وہ سارا علاقہ فتح کر لیا۔ ۶۷۵ھ میں تاتاریوں نے اباقا خان پسر ہلاکو کی قیادت میں عراق عجم پر چڑھائی کی۔ بیبرس مقابلہ کے لئے پہنچا۔ نہایت خوں ریز جنگ ہوئی جس میں فریقین کے قریباً ایک لاکھ آدمی مارے گئے آخر میں تاتاری ہزیمت اٹھا کر بھاگے اس کے بعد بیبرس نے قیساریہ کا رخ کیا جو صلیبیوں کے قبضہ میں تھا اور جنہوں نے تاتاریوں کی آمد کی خبر پا کر مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ ان کو مغلوب کر کے شہر میں نہایت شان و شوکت سے داخل ہوا۔ فتح قیساریہ کے بعد دمشق میں آیا۔ وہیں بیمار ہو کر ۲۷ محرم ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

صفات بیبرس

سلطان بیبرس اپنے کارناموں، فتوحات، شجاعت، شان و شوکت اور وسعت سلطنت کے لحاظ سے سلطان صلاح الدین سے کم نہ تھا۔ ایک طرف اس نے صلیبیوں کو سخت سے سخت شکستیں دے کر بجز عکا اور طرابلس شام کے تمام مقبوضات چھین لئے۔ دوسری طرف بغداد واپس لیا اور تاتاریوں کو ایسی ہزیمتیں دیں کہ ان کا رخ شام اور مصر کی طرف سے پھیر دیا۔ اور باطنیوں کو جو مار آستین تھے ہمیشہ کے لئے فنا کر دیا۔

کشیدہ قامت، خوش رو، خوش وضع، جاہ و جلال میں بے نظیر، شہسواری میں فرد، سپہ گری کا ایسا شائق کہ امراء، شہزادوں اور سپاہیوں کو لیکر میدان میں تیر اندازی، شمشیر زنی، نیزہ بازی اور سواری کی روزانہ مشق کرتا۔ اور سب کو اس کی ترغیب دلاتا۔ ہمہ تن عمل تھا، جہاد کا عاشق اور شرع کا پابند تمام ناجائز محاصل موقوف کر دیے۔ مسکرات یک قلم اٹھا دیں۔ فواحش کا انسداد کیا اور شعائر دینی کا ہمیشہ احترام رکھا۔ اسی کے عہد سے مصر میں یہ دستور جاری ہے کہ جب محمل شریعت کعبہ کے لئے روانہ ہوتا ہے تو پہلے اس کو سارے شہر میں گشت کراتے ہیں اس کے آگے غلاموں کے اکھاڑے ہوتے ہیں جو جگہ جگہ ٹھہر کر نیزوں اور تلواروں کے کرتب دکھاتے ہیں۔ ۶۶۷ھ میں وہ خود حج کے لئے گیا تھا۔ خانہ کعبہ کو عرق گل سے اپنے ہاتھوں سے مل مل کر غسل دیا۔ اور دیبا کا غلاف چڑھایا۔ مدینہ میں دیکھا کہ لوگ قبر شریف نبوی کے قریب جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس کو ادب کے خلاف سمجھ کر وہ حجر لگوا دیا جو آج تک موجود ہے۔ مسجد نبوی اس سے پیشتر جل گئی تھی۔ خلیفہ مستعصم نے اس کی تعمیر بھی شروع کرائی تھی لیکن اسی درمیان میں وہ تاتاریوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ بیبرس نے اس کو مکمل کرایا۔

سخاوت اور فیاضی میں بے مثل تھا۔ ہزاروں من غلہ فقراء، مساکین اور ارباب زوایا میں تقسیم کراتا۔ رمضان میں مطبخ سے بے شمار اہل حاجت کو کھانا دیتا اور حرم میں شرفا و مجاورین کے لئے وظائف بھیجتا۔ بے کسوں کی تجہیز و تکفین کے لئے اپنی خاص

ملکیت سے وقف کر دی تھی ۔

قضاۃ اربع

مصر میں علاوہ دیگر رفاہ عام کے کاموں کے اس نے ایک عظیم الشان جامع اور دارالعدل تعمیر کرایا ۔ ہفتہ میں ایک روز خود بھی آکر قضاۃ کے ساتھ فیصل مقدمات کے لئے بیٹھا کرتا ۔ مصر اور شام میں ابتداء سے بالعموم شافعی مذہب رائج تھا ۔ اسی وجہ سے وہاں قاضی بھی ہمیشہ اسی مذہب کے مقرر ہوتے رہے ۔ کبھی کبھی ضرورت پر وہ خود اپنی طرف سے دوسرے مذاہب کے علماء کو اپنا نائب بنا لیتے تھے ۔ فاطمیہ کے عہد میں جب شیعت اور اسماعیلیت پھیلی اس وقت افضل امیر الجیوش کے بیٹے احمد نے اپنی وزارت ۵۲۵ ھ میں چار مذاہب کے مستقل قاضی مقرر کئے ۔ سلطان بن رشا شافعی ۔ ابو محمد عبدالمولیٰ مالکی ۔ افضل بن ازرق اسماعیلی اور ابن ابی کامل اثنا عشری ۔

فاطمیہ کے انقراض کے بعد نورالدین اور صلاح الدین وغیرہ چونکہ شافعی تھے اس وجہ سے ان ممالک میں پھر اسی مذہب کے قاضی ہونے لگے ۔ بیبرس کے زمانہ میں قاہرہ میں جمعہ کی نماز مذہب شافعی کے مطابق صرف ایک ہی جگہ جامع حاکمی میں ہوتی تھی ۔ بیبرس نے جامع ازہر میں چاہا کہ جمعہ ہوا کرے ۔ قاضی تاج الدین نے اجازت دینے سے انکار کیا ۔ اس وجہ سے اس نے ایک حنفی قاضی صدرالدین سلیمان کو مقرر کر کے ان سے فتویٰ لے لیا ۔ پھر مالکی قاضی شرف الدین عمر اور حنبلی شمس الدین محمد بھی مقرر کئے گئے ۔ اس وقت سے وہاں مذاہب اربعہ کے قضاۃ ہونے لگے ۔

امام نووی

بیبرس نے جب وہ دمشق میں تھا چاہا کہ جہاد کے صرفہ کے لئے مسلمانوں سے کچھ رقم وصول کرے ۔ شامی علماء نے جواز کا فتویٰ لکھ دیا ۔ علامہ محی الدین نووی صحیح مسلم کے مشہور شارح بھی بلائے گئے اور ان سے بھی دستخط کرنے کی درخواست کی گئی ۔ انہوں نے انکار کیا اور سلطان سے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو امیر بند قدار کا زر خرید غلام تھا اور ایک حبہ کا بھی مالک نہ تھا ۔ اب اللہ نے تجھ کو سلطنت دے دی ہے اور تو نے ہزاروں غلام خریدے ہیں جن کے سارے ساز و سامان طلائی ہیں ۔ نیز تیرے محل میں سو کنیزیں ہیں جو زرد جواہر سے لدی ہوئی ہیں جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب قیمتی چیزیں اپنے غلاموں اور کنیزوں سے تو نے فوجی ضرورت کے لئے لے لی ہیں اس وقت تک میں غریب مسلمانوں کے مال لینے کا فتویٰ تیرے حق میں کیسے لکھ دوں ۔ یہ سخت جواب سن کر وہ برہم ہوا ان کے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ۔ چنانچہ وہ اپنے وطن نووی میں چلے گئے ۔ اس کے بعد علماء نے جا کر سلطان سے عرض کیا کہ نووی ہماری جماعت کے پیشوا اور امام ہیں ان کو یہاں سے نکال دینا مناسب نہ تھا ۔ اس پر اس نے اپنے حکم کو منسوخ کیا اور ان کو دمشق میں رہنے کی اجازت دیدی ۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں اس وقت تک وہاں نہیں آسکتا جب تک بیبرس موجود ہے اس کے دوسرے ہی مہینہ بیبرس کا انتقال ہو گیا ۔

مؤرخین بالعموم امام نووی کے طرفدار ہیں ۔ اور ان کے قول کو حق بجانب سمجھتے ہیں ۔ لیکن جن علماء نے دستخط کئے تھے وہ سب کے سب نادان یا دنیا پرست نہ تھے ۔ بیش ازیں نیست کہ سلطان اگر اپنے گھر سے اس جہاد کے چندہ کو شروع نہ کرے تو قصور وار ہے ۔ لیکن جواز میں کیا شبہ ۔ کیونکہ یہ اس کا ذاتی کام نہیں ہے ۔ بادشاہ اسلام کو مدافعت کفار کے لئے مال دے دینا اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ وہ غلبہ کر کے جان و مال دونوں پر مسلط ہو جائیں یہی وجہ تھی کہ سلطان ان سے برہم ہوا ۔ ورنہ علماء کی توقیر ہمیشہ اس کا شیوہ تھی ۔ چنانچہ اس کے آغاز عہد میں مصر میں علامہ عزالدین بن عبدالسلام کا ایسا اثر تھا کہ جو کہتے وہی ہوتا ۔ اس نے کبھی ان کے خلاف دم مارنے کی جرآت نہ کی اور جب وہ انتقال کر گئے تو کہا کہ آج تک شیخ فرماں روا تھا ۔ اب میری حکومت شروع ہوئی ۔

ملک سعید برقہ خاں

بیبرس کے بعد اس کا بڑا بیٹا ناصرالدین برقہ خاں سریر سلطنت پر آیا اس نے اپنے باپ کے ایک زر خرید غلام بلبائی کو وزیر مقرر کیا ۔ جس کے حسن انتظام سے اہل مصر خوش تھے مگر وہ بہت جلد مر گیا ۔ ملک سعید نے یہ خیال کیا کہ امراء نے قصداً اس کو ہلاک کر ڈالا ہے ۔ اس وجہ سے ان کی طرف سے بد گمان ہو گیا بہت کچھ غور و تامل کے بعد آخر میں آق سنقر فاتح نوبیا کو وزارت پر بلایا مگر اس سے خوش نہ ہوا ۔ اس وجہ سے اسکندریہ کے برج میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا اراکین سلطنت اس کے خلاف ہو گئے اور سازشیں کرنے لگے ۔ اسی درمیان میں مشہور ہوا کہ شرف الدین سنجر امیر دمشق نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ۔ ملک سعید فوجیں لے کر پہنچا ۔ وہاں معلوم ہوا کہ یہ امراء مصر کا ایک فریب تھا ۔ جس کی کچھ حقیقت نہ تھی ۔ واپس آکر ان کو سزا دینی چاہی ۔ مگر انہوں نے جتھا باندھ کر اسی کو محصور کر لیا ۔ چاہتے تھے کہ قتل کر ڈالیں لیکن خلیفہ حاکم بامراللہ نے روکا ۔ آخر میں انہوں نے اس کو تخت سے اتار کر قلعہ میں مقید کر دیا اور اس کے بھائی سلامش کو ملک عادل کے لقب سے سلطان بنایا ۔

ملک عادل سلامش

ربیع الاول ۶۸۰ھ میں تخت پر بیٹھا ۔ اس کا سن صرف سات سال تھا ۔ امیر سیف الدین قلاؤن اتابک مقرر کیا گیا ۔ اس نے چھ مہینے کے بعد اس کو تخت سے اتار کر قلعہ کرک میں بھیج دیا ۔ اور خود تخت نشین ہو گیا ۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ملک منصور لقب دیا ۔

ملک منصور قلاؤن الفی

سیف الدین قلاؤن کو آق سنقر نے ایک ہزار دینار پر خرید کیا تھا ۔ اس وجہ سے الفی کہا جاتا تھا ۔ ملک صالح نے اس کی قابلیت دیکھ کر ۶۴۷ھ میں آزاد کر دیا ۔ اس وقت سے اس نے عروج حاصل کرنا شروع کیا ۔ یہاں تک کہ رجب ۶۷۸ھ میں تخت سلطنت پر پہنچ گیا ۔

حکومت پر آتے ہی اپنے اعوان و انصار کو بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کیا اور اپنے کاتب خاص فخرالدین کو وزارت کا قلمدان بخشا ۔ شرف الدین سنجر والئی دمشق نے اب واقعی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنا لقب ملک عادل رکھا ۔ شامیوں نے بالعموم اسکے ہاتھ پر بیعت کر لی ۔ ملک منصور نے امیر طرنطائی سپہ سالار افواج مصر کو اس فتنے کے رفع کرنے کے لئے بھیجا ۔ مقابلہ بہت سخت تھا ۔ مگر آخر میں ملک عادل گرفتار ہو گیا ۔ اس کو قاہرہ میں لائے اور سلطان کے حکم سے تاریک زندان میں قید کر دیا ۔ دمشق کی امارت حسام الدین لاچین کو دی گئی ۔

۶۸۰ھ میں ہلاکو کے دو بیٹوں نے شام پر فوج کشی کی اور دو لشکر لے کر آئے ایک اباقا خان کی قیادت میں تھا اور دوسرا جس میں اسی ہزار سوار تھے ۔ اس کے بھائی منجو تیمور کی ۔ ملک منصور اپنی ساری فوجیں مرتب کر کے لے گیا ۔ حمص کے متصل ۱۴ رجب کو صف آرائی ہوئی ۔ نہایت سخت جدال و قتال کے بعد آخر میں منجو تیمور مارا گیا ۔ اباقا خاں ہزیمت خوردہ فوج کو لئے ہوئے بھاگ کر ہمدان پہنچا ۔ وہاں اس کے بھائی تیکو دار اوغلان نے اس کو زہر دے کر مار ڈالا اور خود حکمران ہو گیا ۔ اس کے بعد اسلام قبول کر کے اپنا نام احمد خاں رکھا اس وجہ سے تعلقات مصریوں کے ساتھ برادارانہ ہو گئے اور فریقین میں باہمی موالات کا عہد نامہ لکھا گیا ۔

تاتاریوں میں اسلام

تاتاری اگرچہ جاہل ، وحشی ، سفاک اور خون آشام تھے ۔ مگر ان میں کچھ صفات بھی تھیں ۔ جن میں نمایاں حر آئین و نظام کی

پابندی، صداقت، باہمی محبت اور رواداری تھی۔ ہمیشہ دوسروں کے عقائد کا احترام کرتے اور مکر و فریب سے نفرت رکھتے تھے۔ غالباً انہیں خوبیوں کے باعث اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے ان کے دلوں کو کھول دیا۔ ورنہ یہ قیمتی دولت سب کو نہیں ملتی۔ چنگیز خاں کے ساتھی تاتاری جب اسلامی ممالک میں داخل ہوئے اور مسلمانوں سے میل جول کا ان کو موقع ملا اسی وقت سے ان میں سے لوگ مسلمان ہونے شروع ہوگئے۔ مگر جو اس دین کو اختیار کرتے وہ اپنے امراء کے خوف سے اسلامی ریاستوں خاص کر مصر میں چلے جاتے۔ ۶۸۰ھ میں جب ان کے بادشاہ احمد خاں مذکور نے اسلام قبول کر لیا۔ تو بالعموم تاتاری مسلمان ہوگئے۔ یہاں تک کہ قوبیلائی قاآن کے پوتے انندہ سلطان نے بھی جو ختا کا حکمران تھا مع اپنی ڈیڑھ لاکھ فوج کے اس دین کو اختیار کر لیا۔ اور دن رات عبادت اور تلاوت میں بسر کرنے لگا۔ خاقان اعظم نے اس کو بلا کر کھانے اور باز رکھنے کی کوشش کی مگر اس نے ایسے جوابات دیے جن سے خود اس کی اور دین اسلام کی وقعت اس کے دل میں بڑھ گئی اور پھر اس نے کچھ نہ کہا۔ چنانچہ ختا کے اکثر باشندے بھی مسلمان ہوگئے۔ ۶۸۸ھ میں طرابلس شام کے صلیبیوں نے سر اٹھایا۔ ملک منصور نے جا کر اس کو فتح کر لیا اور پورے ۱۸۵ سال کے بعد ان کے تغلب سے اس اسلامی خطہ کو آزادی دلائی۔ وہاں سے واپس آکر ۱۲ ذیقعدہ ۶۸۹ھ کو قاہرہ میں انتقال کر گیا۔ ملک منصور عاقل، شجاع، مطبوع اور کم سخن تھا۔ حسن انتظام سے اس کے عہد میں رعایا کو کامل امن اور آرام نصیب رہا۔ اس کی یادگار جامع منصوری اور ایک عظیم الشان مارستان ہے۔ اس نے اپنے بیٹے علی کو جو شاہانہ اوصاف رکھتا تھا ولیعہد بنا کر سلطنت اور جہانبانی کے طریقے سکھائے تھے۔ مگر وہ ۶۸۷ھ میں مر گیا۔ اس غم نے موت تک اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔

ملک اشرف خلیل

ملک منصور کے بعد اس کا بیٹا خلیل تخت پر بیٹھا۔ صلیبیوں کی حکومت صرف عکا میں رہ گئی تھی۔ ۶۹۰ھ میں اس نے جا کر ان کو وہاں سے بھی نکال دیا اب کل ارض مقدس اسلامی قبضہ میں آگئی۔ ۶۹۱ھ میں آرمینیہ کی طرف فوج کشی کی اور ارض روم کو فتح کیا وہاں سے واپسی پر ۶۹۳ھ میں غلاموں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ملک اشرف اور نیز اس کا باپ دونوں چرکسی غلاموں کے بہت قدر دان تھے۔ ہزاروں خرید ڈالے اور وہ ہی ان کے معتمد علیہ ہوگئے۔ ممالیک سابقہ کو رشک پیدا ہوا۔ اس وجہ سے انہوں نے اتفاق کر کے اس کو قتل کیا۔ اس سازش میں رئیس الممالیک بیدرا لاچین نائب شام، قراسنقر والی حلب اور بہادر شیدیوں کا سردار شریک تھے۔ قتل کے بعد بیدرا کے سر پر تاج رکھا گیا۔ لیکن چرکسوں نے اسی روز اس کا سر کاٹ لیا۔ اور نیزہ پر رکھ کر شہر میں تشہیر کی۔ لاچین وغیرہ خوف سے روپوش ہوگئے۔

ملک ناصر محمد بن قلاؤون (بار اول)

چرکسوں نے ملک اشرف کے دوسرے بھائی محمد کو تخت پر بٹھایا۔ اس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس وجہ سے ملک منصور کے غلاموں میں سے زین الدین کتبغا نے نیابتاً سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ لی اور علم الدین سنقر وزیر ہوا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک تخت سلطنت کا خواہاں تھا۔ اس باہمی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنقر مارا گیا۔ اب کتبغا کے لئے راستہ صاف تھا اس نے ۹ محرم ۶۹۴ھ میں ناصر کو تخت سے اتار کر قلعہ کرک میں جو سلاطین کی نظر بندی کے لئے مخصوص تھا بھیجدیا۔ اور خود اس پر بیٹھ گیا۔

ملک عادل کتبغا

کتبغا کا لقب ملک عادل رکھا گیا۔ جو بیبرس کے بیٹے سلامش کا تھا۔ اور امیر حسام الدین لاچین جو مخفی تھا بلا کر وزیر بنایا گیا۔ اس کے زمانہ میں مصر میں طاعون اور قحط دونوں ایک ساتھ پھیلے اور کثرت سے مخلوق تباہ ہوئی۔ ۶۹۵ھ میں تاتاریوں کی ایک جماعت اپنے سردار طرغائی کے ساتھ جو ہلاکو کے بیٹے منجو تیمور کا داماد تھا۔ مصر میں آئی۔ یہ لوگ اویراتیہ قبیلہ کے کفار تھے جو سلطان غازان

محمود بن ارغون کے خوف سے بھاگ کر آئے تھے ۔ ملک عادل نے بوجہ ہم قوم ہونے کے انکو اپنی حمایت میں لیا ۔ سواحل پر رہنے کے لئے زمین دی اور ان کے تین سو سرداروں کو بلا کر اپنے پاس رکھا اور بڑے بڑے عہدے عطا کئے ۔ امراء دولت نے اس کو گوارا نہ کیا کتبغا کو تخت سے اتار دیا اور امیر لاچین کو ملک منصور کا خطاب دے کر جو اس کے آقا کا تھا سلطان بنا لیا ۔

ملک منصور لاچین

محرم ۶۹۶ھ میں لاچین کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی ۔ اس زمانہ میں آرمینیہ کی طرف سے برابر اضطراب کی خبریں موصول ہو رہی تھیں ۔ اس نے جا کر پورا صوبہ قابو میں کیا ۔ جب واپس آیا تو چراکسہ نے بوجہ عداوت کے ۶۹۸ھ میں قتل کر ڈالا اور اپنے آقا زادہ ملک ناصر کو جس کی عمر پندرہ سال ہو گئی تھی کرک کے قلعہ میں لا کر تخت پر بٹھایا ۔

ملک ناصر (بار دوم)

لاچین کے حامیوں نے کوشش کی کہ اس کو قتل کر ڈالیں مگر ناکام رہے ۔ ۷۰۰ھ میں سلطان غازان محمود مغول نے ایک فوج گراں لے کر شام پر چڑھائی کی ۔ ناصر نے جا کر اس کو شکست دی اور نکالا ۔ تاتاریوں کے حملہ کی وجہ سے آرمینیہ والوں نے بغاوت کر دی تھی اس کو فرو کرنے کے لئے ایبک خازندار اور بدرالدین بکتاش کو فوجیں دے کر روانہ کیا ۔ کتبغا کو بھی جو سلطنت سے مخلوع ہونے کے بعد حلب کی امارت پر تھا ساتھ جانے کا حکم دیا ۔ ان لوگوں نے جا کر وہاں امن قائم کیا ۔ جزیرہ ارواد میں فرنگیوں کی ایک جماعت قلعہ گیر تھی جن کا پیشہ بحری غارتگری تھا ۔ ناصر نے ۷۰۲ھ میں بحری فوج بھیجی جس نے پہنچ کر وہاں قبضہ کر لیا ۔ ۷۰۴ھ میں سلطان مغرب ابو یعقوب یوسف نے پانچ سو گھوڑے اور خیمہ طلائی ساز اور بیش قیمت ہدایا کے بھیجے جس سے دونوں ملکوں میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے ۔ حبش کا بادشاہ ابابی بھی قسم قسم کے جانور اور تحفے لے کر حاضر ہوا اور اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے امداد طلب کی ۔ ناصرالدین نے ایک فوج اس کے ساتھ کر دی ۔

باوجود اس عظمت کے وہ اپنے باپ کے غلاموں جاشنگیر اور سلار کے استبداد سے تنگ تھا ۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ تخت پر رہنا اس کے لئے ناممکن ہو گیا ۔ اس وجہ سے ۷۰۸ھ میں حج کے بہانہ سے قلعہ کرک میں بھاگ گیا اور وہاں سے مہر حکومت اور سلطنت سے دست برداری لکھ کر بھیجدی ۔ ممالیک نے رکن الدین بیبرس جاشنگیر کو ملک مظفر کے لقب سے تخت نشین کر دیا ۔

ملک مظفر بیبرس

بیبرس ثانی ۲۳ شوال ۷۰۸ھ کو تخت نشین ہوا ۔ پہلے از راہ مہربانی ناصر کو کرک کی امارت کا فرمان بھیجدیا ۔ جس سے وہ خوش ہوا ۔ یہاں تک کہ اس کے نام کا خطبہ کرک میں پڑھا ۔ مگر اس کے بعد مظفر نے اس کے غلاموں ، سواری کے گھوڑوں اور اس رقم کا بھی مطالبہ کیا جو اس کو وہاں کی اپنی ملکیت سے حاصل ہوئی تھی ۔ اس سے تنگ ہو کر ناصر نے امراء شام کے پاس فریاد کی ۔ انہوں نے لکھا کہ ہم حمایت کے واسطے تیار ہیں ۔ ناصر نے کرک میں اپنے غلام ارغون کو چھوڑا ۔ اور خود شام کی طرف گیا ۔ والی شام امیر برلک جو ممالیک کا سرغنہ اور مظفر کا دشمن تھا منتخب جماعت کو لے کر اس کے ساتھ مصر کی طرف چلا ۔ جب یہ لوگ غزہ میں پہنچے اکثر امراء مصر نے آکر اطاعت کا اظہار کیا ۔ مظفر کے لئے مقابلہ کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے امان مانگی ۔ ناصر نے اس کو قید کر دیا ۷۰۹ھ میں عید کے دن تخت پر بیٹھا ۔

ملک ناصر (بار سوم)

ملک میں اب کوئی حریف نہ تھا ۔ اس وجہ سے اطمینان اور سکون کے ساتھ انتظامات کی طرف توجہ کی ۔ ناجائز محاصل موقوف

کیئے ۔ دارالعدل قائم کیا ۔ جابجا پل بنوائے ۔ باغات لگوائے ۔ قصور و محلات تعمیر کرائے ۔ رصد گاہ قائم کی اور وسیع مارستان بنوایا ۔ جس کے اخراجات کے لئے املاک وقف کیں ۔ اس کے عہد میں شام اور مصر میں ہر زمانہ سے زیادہ عمارات ، مساجد اور جوامع تعمیر ہوئیں اور اب کی بار ۳۲ سال حکومت کر کے ۱۹ ذی الحجہ ۷۴۱ ھ میں وفات پائی ۔ ملک ناصر جلیل القدر اور بارعب تھا ۔ امن و امان اور دولت کی فراوانی کی وجہ سے اس کی سلطنت کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی ۔ علم کا بھی شائق تھا ۔ اور قاضی القضاۃ علامہ بدرالدین کے درس حدیث میں جا کر شریک ہوتا تھا ۔ سیاسی سازشوں اور خطروں سے محفوظ رہنے کے لئے اس نے اپنے عہد میں خلیفہ عباسی کا نام خطبوں سے نکال دیا ۔

اولاد ناصر

ملک ناصر نے اپنے سب سے لائق بیٹے انوک کو سلطنت کے لئے تیار کیا تھا اور اسی کو ولی عہد بنایا تھا ۔ لیکن وہ اس کی زندگی ہی میں ۷۴۰ ھ میں وفات پا گیا ۔ ناصر اس کے غم میں گھل گیا ۔ یہاں تک کہ اس کے دوسرے سال انتقال کر گیا ۔ اس نے آٹھ بیٹے چھوڑے تھے جو یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر آئے لیکن کچھ ایسے انقلابات رہے کہ ان میں سے کوئی زیادہ عرصہ تک نہیں رہنے پایا سب سے پہلے ناصر کا بڑا بیٹا سیف الدین ابو بکر سلطان بنایا گیا ۔ اور ملک منصور رابع اس کا لقب رکھا گیا ۔ لیکن چالیس دن کے بعد معزول کر کے مقام قوص میں جو بالائی مصر میں ہے بھجوا دیا گیا ۔ وہیں ۷۴۲ ھ میں مر گیا ۔

اس کی جگہ علاء الدین کوچک ملک اشرف کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا اس کی عمر صرف چھ سال تھی ۔ پانچ مہینے کے بعد یہ بھی مخلوع ہوا اور شہاب الدین احمد کو جو کرک میں نظر بند تھا لایا گیا ۔ اس کا لقب ملک ناصر ثانی ہوا ۔ ۱۲ محرم ۷۴۳ ھ کو ممالیک نے اس کو معزول کر کے پھر کرک بھیج دیا ۔ اور عماد الدین اسمٰعیل کو ملک صالح کے لقب سے تخت نشین کیا ۔ اس نے تین سال ڈھائی مہینے سلطنت کی اور ربیع الثانی ۷۴۶ ھ میں فوت ہو گیا ۔ پھر زین الدین شعبان سلطان ہوا اس کا لقب ملک کامل رکھا گیا ۔ لیکن کامل بدتدبیری اور بد خلقی میں تھا ۔ اس وجہ سے امراء نے اس کو اتار دیا اور زین الدین حاجی کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ اور مظفر لقب رکھا ۔ یہ اس سے بھی زیادہ نااہل نکلا اس وجہ سے ایک سال تین ماہ کے بعد ۷۴۸ ھ میں قتل کر دیا گیا ۔ اس کی جگہ حسن تخت نشین ہوا ۔ اور مالک ناصر ثالث اپنا لقب رکھا ۔ ۷۵۲ ھ میں اتار دیا گیا ۔ پھر صلاح الدین ملک صالح ثانی آیا ۔ تین سال اور ساڑھے تین مہینے کے بعد ۲۲ شوال ۷۵۵ ھ میں یہ بھی نکال دیا گیا ۔ اور حسن ملک ناصر ثالث دوبارہ لایا گیا ۔ یہ چھ سال ۷ ماہ تخت پر رہا ۔ آخر میں اپنے مملوک یلبغا خاصکی کے ہاتھ سے مارا گیا ۔

ملک منصور خامس

حسن کے بعد اس کا بھتیجا محمد بن حاجی ملک منصور خامس تخت پر آیا ۔ وسط شعبان ۷۶۴ ھ میں ممالیک نے اس کو اتار دیا ۔ اور اس کے چچازاد بھائی شعبان بن حسن بن محمد بن قلاؤون کو لائے ۔

ملک اشرف ثالث

شعبان مذکور کا لقب ملک اشرف ثالث ہوا ۔ اس کے عہد میں فرنگیوں نے سکندریہ کو لوٹ لیا ۔ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لے گئے ۔ ملک اشرف مدافعت کے لئے پہنچا ۔ لیکن وہ بھاگ چکے تھے ۔ اس کے باپ کے مملوک یلبغا نے جو نائب سلطنت تھا ممالیک پر سختی کی جس کی وجہ سے انہوں نے اس کو مار ڈالا ۔ پھر قصر سلطانی کی طرف بڑھے ۔ لیکن فوج نے ان کو روکا اور شکست دے کر تعاقب کیا ۔ بہت سے مارے گئے اور بہت سے بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوبے ۔ بقیہ شہر بدر کر دیے گئے ۔ ۷۷۶ ھ میں ملک اشرف حج

کے ارادے سے نکلا راستہ میں ممالیک کے سرغنہ طشتمر دوادار اور اس کی جماعت نے چاہا کے قتل کر دیں ۔ اس لئے بھاگ کر قاہرہ واپس آیا ۔ یہاں دیکھا کہ امراء نے اس کے بیٹے علی کو ملک منصور سادس کے لقب سے سلطان بنا رکھا ہے ۔ اس وجہ سے قبہ نصر میں پناہ گیر ہوا ۔ ممالیک نے وہیں پہنچ کر ۱۵ ا حجہ ۷۷۸ھ کو اس کا گلا گھونٹ دیا ۔

ملک منصور سادس

علی کا سن سات سال کا تھا ۔ امیر لائین اتابک مقرر ہوا ۔ پھر اس کی جگہ امیر قرطائی آیا ۔ آخر میں برقوق نائب سلطنت ہوا ۔ یہی دولت چراکسہ کا بانی ہے ، سلطنت کا خیال اپنی امارت کے روز اول ہی سے اس کے دل میں تھا ۔ لیکن آقا کی وفاداری کی وجہ سے کچھ دنوں صبر سے کام لینا مناسب سمجھا ۔ ملک منصور ۷۸۳ھ میں گزر گیا۔

ملک صالح حاجی

منصور کی وفات کے دن حاجی بن شعبان سلطان ہوا ۔ ڈیڑھ سال کے بعد ۱۹ رمضان ۷۸۴ھ کو برقوق اس کو تخت سے اتار کر خود اس پر بیٹھ گیا ۔ ملک صالح دولت ممالیک بحری کا آخری سلطان تھا ۔

دولت ممالیک چرکسیہ

(برجیہ)

(۷۸۴ھ سے ۹۲۳ھ تک)

ان ممالیک کا اصل مولد و منشا چرکس یا کرغو ہے جو نواحی سیبریا اور بحیرہ بیکال کی طرف واقع ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں ان کے آباؤ اجدا بالائی ایشیا کی طرف آئے اور بحر قزوین کے سواحل پر سکونت گزین ہوگئے۔ انہیں کی اولاد کو ممالیک بحریہ میں منصور اور اشرف نے کثرت کے ساتھ خریدا۔ چونکہ دماغی اور جسمانی دونوں لحاظ سے یہ لوگ بہ نسبت سابقہ ممالیک کے بہتر تھے۔ اس لئے قلعوں کی حفاظت اور فوجی امارت وغیرہ ان کے سپرد ہوئی اور محل سلطانی کے امور بھی ان کے ہاتھ میں آگئے۔ جب ان کی قوت اور تعداد بڑھ گئی اور ملک کی سیاست میں ان کا عنصر غالب ہوگیا اس وقت ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کرسی سلطنت پر جلوس فرمائیں چنانچہ برقوق نے صالح کو اتار کر خود تخت پر قبضہ کرلیا۔

برقوق کا باپ انس قبلیہ کسا کا تھا۔ سرکیشیا سے ایک تاجر اس کو قرم میں لے گیا۔ وہاں ایک مسلمان عثمان نامی نے خرید لیا۔ اور ۷۶۲ھ میں مصر میں لاکر امیر ایلبغا کے ہاتھ بیچ دیا اس نے اپنے غلاموں میں شامل کرلیا۔ اس کے بیٹے برقوق میں حسن و جمال، ذہن و ذکا، عقل و فہم اور رعب اور ہیبت کے آثار تھے۔ اس وجہ سے ایلبغا نے اس کو مصاحب خاص بنایا۔ برقوق نے علم و ادب بھی حاصل کیا اور علوم اسلامیہ میں اچھی مہارت پیدا کرلی۔ جس کے باعث اس کا وقار بہت بڑھ گیا۔ یلبغا نے اس کو شیخ کہنا شروع کیا اور امارت کا عہدہ دیا۔ جب ایلبغا مخالفین کے ہاتھوں سے مارا گیا۔ اس وقت برقوق اور ایک دوسرا مملوک امیر برکہ دونوں قید خانہ میں تھے۔ وہاں سے آزادی پاکر امیر منجک والی دمشق کے پاس پہنچے اور اس کی فوج میں داخل ہوگئے۔ ملک اشرف شعبان نے برقوق کو مصر میں بلالیا اور ایک ہزار سپاہیوں کا امیر بنادیا۔ اس وقت سے سلطنت کی آرزو اس کے دل میں پیدا ہوگئی۔ چنانچہ سخت کوشش کر کے ملک منصور کے عہد میں اتابکی کے عہدہ پر آگیا۔ آخر میں ملک صالح کے تخت نشین ہونے پر اپنی جماعت کی مدد سے سلطنت پر تغلب کرلیا۔

ملک ظاہر برقوق

برقوق نے خلیفہ وقت سے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا۔ قضاۃ علماء اور امراء سے بیعت لی اور مصر کے سب سے بڑے آخری سلطان رکن الدین بیبرس بندقداری کا لقب ملک ظاہر اپنے لئے منتخب کیا۔ اس نے ملک کی انتظامی حالت درست کی۔ ممالیک بحریہ کے عہد میں جو ناجائز رسوم اور محاصل تھے ان کو موقوف کیا اور رعایا کی اقتصادی اور اخلاقی اصلاح کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ

اس زمانہ میں تیموری حملوں سے مشرقی ممالک میں ایک ہیجان برپا تھا۔ ۷۸۰ھ میں تیمور شام کی طرف پہنچا جس کی وجہ سے مصر میں بھی اضطراب پیدا ہو گیا۔ برقوق نے فوجیں جمع کیں اور جا کر حدود شام سے اس کو روکا لیکن ادھر مصر میں خلیفہ متوکل نے اس کے عزل کا فتویٰ دے دیا۔ جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ حالت دگرگوں ہے۔ امراء اور قضاۃ سے مل کر بڑی کوشش کے بعد آخر میں خلیفہ کو قید کیا اور اس کی جگہ عمر بن ابراہیم کو واثق باللہ کے لقب سے خلافت کی گدی پر بٹھایا۔ لیکن وہ شوال ۷۸۸ھ میں گزر گیا۔ اس لئے زکریا بن ابراہیم کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ اس نے مخالفت شروع کی برقوق نے اس کو بھی معزول کر کے ۷۹۱ھ میں دوبارہ متوکل کو خلیفہ بنایا اس نے پھر اسکی معزولی کی کوشش کی۔ چونکہ امیر الامراء منطاش اور دوسرے امراء بھی خلیفہ کے ساتھ سازش میں شریک تھے اس وجہ سے برقوق کا کچھ بس نہ چلا وہ قلعہ کرک میں بھیجا گیا اور حاجی بن شعبان ملک صالح دوبارہ تخت پر لایا گیا۔ مگر ایک سال بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ معزول ہوا۔ اور ۴ صفر ۷۹۲ھ میں برقوق پھر بلایا گیا۔ اب کے اس نے ملک صالح اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا۔

۷۹۴ھ میں قرا یوسف والی فارس نے تبریز کو بطور نذر پیش کش کیا۔ برقوق نے اس کے لئے خلعت بھیجا اور فرمان لکھا کہ سلطنت مصر کی طرف سے تبریز اور اس تمام علاقہ کی امارت تم کو دی جاتی ہے جو فتح کر سکو۔ اسی درمیان میں ادھر تیمور کا گزر ہوا۔ قرا یوسف معہ اپنے ایک حلیف احمد بن یوسف کے بھاگا اور قیصر قسطنطنیہ منویل کے پاس پناہ لینی چاہی۔ اس نے انکار کیا۔ کیونکہ وہ ایک جدید طاقت یعنی دولت عثمانیہ سے جس کی صبح سعادت طلوع ہو رہی تھی لرزاں تھا اس لئے وہ دونوں مصر آئے۔ برقوق نے ان کو عزت کے ساتھ رکھا۔ ۷۹۷ھ میں سلطان عثمانی بایزید پسر مراد نے مصر میں معاہدہ کے لئے سفیر بھیجا اور یہ بھی خواہش کی کہ خلیفہ عباسی اناطولیہ اور اس کے مفتوحہ علاقوں کی امارت کا فرمان اس کے نام لکھ دے۔ چنانچہ عہد نامہ اور فرمان دونوں لکھے گئے۔ اس کے بعد امیر تیمور کے قاصد پہنچے اور قرا یوسف کی حوالگی کا مطالبہ کیا برقوق نے نرمی کے ساتھ اس سے انکار کیا۔ قاصدوں نے سخت کلامی کی جس پر ان کو قتل کرا دیا۔ تیمور نے برافروختہ ہو کر شام پر حملہ کر دیا اور رہا سے حلب تک خون کے دریا بہا دیئے۔ مگر وہیں تک آ کر رک گیا۔

برقوق نے مصر میں افواج اور اسلحہ کی ترتیب شروع کی اور ساز و سامان درست کر کے مدافعت کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن ۸۰۱ھ میں ۱۵ شوال کو مرگی کے دورہ میں اچانک انتقال کر گیا۔ جامع برقوق اور مدرسہ ظاہریہ اس کی یادگاریں باقی ہیں۔ نہایت فیاض اور علم دوست تھا۔

ملک ناصر زین الدین

برقوق کا بڑا بیٹا زین الدین فرج باپ کی جگہ پر سریر سلطنت پر بیٹھا۔ اتابک لطمش نے تیم فرسانی نائب دمشق اور یلبغا والی حلب کو متفق کر کے بغاوت کر دی۔ ناصر نے فوج کشی کی۔ فلسطین میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ جس میں باغیوں نے شکست کھائی اور اپنی سزا کو پہنچے۔ ۸۰۳ھ میں تیمور ہندوستان اور ایران سے ہوتا ہوا بغداد اور ملاطیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد شام کی طرف پہنچا

اس زمانہ میں ایشیا دو عظیم الشان فاتحوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک تیمور گورگانی۔ دوسرا بایزید عثمانی۔ بدقسمتی سے یہ دونوں قوتیں آپس ہی میں ٹکرا گئیں اور ۸۰۴ میں تیمور نے انگورہ کو فتح کر کے بایزید کو قید کر لیا۔ مصری تیمور کی طرف سے مطمئن تھے مگر اب بایزید کی شکست کے بعد ان کو پھر اضطراب لاحق ہوا۔ کیونکہ ۸۰۵ھ میں تیمور نے سلطان مصر کے پاس تحف و ہدایا کے ساتھ جن میں ایک ہندوستانی ہاتھی بھی تھا یہ حکم بھیجا کہ ہماری سلطنت تسلیم کر لو۔ ناصر کو مجبوراً اس کی سیادت ماننی پڑی۔ مگر اسی سال تیمور نے انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں تخت سلطنت کے لئے نزاع پڑ گئی۔ جس کی وجہ سے مصری ان کے تسلط سے آزاد

ہو گئے۔

۸۰۸ھ میں متوکل کے بعد اس کا بیٹا ابوالفضل مستعین باللہ خلیفہ بنایا گیا وہ دل میں ناصر سے عداوت رکھتا تھا۔ اس نے امراء دولت کو جن میں سب سے مقدم شیخ محمودی تھا اپنے ساتھ ملا لیا اور ناصر کے خلع کا اعلان کر دیا۔ ناصر نے دیکھا کہ اس کے طرفدار کم ہیں اس وجہ سے بھاگنا چاہا۔ مگر گرفتار ہو گیا خلیفہ مذکور نے تخت پر بیٹھ کر اس کو قتل کرا دیا۔

ملک عادل مستعین باللہ

ملک عادل کے لقب سے مستعین کے ہاتھ پر ۲۵ محرم ۸۱۵ھ میں سلطنت کی بھی بیعت ہوئی اور عباسی خلیفہ کے سر پر مستعصم کے بعد ایک بار اور دینی دستار کے ساتھ دنیاوی سلطنت کا تاج بھی رکھا گیا۔ اس نے شیخ محمودی کو وزارت سیف و قلم دونوں کے عہدے دیے۔ لیکن اس نے دیکھا کہ خلیفہ ضعیف العقل ہے۔ اس وجہ سے درخواست کی کہ مجھ کو شریک سلطنت بنایا جائے اس نے اس کو بھی منظور کر لیا اور ملک موید کے لقب سے اس کو اپنا سہیم قرار دیا۔ مگر یہ شرکت نہ چل سکی اور ۸ ربیع الاول ۸۱۵ھ میں شیخ نے اس کو اتار کر اپنی سلطنت کا اعلان کر دیا۔

شیخ محمودی

شیخ محمودی برقوق کے غلاموں میں شجاعت اور دانائی میں ممتاز اور شہسواری میں فرد تھا۔ صاحب علم بھی تھا اور شرع کا پابند اس وجہ سے لوگوں میں مقبول تھا۔ مستعین نے معزولی کے بعد اس کے خلاف سازش شروع کی اور اپنے ایک مخلص دوست نوروز کو جس کو شام کی ولایت دی تھی مخفی طور پر اپنا حال لکھ بھیجا اور مدد چاہی۔ اس نے جواب دیا کہ میں لشکر لیکر آتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے تم اپنے دینی اثر سے کام لو اور اس کی معزولی کا فتویٰ شائع کر دو۔ یہ سب کچھ ہوا مگر محمود معزول نہ ہو سکا بلکہ اس نے خود مستعین کو خلافت کی گدی سے اتار کر اس کے بھائی داؤد کو معتضد کے لقب سے خلیفہ بنا دیا محمودی منصف مزاج اور منتظم تھا۔ اس کے زمانہ میں مصریوں نے آرام پایا۔ ۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۹ محرم ۸۲۴ھ کو مر گیا۔ جامع موید اور مدرسہ محمودی اسی نے بنائے تھے جس میں شیخ شمس بن مدبری اس زمانہ کے ممتاز محدث درس دیتے تھے۔ محمودی مع اپنے بیٹے ابراہیم کے ان کے درس میں حاضر ہوتا اور ان کا فرش بچھاتا اور مسند لگاتا۔

احمد بن محمودی سیف الدین تتر۔ محمد بن تتر

محمود کے بعد ممالیک نے اس کے شیر خوار بچہ احمد کو تخت نشین کیا اور سیف الدین تتر کو اتالیق۔ اس نے شوال ۸۲۴ھ میں احمد کے سر سے تاج لیکر اپنے سر پر رکھ لیا۔ لیکن تین ہی مہینہ کے بعد گزر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا محمد سلطان ہوا جس کا اتابک سیف الدین برس بائے تھا۔ سنت جاریہ کے مطابق اس نے بھی محمد کو تخت سے اتار دیا۔ ممالیک میں اختلاف پیدا ہوا اور لڑائیاں ہونے لگیں۔ برس بائے خاموش بیٹھا رہا۔ جب باہمی جنگوں میں ان کا زور ٹوٹ گیا اس وقت بلا کسی مزاحمت کے تخت پر آ گیا۔

ملک اشرف برس بائے

برس بائے سیف الدین تتر کا زر خرید غلام تھا۔ ربیع الاول ۸۲۵ھ میں اس کے ہاتھ پر سلطنت کی بیعت ہوئی۔ اس کے عہد میں بجز ایک خفیف شورش کے جو ۸۲۷ھ میں شام کے والی نجاشی کی بغاوت کی بدولت ہو گئی تھی اور فوراً رفع کر دی گئی اور کوئی فتنہ برپا نہیں ہوا نہ قحط پڑا نہ طاعون آیا۔ اس وجہ سے تمام ملک خوش حال ہو گیا۔ حسن سیاست۔ تدبیر، رعب اور وقار میں اس کا رتبہ شیخ محمودی سے فائق تر تھا۔ نہایت شجاع اور عاقل۔ مورخین لکھتے ہیں کہ آخر میں حاکم بامراللہ کی طرح اس نے بھی عجیب و غریب

احکام دینے شروع کئے تھے ۔ قاہرہ سے تمام کتے نکلوا دیئے ۔ عورتوں کو سڑکوں پر بلا اجازت نکلنا ممنوع کر دیا یہاں تک ہ اگر کوئی غسالہ کو بلواتا تو وہ محتسب کا اجازت نامہ سر پر رکھے بغیر شاہراہ سے نہیں گزر سکتی تھی۔ ۱۷ سال ۸ ماہ حکومت کر کے ۶۰ سال کی عمر میں ۱۳ ذی حجہ ۸۴۱ھ کو انتقال کیا۔ سلاطین چراکسیہ میں گل سر سبد یہی سمجھا جاتا ہے۔

ملک عزیز یوسف

برس بائے کے بعد اس کے بیٹے جمال الدین یوسف کے ہاتھ پر بیعت ہوئی سیف الدین چقمق نائب مقرر ہوا۔ حسب دستور تین مہینہ کے بعد اس نے یوسف کو نکال کر سلطنت پر قبضہ کر لیا اور ۱۹ ربیع الاول ۸۴۲ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

ملک ظاہر چقمق

بیعت کے وقت اس کا سن ۶۹ سال کا تھا۔ اس کے زمانہ میں معتضد باللہ خلیفہ نے انتقال کیا جو بڑا متقی اور دین دار تھا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی مستکفی باللہ خلیفہ ہوا وہ ۸۵۴ھ میں گزر گیا پھر قائم بامر اللہ خلیفہ ہوا اس نے چقمق کے خلاف سازش شروع کی۔ چقمق کا سن اس وقت ۸۰ سال سے متجاوز ہو چکا تھا دیکھا کہ خلیفہ کے وسائس کا میں مقابلہ نہ کر سکوں گا اس وجہ سے اپنے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھا دیا اس کے چند روز کے بعد ۸۵۷ھ میں جس میں کہ سلطان محمد ثانی فاتح نے قسطنطنیہ کو فتح کیا انتقال کر گیا۔

چقمق منکسر المزاج ۔ درویش دوست اور غریب پرور تھا۔ اس کے زمانہ میں کثرت سے مساجد اور عمارات وغیرہ تعمیر ہوئیں اس کے عہد میں مصر میں سخت طاعون پھیلا تھا جس سے بہت مخلوق تباہ ہوئی۔

ملک منصور عثمان

فخر الدین عثمان ابھی تخت پر متمکن ہونے بھی نہ پایا تھا کہ خلیفہ قائم نے امراء کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر اس کے عزل کا فرمان شائع کیا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول ۸۵۷ھ میں اس کو تخت چھوڑ دینا پڑا۔ خلیفہ مذکور چاہتا تھا کہ مستعین کی طرح اپنی سلطنت قائم کرے لیکن کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ ممالیک نے اپنی جماعت میں سے ایک پیر کہن سال ابو نصر نیال کو تخت پر بٹھا دیا۔

ملک اشرف نیال

نیال کی تخت نشینی سے بھی خلیفہ کی امیدیں ختم نہیں ہوئیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ بڈھا عنقریب مرجائے گا اس کے بعد میں تخت لے لوں گا۔ مگر ۶ سال اس انتظار میں گزر گئے ۔ آخر میں اس نے سازش شروع کی۔ سلطان کو پتہ مل گیا معزول کر کے اسکندریہ میں بھیج دیا اور اس کے بھائی یوسف کو مستنجد کے لقب سے خلافت کا منصب عطا کیا۔ نیال آٹھ سال ڈھائی مہینے سلطنت کرنے کے بعد ۱۵ جمادی الاول ۸۶۵ھ میں گزر گیا۔

ملک موئید احمد

نیال کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین احمد سلطان ہوا۔ یہ باپ کے وقت سے مہمات سلطنت میں دخیل تھا چونکہ امراء اس سے ناراض تھے اس وجہ سے چار مہینے کے بعد معزول کر دیا گیا۔

ملک ظاہر خوش قدم

خوش قدم نسباً یونانی تھا اور ملک ظاہر کا زر خرید غلام اس وجہ سے ناصری اور یونانی دونوں نسبتوں سے مشہور ہے اس کے عہد میں ملک کا انتظام اچھا رہا۔ ۱۰ ربیع الاول ۸۷۲ھ کو انتقال کر گیا۔

ملک ظاہر بلبائے ۔ ملک ظاہر تمربوغا

ابو سعید بلبائے خوش قدم کے بعد سلطان ہوا لیکن ظالم اور غضبناک تھا اس لئے دو مہینے کے بعد نکال دیا گیا اور اسی لقب کے ساتھ تمربوغا تخت پر بٹھلایا گیا یہ بھی دو مہینے کے بعد ۶ رجب کو مخلوع ہوا۔

ملک اشرف قایت بائے

قایت بائے چقمق کا آزاد کردہ غلام تھا۔ ۸۷۲ھ میں تمربوغا کے بعد عنان سلطنت اس کے ہاتھ میں آئی اس نے دانش مندی سے مختلف جماعتوں کو قابو میں کیا اور ملک کا انتظام بہت اچھا رکھا۔ اس زمانہ میں سلاطین عثمانیہ اپنی سلطنت کا دائرہ وسیع کر رہے تھے۔ ایرانیوں نے ان کے خوف سے مصریوں کے ساتھ اتحاد کا معاہدہ کر رکھا تھا جب عثمانیوں نے اوزون حسن والئی فارس کو شکست دے دی اس وقت قایت بائے کو خوف ہوا کہ وہ شام پر حملہ آور ہوں گے اس لئے ایک فوج گراں اس کے حدود پر بھیج دی جس نے ترکی سلطنت کے دو شہر اذنہ اور ترسوس فتح کر لئے۔

عثمانی اس وقت یورپین اقوام کے ساتھ جنگ میں مشغول ہوگئے ۔ اس وجہ سے ادھر کا خیال نہ کر سکے ۔ ۸۷۵ھ میں وہاں ان کو فتوحات حاصل ہوئیں مگر اسی اثناء میں سلطان محمد فاتح کا انتقال ہو گیا اور اس کے بیٹوں میں تخت سلطنت کے لئے نزاع واقع ہو گئی آخری لڑائی ینی شہر میں ہوئی جس میں بایزید غالب آگیا اور اس کے بھائی جم نے بھاگ کر مصر میں پناہ لی۔

قایت بائے نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس کو احترام کے ساتھ رکھا اور حمایت کی امید دلا کر عثمانیوں پر حملے بھی شروع کر دیئے بایزید نے اب شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا لیکن اتمام حجت کے لئے سفیر بھیجا کہ اذنہ اور ترسوس سے دست بردار ہو جاؤ اور جو خسارہ ہوا ہے اس کا تاوان دو ۔ قایت بائے نے سفیروں کو واپس کر دیا اس وجہ سے ترکی فوجوں نے بڑھ کر اپنے مقامات واپس لے لئے۔

قایت بائے نے امیر ازبکی کو بھیجا اس نے پھر ان شہروں پر قبضہ کر لیا اور ہندوستان سے ایک سیاسی وفد بایزید کے پاس جا رہا تھا اس کو بھی پکڑا بایزید یہ سن کر غصہ میں بھر گیا۔ ۳ ربیع الاول ۸۹۳ھ کو خود آستانہ سے فوج لے کر چلا اور تہدید آمیز لہجہ میں قایت بائے کو لکھا کہ اس کش مکش سے باز آؤ ورنہ میں تمام آل عثمان کو جمع کر کے چڑھائی کروں گا اور مصر بھی فتح کر لوں گا۔ قایت بائے نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ ان دونوں شہروں سے دست بردار ہو کر عثمانیوں سے صلح کر لے اس کے پانچ سال کے بعد ۲۹ سال ۴ ماہ ۲۵ روز حکومت کر کے ۹۰۱ھ میں ۲۲ ذیقعدہ کو وفات پائی۔

ملک ناصر محمد بن قایت بائے (بار اول)

قایت بائے کے بعد اس کا بیٹا محمد تخت پر بیٹھا مگر چھ مہینے کے بعد اٹھارہ جمادی الاول ۹۰۲ھ کو اتار دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ خمسمایہ

قانصوہ پانچ سو دینار پر خریدا گیا تھا اسی وجہ سے خمسمایہ کے لقب سے مشہور ہوا محمد کے بعد امراء نے اس کو تخت پر بٹھایا لیکن اس نے دیکھا کہ میں سلطنت کا کام نہیں کر سکتا اس لئے دست بردار ہو گیا۔

ملک ناصر (بار دوم)

ممالیک دوبارہ محمد بن قایت بائے کو تخت پر لائے لیکن وہ سخت وحشی اور جاہل نکلا۔ ایک بار ایک نو عمر کنیز کی زندہ کھال کھینچ ڈالی اس قسم کی سختیوں سے ڈیڑھ سال کے بعد ۱۶ ربیع الاول ۹۰۴ھ کو ذبح کر دیا گیا۔

ملک ظاہر قانصوہ اشرفی

ناصر کے قتل کے دوسرے دن تخت نشین ہوا ایک سال ۸ ماہ کے بعد معزول کر دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ جاں بلد

قانصوہ ثالث ذیعقدہ ۹۰۵ھ میں سلطان بنایا گیا۔ ۷ مہینے کے بعد ۱۸ جمادی الاول کو مخلوع ہوا۔

ملک عادل طوماں بائے اول

جان بلد کے بعد قایت بائے کے غلاموں میں سے طوماں بائے کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ ساڑھے چار مہینے کے بعد ذیقعدہ ۹۰۶ھ کو قتل کر دیا گیا۔

ملک اشرف قانصوہ غوری

یہ بھی قایت بائے کے غلاموں میں سے تھا۔ نہایت متقی اور پرہیزگار اور ان تمام سیاسی جھگڑوں سے الگ جو ممالیک میں جاری تھے طوماں بائے کے بعد امراء نے اسی کو منتخب کیا اس نے معافی چاہی اور کہا کہ میں اس منصب کا اہل نہیں ہوں لیکن انہوں نے اصرار کیا اور کہا کہ اہل ملک کو جو اعتماد تمہارے اوپر ہے وہ تمہاری اہلیت کے لئے کافی ہے اس لئے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ قبول کیا مگر یہ کہا کہ میرے لئے وہ دن بڑی خوشی کا ہو گا جس دن تم لوگ اس گرفتاری سے مجھ کو آزادی کی خوشخبری دو گے اور میں تخت چھوڑ کر اپنے اس بوریا پر آ بیٹھوں گا۔ غوری نے زمام سلطنت ہاتھ میں لے کر عدل و حسن انتظام کے ساتھ حکومت شروع کی جس سے ملک میں اس سرے سے لے کر اس سرے تک امن و امان ہو گیا۔

پرتگالیوں نے اس زمانہ میں اپنے ہندوستانی مقبوضات سے بحری قزاقی شروع کر دی تھی جس سے مصر اور ہندوستان کی تجارت بند ہو گئی تھی ایک بحری بیڑہ ان کے استیصال کے لئے روانہ کیا مگر اس کو بحر احمر میں فرنگیوں نے تباہ کر ڈالا۔

۹۱۸ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی کا بھائی کرکود جو اس کے ساتھ تخت و تاج کے لئے برسرپیکار تھا ہزیمت اٹھانے کے بعد بھاگ کر مصر میں آیا۔ غوری نے حمایت کے لئے جنگی کشتیاں اس کے ساتھ کر دیں کہ جا کر قسطنطنیہ فتح کرے۔ سلطان سلیم نے مشتعل ہو کر شام پر لشکر کشی کر دی مصریوں نے شاہ ایران اسمٰعیل صفوی کے ساتھ جو ترکوں کا دشمن تھا مل کر مقابلہ کیا مگر ترکوں نے دونوں کو ایک ساتھ شکست دے دی غوری نے مصالحت کے لئے ایلچی بھیجا۔ سلطان نے جواب دیا کہ اب میں تمہارے فریب میں نہیں آسکتا۔

مصری فوجیں مقابلہ کے لئے بڑھیں حلب کے متصل مرج دابق میں معرکہ آرائی ہوئی غوری اور اس کے سپاہیوں نے بے مثل بہادری کا اظہار کیا۔ لیکن ترکوں کی توپوں کے سامنے ان کی ساری جرات اور دلاوری بیکار ہو گئی۔ کیونکہ وہ ابھی تک نیزوں اور تلواروں ہی سے لڑتے تھے اور توپیں ان کے پاس نہ تھیں۔

۲۵ رجب ۹۲۲ھ کو مصری افواج کے میمنہ اور میسرہ کے سران سپاہ عثمانیوں کے ساتھ مل گئے غوری جو قلب میں تھا گھوڑے پر بھاگا راستہ میں گرا اور ٹاپوں کے نیچے پڑ کر ہلاک ہو گیا۔

ملک اشرف طومان بائے ثانی

غوری قاہرہ میں اپنے بھتیجے طومان بائے کو نائب بنا کر چھوڑ گیا تھا لوگوں نے اسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سلطان سلیم فوجیں لئے ہوئے مصر کی طرف آیا۔ طومان بائے نے شکست کھائی اور بھاگ کر اسکندریہ کی طرف چلا۔ راستہ میں ایک دیہاتی نے پکڑ لیا اور لا

کر ترکوں کے حوالہ کر دیا۔

سلطان سلیم نے دس دن تک اس کو اپنے پاس رکھا اور امور ملک میں مشورے لیتا رہا جب ضرورت باقی نہ رہی تو ۱۹ ربیع الاول ۹۲۳ھ میں سولی پر چڑھا دیا اس روز دولت چرکسی ختم ہو گئی اور مصر سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ ہو گیا۔ سلطان سلیم نے اسکندریہ میں ایک فوج متعین کی اور خیر بک کو جو غوری کی فوج کا ایک امیر تھا مصر کا والی مقرر کر دیا پھر متوکل سے جو اس وقت خلیفہ تھا خلافت کا منصب بھی لے لیا اور اس کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا یہی سب سے آخری عباسی خلیفہ تھا جس سے عثمانیوں کو خلافت مل گئی۔

گو میں عمود تاریخ اسلام یعنی خلافت کے ساتھ ساتھ چل رہا ہوں لیکن اس موقع پر میرا جی یہ چاہتا تھا کہ عثمانی اور خدیوی خاندانوں کے حالات بھی لکھ کر شامل کر دیتا کہ مصر کی تاریخ آغاز عہد سے آج تک کی مکمل ہو جاتی مگر میں نے دیکھا کہ یہ تتمہ بجائے خود ایک مستقل حصہ کی ضخامت چاہتا ہے اس لئے سر دست اس ارادہ کو چھوڑ دیا۔

خلفاء عباسیہ مصر

(۱) مستنصر باللہ

سقوط بغداد کے بعد عباسی خاندان کے دو شخص وہاں سے نکل بھاگے تھے ایک ابو القاسم احمد بن ظاہر بامراللہ ۔ دوسرا ابو العباس احمد بن حسن بن علی بن ابو بکر مسترشد باللہ ابو القاسم احمد جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں رجب ۶۵۹ھ میں مصر میں پہنچا ملک ظاہر بیبرس بند قداری نے اس کے استقبال کے لئے قاہرہ کی آئین بندی کرائی پھر عظیم الشان دربار کر کے امراء قضاۃ اور علماء کو جمع کیا قاضی تاج الدین نے ثبوت لینے کے بعد علی رؤس الاشہاد اس کے صحیح النسب ہونے کا فیصلہ کر دیا اس وقت اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور اس کا لقب منتصر باللہ رکھا گیا۔

اب خلیفہ کا پہلا کام یہ تھا کہ تاتاریوں کے قبضہ سے بغداد کو نکالے۔ بیبرس نے ایک فوج گراں اس کو دی اور خود اس کے ساتھ دمشق تک آیا۔

ابو العباس احمد حلب میں خلیفہ بنا لیا گیا تھا۔ دمشق میں اس نے بھی آکر مستنصر کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ساتھ شامل ہو گیا دیگر امراء شام و حلب بھی اس جہاد میں شریک ہوئے بیبرس نے دس لاکھ دینار کے صرفہ سے سارا ساز و سامان درست کر کے ان کو روانہ کیا۔ ۳ محرم ۶۶۰ھ میں مقام ہیت سے آگے بڑھ کر تاتاریوں سے مقابلہ ہوا انہوں نے شکست دے دی بہت سے مسلمان مقتول ہوئے اور غالباً مستنصر بھی مارا گیا کیونکہ اس دن سے اس کا کچھ پتہ نہ ملا اس کی خلافت چھ مہینے سے بھی کم رہی۔

(۲) حاکم بامراللہ اول

(۶۶۰ھ سے ۷۰۱ھ تک)

مستنصر کے بعد حلبی خلیفہ ابو العباس احمد مصر میں بلایا گیا اور ۸ محرم ۶۶۰ھ کو اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی ۔ سلطان بیبرس نے اپنے قصر کبیر میں ایک محل اس کی سکونت کے لئے نامزد فرمایا اور اس کی کل ضروریات کا انتظام کر دیا۔

حاکم ۴۱ سال تک اس منصب پر قائم رہا اور ۷۰۱ھ میں یوم جمعہ ۱۲ جمادی الاول کو سلطان بن محمد قلاوؤن کے عہد میں انتقال کر گیا۔ سیدہ نفیسہ کے مزار کے متصل دفن ہوا تمام امراء اور اعیان دولت جنازہ میں ازراہ ادب ننگے پاؤں شریک تھے۔

(۳) مستکفی باللہ اول

(۷۰۱ھ سے ۷۴۰ھ تک)

ابو الربیع سلیمان بن حاکم اپنے باپ کا نامزد کردہ ولی عہد تھا۔ اس کے عہد میں ۷۰۹ میں تاتاری بادشاہ خوبندہ نے رفض اختیار کیا اور اپنے تمام قلمرو میں حکم بھیج دیا کہ خطبوں میں سے خلفائے ثلاثہ کے نام نکال دیئے جائیں اس کی وجہ سے سخت شورش برپا ہوئی اسی اثناء میں وہ مرگیا اور اس کی جگہ سلطان ابو سعید آخری تاتاری بادشاہ تخت نشین ہوا جو سنی تھا اس نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ مصر کے ذمیوں نے وزیر کے پاس یہ درخواست دی کہ اہل ذمہ کے اوپر جو قیود ہیں وہ اٹھادی جائیں ہم اس کے عوض میں سالانہ سات لاکھ دینار دیتے رہیں گے وزیر اور سلطان کا میلان طبع یہ تھا کہ منظور کرلیں مگر امام تقی الدین احمد ابن تیمیہ نے مخالفت کی اور کہا کہ شریعت کے احکام کسی قیمت پر فروخت نہیں ہو سکتے خلیفہ نے بھی ان کی تائید کی اس لئے باز رہے۔

سلطان مصر محمد بن قلاؤون اور خلیفہ میں بہت یگانگت تھی دونوں ایک ساتھ سیر و شکار اور چوگاں بازی کے لئے نکلا کرتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بھائی بھائی ہیں مگر ۷۳۶ھ میں بعض دشمنوں کی دور اندازی سے ان میں باہم رنجش پیدا ہو گئی اس وجہ سے سلطان نے خلیفہ کو برج قصر میں نظر بند کر کے لوگوں کو اس سے ملنے سے روک دیا پھر ذی حجہ ۷۳۷ھ میں اس کو قاہرہ سے معہ اہل و عیال اور متعلقین کے جو تقریباً سو نفوس تھے مقام قوص میں بھیج دیا اور حکم دیا کہ خطبوں میں سے اس کا نام نکال دیا جائے لیکن گزارہ بڑھا دیا۔

شعبان ۷۴۰ھ میں مستکفی نے قوص ہی میں انتقال کیا۔ عمر ۵۰ سال سے زیادہ تھی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مستکفی فاضل، کریم الطبع، شجاع اور سپہ گری میں کامل تھا ہمیشہ علماء و فضلاء کے ساتھ مجالست رکھتا اور سلوک کرتا۔ خط نہایت پاکیزہ لکھتا تھا۔ اسی نے بادشاہ ہند محمد تغلق کو خلعت اور امارت کا فرمان بھیجا تھا۔

(۴) واثق باللہ

(۷۴۰ھ سے ۷۴۱ھ تک)

حاکم بامر اللہ نے اپنے بیٹے ابو عبداللہ محمد کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن وہ اس کی زندگی ہی میں مرگیا اس وجہ سے اس کے بیٹے ابراہیم بن محمد کے نام ولایت عہد لکھ دی مگر جب دیکھا کہ اراذل کی صحبت میں بیٹھنے سے اس کی صحبتیں خراب ہو گئی ہیں تو اپنے دوسرے بیٹے مستکفی کو ولی عہد کیا چنانچہ اس کے خلیفہ کو جانے پر اسی نے ملک ناصر محمد بن قلاؤوں کو اس کا دشمن بنا دیا تھا۔

مستکفی مرتے وقت اپنے بیٹے احمد کے لئے خلافت کی وصیت کر گیا تھا مگر سلطان نے اس کی وصیت کی طرف التفات نہیں کیا اور ابراہیم کو واثق باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ علماء اور قضاۃ نے بوجہ اس کے ناشائستہ افعال کے سخت مخالفت کی۔ سلطان نے اس کو معزول تو نہیں کیا لیکن خطبوں سے اس کا نام نکلوا دیا اور انتقال کے وقت وصیت کر گیا کہ مستکفی کے بیٹے احمد کو خلیفہ بنا لینا۔

(۵) حاکم بامراللہ ثانی
(۷۴۱ھ سے ۷۵۳ھ تک)

محمد بن قلاوؤں کی وصیت کے مطابق اس کے بیٹے سیف الدین ابو بکر نے تخت نشین ہونے کے بعد ذی حجہ ۷۴۱ھ میں قاضی القضاۃ کو بلا کر دربار عام میں واثق کو معزول کیا اور ابو العباس احمد بن مستکفی کو ولی عہدی کا ثبوت لینے کے بعد خلیفہ بنایا چونکہ یہ دوسرے خلیفہ حاکم بامر اللہ کا ہم نام اور ہم کنیت تھا۔ اس لئے وہی لقب بھی اس کو دیا گیا۔ ۷۵۳ھ کے وسط میں طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۶) معتضد باللہ اول
(۷۵۳ھ سے ۷۶۳ھ تک)

الفتح معتضد حاکم بامر اللہ کا بھائی تھا اس کے انتقال کے بعد اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی۔ جمادی الاول ۷۶۳ھ میں گزر گیا۔ متواضع اور علم دوست تھا اس کی طرف سے فیروز شاہ کے نام ہندوستان کی امارت کا فرمان ۷۵۵ھ میں آیا تھا۔

(۷) متوکل علی اللہ اول
(۷۶۳ھ سے ۸۰۸ھ تک)

ابو عبداللہ محمد بن معتضد اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ۷۶۳ھ میں خلیفہ ہوا۔ اس نے زمانہ بہت پایا۔ ۷۷۹ھ میں اشرف کے قتل کے معاملہ میں اتابک لائن اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا اس وجہ سے قوص میں بھیج دیا اور ذکریا بن واثق کو معتصم کا لقب دے کر خلافت کا خلعت عطا کیا۔ لیکن نہ بیعت ہوئی نہ اجماع۔ آخر کار پندرہ روز کے بعد پھر متوکل خلافت پر بلایا گیا۔

۷۸۷ھ میں متوکل نے برقوق کے خلع کا اعلان کیا مگر اس نے خود متوکل کو خلافت سے برطرف کر کے عمر بن ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا۔ ۷۸۸ھ میں جب عمر گزر گیا اس وقت امراء نے اس کو متوکل کی بیعت کا مشورہ دیا مگر وہ راضی نہ ہوا اور ذکریا بن واثق کو جو اتابک لائن کے عہد میں خلافت پر آیا تھا۔ خلیفہ بنایا اس نے مخالفت شروع کی اس وجہ سے مجبوراً اس کو نکال کر پھر متوکل کو بلایا اس نے خلیفہ ہوتے ہی برقوق کی معزولی کی کوشش شروع کی اور کامیاب ہو گیا۔

رجب ۸۰۸ھ میں وفات پائی۔ کنیزوں کا عاشق تھا۔ نر و مادہ سو اولادیں چھوڑیں جن میں سے پانچ خلیفہ ہوئے۔

(۸) مستعین باللہ
(۸۰۸ھ سے ۸۱۵ھ تک)

ابو الفضل عباس بن متوکل، بائی خاتون نامی ترکی کنیز کے شکم سے تھا۔ رجب ۸۰۸ھ میں ملک ناصر پسر برقوق کے عہد میں اپنے باپ کی جگہ خلیفہ ہوا جب شیخ محمودی نے ناصر کو گرفتار کیا تو مستعین نے اس کو قتل کرا کے تخت سلطنت بھی حاصل کر لیا۔ چونکہ مدت کے بعد عباسی خلیفہ کو دنیاوی اقتدار ملا تھا اس وجہ سے مسلمانوں نے اس پر شادیانے بجائے لیکن یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکی کیونکہ شیخ محمودی نے بہت جلد اس کو خلافت اور سلطنت دونوں سے معزول کر کے قلعہ میں نظر بند کر دیا اور خود سلطان ہو گیا اور خلافت کی بیعت داؤد بن متوکل کے ہاتھ پر کر لی اس کے بعد مستعین کو اسکندریہ بھیج دیا وہاں اس نے بڑی ثروت پیدا کر لی اور ۸۳۳ھ میں انتقال کیا۔

(۹) معتضد باللہ ثانی
(۸۱۵ھ سے ۸۴۵ھ تک)

داؤد کا لقب معتضد باللہ رکھا گیا اس کی ماں کزل نامی ترکی کنیز تھی اس کی بیعت ۸۱۵ھ میں ہوئی۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۴ ربیع الاول ۸۴۵ھ میں مر گیا باوقار عالم اور فیاض تھا۔

(۱۰) مستکفی باللہ ثانی
(۸۴۵ھ سے ۸۵۴ھ تک)

ابو الربیع سلیمان بن متوکل، معتضد کے بعد اس کی وصیت کے مطابق خلیفہ بنایا گیا نہایت متقی اور عبادت گزار تھا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی کے گھر میں پرورش پائی تھی کیونکہ ان کے والد اس کے اتالیق تھے ملک ظاہر چقمق اس کے ساتھ عقیدت اور اس کے حق حرمت کا بہت خیال رکھتا تھا۔ ۶۳ سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۲۹ ذی حجہ ۸۵۴ھ میں انتقال کر گیا۔ امراء و سادات جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے خود چقمق نے بھی کاندھا دیا۔

(۱۱) قائم بامراللہ
(۸۵۴ھ سے ۸۵۹ھ تک)

ابو البقا حمزہ بن متوکل، بلا ولی عہدی کے خلافت کے منصب کا متولی بنایا گیا اسی کی سازشوں کے ڈر سے چقمق نے سلطنت

اپنے بیٹے عثمان کے حوالہ کر دی تھی قائم نے اس کے خلع کا اعلان کیا اور چاہا کہ مستعین کی طرح خود سلطنت پر قابض ہو جائے مگر کامیاب نہ ہو سکا اور ملک اشرف نیال تخت پر آگیا اس کے خلاف بھی سازش شروع کی اس وجہ سے ۸۵۹ ھ میں اسکندریہ بھیج دیا گیا وہیں ۸۶۳ ھ میں وفات پائی اور اپنے بھائی مستعین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(۱۲) مستنجد باللہ

(۸۵۹ھ سے ۸۸۴ھ تک)

ابو المحاسن یوسف بن متوکل ۸۵۹ ھ میں منصب خلافت پر آیا۔ اس کے زمانہ میں بڑی بادشاہ گردی رہی۔ آخر میں ملک اشرف قایت بائے پر آکر سلطنت نے قرار لیا۔ ظاہر خوش قدم نے سازش کے خطرے سے اس کو قلعہ میں نظر بند رکھا تھا وہیں ۲۴ محرم ۸۸۴ ھ میں گزر گیا۔

(۱۳) متوکل علی اللہ ثانی

(۸۸۴ھ سے ۹۰۳ھ تک)

عبدالعزیز بن یعقوب بن متوکل ۱۶ محرم ۸۸۴ھ کو خلیفہ ہوا دیندار اور خوش اخلاق تھا۔ ۲۰ صفر ۹۰۳ھ کو وفات پائی۔

(۱۴) مستمسک باللہ

(۹۰۳ سے ۹۲۰ھ تک)

یعقوب بن عبدالعزیز باپ کے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئی ۹۲۰ھ میں انتقال کر گیا۔

(۱۵) متوکل علی اللہ ثالث

(۹۲۰ھ سے ۹۲۳ھ تک)

اس کا نام محمد تھا۔ مستمسک کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی اس کے زمانہ میں ۹۲۳ ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے

مصر کو فتح کیا۔ چونکہ اصولاً منصب خلافت منصب سلطنت سے بالاتر ہے اور خلیفہ کے احکام سلطان کے لئے واجب التعمیل ہوتے ہیں اس لئے سلیم نے سلطنت کے ساتھ ہی خلافت بھی لے لی اور یہ اختیار دوسروں کے ہاتھ میں رکھنا پسند نہ کیا۔ اس وقت سے یہ نام کی خلافت بھی بنی عباس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ سلیم متوکل کو اپنے ساتھ آستانہ لیتا گیا وہاں وظیفہ مقرر کر دیا۔ ۹۴۵ء میں متوکل نے وہیں وفات پائی۔

خلافت عباسیہ

عباسی خلافت اگرچہ کل عالم اسلامی کی نمائندہ نہ تھی کیونکہ اس کا ایک حصہ اندلس روز اول سے اس کے قلمرو سے خارج رہا اور پھر امتداد اور زمانہ کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ اکثر اسلامی ممالک اس کے قبضہ سے نکلتے گئے یہاں تک کہ دیلم اور سلجوق نے خود اس کے مرکز پر قبضہ کر لیا اور ان کے زمانوں میں اس کا دنیاوی تسلط برائے نام رہ گیا لیکن پھر بھی بوجہ خلافت راشدہ اور بنی امیہ کے وارث ہونے کے بالعموم امت میں مرکزی حیثیت اس کو حاصل رہی مشرق سے مغرب تک اکثر سلاطین اور ملوک اسلام خلفائے عباسیہ ہی کو جانشین رسول اور دنیائے اسلام کا مرکزی فرماں روا مانتے انہیں سے اپنی امارتوں کا فرمان لکھواتے اور اپنے آپ کو ان کا نائب قرار دے کر ان کے ناموں کے خطبے پڑھتے اور اس کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اندلس اور مراقش کی خلافتوں نیز خلافت فاطمیہ کو بجز ان کے ماتحتوں اور ہم عقیدہ لوگوں کے اور کسی نے کبھی صحیح تسلیم نہیں کیا اور عام طور پر امت کے نزدیک یہ خلافتیں نامعقول بلکہ ناجائز رہیں۔ اس وجہ سے بغداد سے خلافت عباسیہ کے زوال کو باوجود اس کے کہ اس کے پاس تین صوبوں سے زائد نہ تھے خوارزم شاہی طویل و عریض سلطنت اور دیگر اسلامی ریاستوں کے زوال کی بہ نسبت امت نے زیادہ محسوس کیا۔ کیونکہ اس سے دنیا اسلام کی مرکزیت مٹ گئی تھی اور ایک عظیم الشان منصب جو روایات کے لحاظ سے دینی حیثیت اختیار کر چکا تھا امت کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اس لئے اس کا دوبارہ قائم کرنا ضروری سمجھا گیا۔

یہ احساس عوام الناس کی بہ نسبت علماء کو زیادہ تھا اور خلافت کی تاریخ کی بناء پر ان کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ اس منصب کی تولیت کے مستحق عباسی ہی خاندان کے افراد ہو سکتے ہیں اسی بنیاد پر ابو العباس احمد کو جو بغداد سے بھاگ کر حلب گیا تھا حاکم بامر اللہ کے لقب سے امام ابن تیمیہ کے والد بزرگوار عبدالحلیم بن تیمیہ نے خلیفہ بنایا اور سب لوگوں سے بیعت لے کر خلافت کا منصب قائم کیا اور مصر میں جب ابو القاسم احمد پہنچا وہاں علامہ عزالدین اور قاضی تاج الدین کی کوششوں سے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوئی اور جو مرکزیت بغداد میں شکست ہوئی تھی قاہرہ میں نصب کی گئی۔

سلطان بیبرس بند قداری نے بھی عقیدت مندی اور نیز اس خیال سے کہ اس مرکزیت کی بدولت اس کی سلطنت کو قبولیت عامہ نصیب ہوگی اور اس کا اقتدار بڑھ جائے گا۔ بیعت کر لی چنانچہ بیعت کے بعد جمعہ کے دن خلیفہ نے خطبہ پڑھا اور سلطان مذکور کو قسیم امیر المومنین کا لقب اور مصر و شام وغیرہ کی امارت کا فرمان عطا فرمایا۔ اس نے خلیفہ کے لئے ایک محل مخصوص کر دیا۔ اور کاتب، حاجب، خزانچی وغیرہ متعین کر دئے غلام، کنیزیں، خدم و حشم اور سواری کے لئے گھوڑے دیئے نیز جملہ لوازمات اور ان کے اخراجات کا بندوبست فرمایا۔ خطبوں میں بھی اس کا نام داخل کیا اور سکوں میں بھی اور خلافت کا پورا اعزاز مرعی رکھا۔

اس میں شک نہیں کہ علماء نے نیک نیتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے خیال سے اس خلافت کا احیاء کیا تھا اور ان کا مقصد یہ تھا کہ امت کی وحدت اور مرکزیت قائم رہ جائے لیکن اقوام مسلمہ کا تشتت و افتراق اس حد سے گزر چکا تھا کہ اس بوسیدہ رشتہ سے جو روحانی خلافت کی شکل میں قائم کیا گیا ہے ان کی شیرازہ بندی ہو سکتی چنانچہ سیاسی حیثیت سے یہ مفید ہونے کے بجائے خود مصر کے

لئے مضر ثابت ہوا کیونکہ دو مستقل اختیارات ہر وقت متصادم ہو سکتے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلاطین نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد خلیفہ کو قلعہ میں اپنی نظر کے سامنے رکھنا شروع کیا اور ارکان دولت کا ملنا اس سے بند کر دیا اس کے بعد سکوں اور خطبوں سے بھی اس کا نام نکال ڈالا اور اس کو محض ایک تبرک کی حیثیت سے رہنے دیا جو مذہبی مجالس میں شرکت کے لئے بلایا جاتا تھا اس کا لقب بھی بجائے خلیفہ کے امام کر دیا اور سیاسیات میں کسی قسم کا دخل دینے سے روک دیا۔ ان میں سے جو کسی قسم کی مخالفت کا اظہار کرتا وہ یا تو معزول ہوتا یا قید ۔ مستعین باللہ نے جرات کر کے ذرا قدم آگے بڑھایا تھا اور تخت سلطنت پر پہنچ گیا تھا جس پر علماء نے حد سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا یہاں تک کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے جوش سرور میں ایک قصیدہ بھی لکھ ڈالا لیکن چونکہ کوئی عصبیت اس کے پاس نہ تھی اور امراء اپنی اپنی غرض کے بندے تھے اس لئے وہ چالیس دن بھی تخت پر نہ رہ سکا اور قید کر دیا گیا۔

جب خود مصر میں ان کا یہ حال تھا تو دیگر سلاطین و ملوک اسلام اس تاریخی رشتہ کا کہاں تک احترام کرتے ۔ بایزید عثمانی نے اگر سنت قدیم کے مطابق ان سے اپنی امارت کا فرمان لکھوایا تو آخر میں اسی خاندان کے سلطان سلیم نے ان سے خلافت بھی چھین لی جس سے نہ صرف بنی عباس اور قریش بلکہ عرب کے ہاتھوں سے یہ منصب نکل کر عجم کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ بے شک ایک دوسری حیثیت سے اس خلافت کی بدولت مصر کو فائدہ پہنچا۔ یعنی اگرچہ فتح اسلامی کے بعد ہی سے علوم اسلامیہ وہاں رائج ہو گئے تھے اور ہر قرن میں اچھے اچھے علماء اور مصنفین کی کثرت رہی مگر اس خلافت کے قیام سے وہاں علم اور دین کو زیادہ ترقی ہو گئی اور بجائے بغداد کے قاہرہ حضارۃ اسلامی کا مرکز ہو گیا۔ سلاطین عثمانیہ خلافت اسلامیہ کو تو روم میں لے گئے مگر علوم اسلامیہ کو مصر ہی میں چھوڑ گئے ۔ چنانچہ آج تک یہ اس کی مرکزیت باقی ہے اور اس کے علمی احسانات کا فیض دنیائے اسلام میں جاری ہے۔